

وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ



قلم  
کی روشنی

شماره نمبر 1

جون 2016

بانو قدسیہ آپا کے زیرِ سربراہی  
مدیرہ اعلیٰ: رفعت خان  
مدیرہ: عظمیٰ فردوس

نسل نو کے لیے اردو ادب کا ابھرتا سورج

# قلم کی روشنی

ماہنامہ  
پاکستان (رجسٹرڈ)  
ماہنامہ ادبی رسالہ  
دلچسپ و معیاری سلسلوں سے سجا گلستا

اُردو سے ادب تک ادب سے اُردو تک  
ہر گھر کی ضرورت ہر فرد کی ضرورت

[www.paksociety.com](http://www.paksociety.com)

قلم کی روشنی معروف ادبی شخصیت محترمہ بانو قدسیہ آپا کے زیرِ سربراہی اردو ادب کے فروغ اور نئے لکھاریوں کے ذوق و شوق کو مد نظر رکھ کر شائع کیا۔

ای میل: [qalamkiroshni@gmail.com](mailto:qalamkiroshni@gmail.com)

فیس بک: گروپ ویج قلم کی روشنی

خط و کتابت پتہ۔ دفتر ماہنامہ قلم کی روشنی پی او بکس نمبر 1 ڈاک خانہ خانپور ضلع رحیم یار خان





- 1 حمد باری تعالیٰ، از سباس گل
- 2 نعت انجینئر عبدالرزاق ادیبی
- 3 ادارہ رفعت خان
- 4 خواب آپ کے، تعبیر ہماری
- ☆ انچارج: محمد نعمان حیدری
- 5 آپ کے مسائل کا حل قرآن کی روشنی میں
- ☆ انچارج: مفتی تنویر الحسن احرار
- 6 "قلم کی روشنی" کا تعارفی سلسلہ
- ☆ انچارج: فاطمہ حسینی
- ☆ معروف ادبی شخصیت کا تعارف
- ☆ بانو قدسیہ آپا۔۔۔۔۔
- ☆ گفتگو ماہر کروموتیتی غلام عباس گل۔۔۔۔۔
- 7 آپ کی کالم نگاری۔۔۔ "قلم کی روشنی" میں
- ☆ اسلام میں عورت کا مقام رفاقت علی، دنیا پور
- ☆ مقابلہ کالم نگاری
- ☆ موضوع: "موجودہ دور میں قلم کی اہمیت"
- ☆ جتنے والے خوش نصیبوں کے کالم
- 8 ہمارا پیارا وطن پاکستان
- ☆ گننام عید: اشفاق احمد
- 9 افسانے انچارج وجیہہ سحر
- ☆ رسم جمیز: مسکان احزام
- ☆ محبت درد کی صورت: مالارا چبوت
- ☆ ایک بیٹی کی ڈائری سے: نمرہ فرقان
- ☆ ٹائٹل پہلی قسط: کون ہو تم؟ رفعت خان
- تاریخی افسانوں سے اقتباس:۔۔۔
- ☆ کرشن چندر کے افسانہ مامتا سے اقتباس
- ☆ انتخاب سارہ خان
- ☆ بانو قدسیہ آپا کی کتاب راہ رواں سے اقتباس
- ☆ انتخاب فاطمہ حسینی
- ☆ منتخب اشعار
- ☆ اپنی تخلیق
- ☆ موضوع ہمارا شاعری آپ کی
- ☆ موضوع "تجھے عشق ہو خدا کرے"
- 12 اقوال زریں انچارج: ایہا غزل
- ☆ آپ کے ذاتی اقوال۔۔۔۔۔ منتخب اقوال
- 13 آپ کا باورچی خانہ: انچارج عظمیٰ فردوس
- ☆ کھانے میں کیا ہے؟ علیہ ملک
- ☆ بیٹھے میں کیا ہے؟ عظمیٰ فردوس
- ☆ آسان اور کارآمد نوٹس عظمیٰ فردوس
- ☆ احتیاطی تدابیر: عظمیٰ فردوس
- ☆ "انسانی صحت خطرات کا شکار" سمیرا بابر
- 14 بچوں کا ادب۔۔۔ انچارج: قاری محمد عبداللہ
- ☆ ہزار لفظی کہانیاں (مقابلہ)
- ☆ سفارش حبیبہ واجد
- ☆ محنت صلہ دیتی ہے عروج فاطمہ
- ☆ کاروبار نائمہ غزل
- ☆ پیاری کہانیاں
- ☆ انچارج صداقت حسین ساجد
- ☆ کایا پلٹ نوریہ دشر
- ☆ جادو کا جوتا طلحہ محمود ساجد
- ☆ بچپن کے دن انچارج عظمیٰ فردوس
- ☆ پیاری باتیں اور بچوں کے تہقہ: انچارج کوثر ناز
- ☆ رنگ میرا جہاں۔۔۔ خوشخطی
- 15 دستکاریاں: انچارج عظمیٰ فردوس
- 16 ہمارے قومی کھیل: انچارج مسکان احزام
- 17 مسکرائیں انچارج حرا طاہر
- ☆ انتخاب کردہ لطفیے
- ☆ مزاج کے رنگ (چائے) حماد احمد
- 18 سولفظی کہانیاں انچارج شہباز اکبر اُلفت
- 19 اُلجھنیں اُلجھنیں: انچارج رفعت خان
- ☆ اردو ادب اور اُلجھنیں اُلجھنیں۔۔۔ مشق مغز
- 20 موضوع ہمارا کالم آپ کا: انچارج رضیہ رحمن
- 21 دنیا کی خبریں اور ہماری سروے
- ☆ پاکستان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟۔۔۔۔۔
- ☆ یہ کیا ہے؟ منال صبا
- 22 اردو کی ترویج سوشل میڈیا اور ان بیج
- ☆ انچارج یسریٰ آمین (اردو میں لکھنے کی اہمیت)
- 23 دیس کے رنگ پردیس کے سنگ
- ☆ انچارج عظمیٰ فردوس
- ☆ (موضوع سخن میں اور پاکستان)
- 24 سب سے آگے انچارج اہلیقہ اظہر
- ☆ میرا تعارف میری زبانی
- 25 آئیے حسن کو نکھاریے انچارج رابعہ عمران
- ☆ لہسن کے فوائد
- 26 آپ کے خطوط
- نوٹ: ادارے کی پالیسی کے تحت رسالہ کے اپنے تخلیقی سلسلے اور تحریک کاپی کرنے کی اجازت ہرگز نہ ہے انٹرنیشنل اسٹینڈرڈ بک نمبرنگ، نیشنل لائبریری آف پاکستان سے منظور شدہ ادبی رسالہ "قلم کی روشنی" 978-969-9783-20-5



"قلم کی روشنی" لے کر آپ سب کی خدمت میں حاضر ہیں۔ امید کرتے ہیں آپ

سب ہماری اس کاوش پر ضرور خوش ہوں گے۔ ہم جانتے ہیں آپ سب قومی زبان اور اردو ادب میں دل چسپی رکھتے ہیں اس کا اندازہ ہمیں اردو ادبی بیچ و گروپ "قلم کی روشنی" میں آپ کی شمولیت سے ہوتا رہتا ہے۔ الحمد للہ! "قلم کی روشنی" کا اجراء آپ کے اسی ذوق و شوق کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کیا گیا ہے۔ ہم آپ کے لیے ہر ممکن آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے، ان شاء اللہ۔ تو آپ قلم اور کاغذ اٹھائیے اور اپنے پسندیدہ سلسلہ کا انتخاب کر کے لکھ ڈالیںے ایک عدد تحریر اور ہمیں بھیج دیجئے بذریعہ ڈاک یا بذریعہ ای۔ میل، ہم اسے شائع کر کے دیں گے آپ کے خواب کو تعبیر۔

"قلم کی روشنی" اردو ادب سے لگاؤ رکھنے والوں کے لیے ایک بہت بڑی نوید ثابت ہوگا، لکھنے لکھانے کے اس معتبر سفر میں ہم آپ سب کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔ امید ہے آپ سب ہمارا ساتھ نبھائیں گے، پھر وہ دن دور نہیں ہوگا جب آپ بھی ایک دن دوسروں کو اسی سفر میں اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دیں گے۔ دنیا مکانات عمل ہے، اگر ہم دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کریں گے تو آسانیاں ہمارا بھی مقدر ہوں گی۔ اگر ہم ادب کو ادب سمجھیں گے، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت کریں گے تو مستقبل میں چھوٹے ہمارا ادب کریں گے۔ پہلے وقتوں میں ادباء، شعراء حضرات ایک دوسرے کا ساتھ دیا کرتے تھے، اب اہی مشوروں سے لکھا کرتے تھے اور اپنی تحاریر دکھا کر ایک دوسرے سے داد و تحسین وصول کیا کرتے تھے اور داد دینے والے بھی کھل کر تعریف میں خوب لفظوں کی لڑیاں بنا کر لکھنیوالے کو تعریفی مالا پہنایا کرتے تھے۔ ہمیں وہ وقت دوبارہ دیکھنے کی حسرت ہے، سو ہم نے سوچا حسرت کو حسرت ہی کیوں رہنے دیں؟ کیوں نہ ہم خود وہ سہانا وقت بن جائیں۔ وقت بے شک لوٹ کر نہیں آتا مگر تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ آئیے ہم اردو ادب کی اسی پرانی اور روشن ڈگر پر اپنے عظیم ادباء کے سائے چلتے ہیں جو ہمارے اردو ادب کی بنیاد ہیں، اگر قدم نہیں ڈرگا جائیں تو ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ایک دوسرے کا سہارا بنیں گے اور ان شاء اللہ گرتے پڑتے اپنی منزل ضرور پالیں گے، کیونکہ اگر اللہ پر توکل ہو اور بنیاد بھی پختہ ہو تو عمارت کو کسی طوفان کا ڈر نہیں ہوتا۔

معزز قارئین! جیسا کہ اس وقت ہمارا نومولود میگزین "قلم کی روشنی" آپ کے ہاتھوں کی زینت بنا ہوا ہے، اس کی خوش بختی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ماشاء اللہ اسے گھنٹی (گڑاتی) اردو ادب کے آسمان کے چمکتے ستارے، مشہور و معروف اور ہر دلعزیز شخصیت محترمہ بانو قدسیہ صاحبہ نے دی ہے۔ اس کی پیدائش اردو ادب کی اس دنیا کے آسمان پہ ہوئی جہاں بہتر سے بہترین رسالے پوری آب و تاب سے چمک رہے ہیں۔ ہمارا رسالہ ان چمکتے ستاروں میں اپنا لگ اور منفرد انداز لئے روشن ہو کر اپنی مثال آپ ہوگا، ان شاء اللہ کیونکہ یہی ہماری کوشش ہے۔

ہمارے اغراض و مقاصد نئے لکھنے والوں کو لکھنے کے میدان میں آگے بڑھنے کے مواقع فراہم کرنا، اردو ادب کی مختلف اصناف میں لکھنے کے اصول و ضوابط اور طریقہ کار سکھانا، ان کی تحریروں کی اصلاح کرنا، قلم کا صدقہ اتارنا یعنی جو علم اس قلم کے ذریعے حاصل کیا اسے بغیر کسی لالچ و طمع کے دوسروں تک پہنچانا، نئے قلم کار شہ و روز اپنے مغز منہل پہ سوچ کی سوئی سے دم سادھے لفظوں کے رتلیں دھاگوں سے دلکش خاموش تحریریں کا ڈھتے ہیں اور پھر لاشعور کے ٹرنک میں دفن کر دیتے ہیں ان کی اس کڑھائی اور کشیدہ کاری کو منظر عام پر لانا، لکھنے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کرنا اور مستقل مواقع فراہم کرنا ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں، ہمارے ان نیک ارادوں میں کامیاب و کامران کرے۔ آمین۔ تم آمین۔ ہم محبت وطن ہیں اس لئے ہمیں اردو سے عشق ہے۔ اردو ہمارا جنون ہے، ہماری پہچان ہے، ہمارے وجود کی تردید و ترقی میں ہمارا ساتھ دیں۔

شکریہ۔ دعا گو...

آپ کی مخلص آپنی

محمد حسن

حمد باری تعالیٰ

سباس گل۔ رحیم یار خان

رنگ خوشبو صبا اور ہوا روشنی میرے اللہ کی ہے ہر عطا روشنی جس نے مجھ کو بلندی کے رستے دیئے وہی میرے لیے رہنا روشنی میری مٹی کو جس نے کندن کیا وہ میرا مہرباں وہ سدا روشنی ہر مشکل کو آسان اس نے کیا یا حکیم کا درد تھا کہ تھا روشنی تیرگی میں بھی اس نے اجالا کیا وہ میرے لیے بن گیا روشنی شکر کرنے کی توفیق عطا ہو مجھے مجھ کو شب میں بھی مالک دکھا روشنی یہ تیرا فضل ہے کہ میں ہوں نامور اپنی رحمت سے گل کی بڑھا روشنی

☆☆☆

نعت

انجینئر عبدالرزاق ادیسی۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ

ان سے بڑھ کے کون ہوگا پیکرِ جو دوح ان سے بڑھ کے کون ہوگا پیکرِ جو دوحنا جو ہیں ختم المرسلین اور حاملِ صدق و صفا جو تھیموں کے ہیں دالی، بے کسوں کا آسرا جو ہوئے ہیں نہ کبھی اپنے غلاموں سے خفا ان کی شیریں گفتگو تھی خلق تھا جس میں بھرا جو بھی اُن کا ہو گیا وہ پا گیا نگر رسا رب ہی جانے اُن کی ہستی اور اُن کا مرتبہ ایک مُشتِ خاک سے ہو کیسے اس کا حق ادا آپ کو ختم نبوت کا شرف رب نے دیا نہ کوئی آئے گا ایسا، نہ کوئی ایسا ہوا

☆☆☆



ہیں چھت پر چلی جاتی ہیں اور پھر کچھ شیاطین (جنات) آتے ہیں اور مجھے بار بار تنگ کرتے ہیں تو میں اس دن سے بہت پریشانی کا شکار ہوں مہربانی فرما کر مجھے اس کی تعبیر بتا دیجئے۔ (نورین خان۔ رحیم یار خان)

جواب: آپ اپنے رب سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی طلب کریں اور یہ آپ کے دشمن ہیں جو آپ کو تنگ کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ سے کوئی بڑا کام لینا چاہ رہے ہیں اپنے آپ کو عاجز کر دیں۔

☆☆☆

سوال میں نے دیکھا ہے کہ ہماری چھت پر ہمارا لش بند ہو گیا ہے، ہماری چھت پر پاخانہ پھیلا ہوا ہے اور وہاں قرآن شریف کی آیات والے بڑے بڑے صفحے پھٹے پڑے ہیں۔ میں دیکھی گئی سے تیار شدہ روٹی کا لقمہ کھانے سے پہلے کہتی ہوں کہ پہلے قرآن شریف والے تختے نکال لوں پھر کھانا کھاؤں گی۔ میں وہ تختے نکال کر سائڈ پر لگا دیتی ہوں، اسی اثنا میں میری آنکھ کھل جاتی ہے (شاہانہ عبید۔ فیصل آباد)

جواب محترمہ آپ پریشان مت ہوں بلکہ آپ مبارک باد کی مستحق ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دین کی طرف آنے کی خوش خبری دی ہے بس دین کو مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اپنے آپ کو شرک و بدعات سے دور رکھیں۔ آپ کو اللہ پاک استقامت عطا کریں اور اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کریں۔

☆☆☆

اگر آپ بھی خواب کی تعبیر پوچھنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنا خواب ای میل کریں

qalamkiroshni@gmail.com

یا ڈاک کے پتہ پہ خط ارسال کریں، ان شاء اللہ آپ کو درست تعبیر بتائیں گے۔ اور اپنے خوابوں کی درست تعبیر قلم کی روشنی کے آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆

کیا خواب حقیقت ہوتے ہیں۔؟  
ان کی حقیقت کیا ہے اور یہ کیوں آتے ہیں۔؟  
کون سے خواب سچے اور کون سے جھوٹے ہوتے ہیں۔؟

اور یہ انسانی زندگی پر کیسے اثر انداز ہوتے ہیں۔؟  
اکثر لوگ اس کشمکش میں مبتلا ہیں مگر ان کو کوئی درست تعبیر بتانے والا نہیں ملتا۔

آئیے پہلے خوابوں کی حقیقت کو جانتے ہیں!  
تو آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہوتے ہیں۔

اور ان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ واقعتاً انسان کی زندگی پر براہ راست اثر کرتے ہیں۔

سچے خواب ہمیشہ وہ ہوتے ہیں جو رات کے تیسرے پہر میں آتے ہیں۔

خواب میں حضور پاک ﷺ، حضرات انبیاء، صحابہ کرام اور اولیاء دین کی زیارت یہ حقیقت میں سچے خواب ہوتے ہیں۔

جھوٹے خواب کیا ہیں کہ شیطان مرد کے خواب میں عورت بن کر آنا، ایسا خواب جو مرد یا عورت پر غسل واجب کر دے تو یہ خواب بھی جھوٹا ہوتا ہے، دن کو آنے والے خواب بھی اکثر سچے نہیں ہوتے۔

اور رات کے ابتدائی دو پہروں میں آنے والے خواب بھی تعبیر سے خالی ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو حکما کہتے ہیں کہ رات کا کھانا سونے سے کم از کم چار گھنٹے پہلے کھالینا چاہیے۔ کھانا چونکہ ہضم نہیں ہوتا اور ہم جلدی سو جاتے ہیں تو اس طرح دن میں جو تصویریں دیکھتے ہیں وہی رات کو دماغ کی اسکرین پر گھومنا شروع جاتی ہیں تو ہم ان خوابوں کی وجہ سے پریشانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خوابوں کی تعبیر کے سلسلہ میں تعبیر بتانے والے کا معتبر ہونا ضروری ہے۔

اس سلسلے کا باقاعدہ آغاز کرتے ہیں:

خواب: میں نے یہ دیکھا ہے کہ ہم اپنے پرانے گھر میں ہیں اور میری بھانجی اور پریسٹریاں چڑھتی

سوال: خاندان کے کن کن افراد سے لڑکی ذات کو پردہ کرنا چاہیے؟ اور پردہ کم از کم کتنی عمر میں فرض ہو جاتا ہے؟ بنت اسلام کراچی

جواب: خالو، خالہ زاد، پھوپھا، پھوپھی بھی زاد، چچا زاد، ماموں زاد، بہنوئی سمیت تمام غیر محرموں سے پردہ فرض ہے۔ آج کل 12 سال کی بچی پر پردہ فرض ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا دوا میں بوقت ضرورت شراب ملانا جائز ہے؟ ام عائشہ ابان۔ انگ

ج: شراب کلی طور پر حرام ہے جہاں دوائی میں اسکے بغیر چارہ نہ ہو یا ایسا مرض ہو جو اسکے بغیر درست نہ ہو سکتا ہو تو حسب ضرورت شراب کا استعمال کرنا جائز ہے۔

سوال: کیا زوال کے اوقات میں سجدہ تلاوت جائز ہے؟ سندس شاہد اسلام آباد

ج: زوال کے اوقات میں سجدہ تلاوت سمیت کوئی سجدہ جائز نہیں۔

سوال: قسم کا کفارہ کیا ہوگا۔؟ عائشہ خان۔ انگ

ج: قسم کا کفارہ دو طرح ہے۔

(1) جس نے قسم اٹھائی اس پر مالی کفارہ، دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک مسکین کو دس دن کھلانا۔

(2) اگر بندے پہ صدقہ فطر واجب نہیں تو اس صورت میں لگاتار تین روزے رکھے۔

محترم قارئین آپ بھی کسی مسئلے کا صحیح حل چاہتے ہیں تو جلد از جلد ہمیں ای میل کریں یا خط ارسال کریں ان شاء اللہ اگلے شمارے میں آپ کے مسئلے کا حل موجود ہوگا۔ (☆☆☆)

سوال: خاندان کے کن کن افراد سے لڑکی ذات کو پردہ کرنا چاہیے؟ اور پردہ کم از کم کتنی عمر میں فرض ہو جاتا ہے؟ بنت اسلام کراچی

جواب: خالو، خالہ زاد، پھوپھا، پھوپھی بھی زاد، چچا زاد، ماموں زاد، بہنوئی سمیت تمام غیر محرموں سے پردہ فرض ہے۔ آج کل 12 سال کی بچی پر پردہ فرض ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا دوا میں بوقت ضرورت شراب ملانا جائز ہے؟ ام عائشہ ابان۔ انگ

ج: شراب کلی طور پر حرام ہے جہاں دوائی میں اسکے بغیر چارہ نہ ہو یا ایسا مرض ہو جو اسکے بغیر درست نہ ہو سکتا ہو تو حسب ضرورت شراب کا استعمال کرنا جائز ہے۔

سوال: کیا زوال کے اوقات میں سجدہ تلاوت جائز ہے؟ سندس شاہد اسلام آباد

ج: زوال کے اوقات میں سجدہ تلاوت سمیت کوئی سجدہ جائز نہیں۔

سوال: قسم کا کفارہ کیا ہوگا۔؟ عائشہ خان۔ انگ

ج: قسم کا کفارہ دو طرح ہے۔

(1) جس نے قسم اٹھائی اس پر مالی کفارہ، دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک مسکین کو دس دن کھلانا۔

(2) اگر بندے پہ صدقہ فطر واجب نہیں تو اس صورت میں لگاتار تین روزے رکھے۔

محترم قارئین آپ بھی کسی مسئلے کا صحیح حل چاہتے ہیں تو جلد از جلد ہمیں ای میل کریں یا خط ارسال کریں ان شاء اللہ اگلے شمارے میں آپ کے مسئلے کا حل موجود ہوگا۔ (☆☆☆)

سوال: خاندان کے کن کن افراد سے لڑکی ذات کو پردہ کرنا چاہیے؟ اور پردہ کم از کم کتنی عمر میں فرض ہو جاتا ہے؟ بنت اسلام کراچی

جواب: خالو، خالہ زاد، پھوپھا، پھوپھی بھی زاد، چچا زاد، ماموں زاد، بہنوئی سمیت تمام غیر محرموں سے پردہ فرض ہے۔ آج کل 12 سال کی بچی پر پردہ فرض ہو جاتا ہے۔

سوال: کیا دوا میں بوقت ضرورت شراب ملانا جائز ہے؟ ام عائشہ ابان۔ انگ

ج: شراب کلی طور پر حرام ہے جہاں دوائی میں اسکے بغیر چارہ نہ ہو یا ایسا مرض ہو جو اسکے بغیر درست نہ ہو سکتا ہو تو حسب ضرورت شراب کا استعمال کرنا جائز ہے۔

سوال: کیا زوال کے اوقات میں سجدہ تلاوت جائز ہے؟ سندس شاہد اسلام آباد

ج: زوال کے اوقات میں سجدہ تلاوت سمیت کوئی سجدہ جائز نہیں۔

سوال: قسم کا کفارہ کیا ہوگا۔؟ عائشہ خان۔ انگ

ج: قسم کا کفارہ دو طرح ہے۔

(1) جس نے قسم اٹھائی اس پر مالی کفارہ، دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک مسکین کو دس دن کھلانا۔

(2) اگر بندے پہ صدقہ فطر واجب نہیں تو اس صورت میں لگاتار تین روزے رکھے۔

محترم قارئین آپ بھی کسی مسئلے کا صحیح حل چاہتے ہیں تو جلد از جلد ہمیں ای میل کریں یا خط ارسال کریں ان شاء اللہ اگلے شمارے میں آپ کے مسئلے کا حل موجود ہوگا۔ (☆☆☆)





طالب شامل ہیں۔

بانو قدسیہ صاحبہ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، بانو قدسیہ جنہیں ہم سب پیار سے بانو آپا کہتے ہیں، بانو آپا یوں تو سب کے لیے جانی پہچانی ہیں مگر آئیے آج اس جانی پہچانی، ہر دل عزیز، پر وقار اور شفیق شخصیت کے بارے میں اور کچھ بھی جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ بانو قدسیہ پاکستان کی مشہور ادیبہ ہیں۔ انہوں نے اردو اور پنجابی میں پاکستان ٹیلی ڈزن کے لیے متعدد ڈرامے لکھے ہیں۔ ان کا سب سے مشہور ناول راجہ گدھ ہے۔ اور ان کے ایک ڈرامے ”آدھی بات“ کو کلاسک کا درجہ حاصل ہے۔

ان کا تعلق ایک زمیندار گھرانے سے ہے۔ ان کے والد زراعت میں بچلر کی ڈگری رکھتے تھے۔ ان کا انتقال بانو آپا کی چھوٹی عمر میں ہی ہو گیا تھا۔ تقسیم پاکستان کے بعد وہ اپنے خاندان کے ساتھ لاہور آ گئیں۔ لاہور آنے سے قبل وہ انڈیا ہا چل پردیش کی دھرم شالہ میں زیر تعلیم تھیں۔ ان کی والدہ بھی تعلیم یافتہ خاتون تھیں۔ بانو آپا کی شادی مشہورہ معروف ادبی شخصیت اشفاق احمد صاحب سے ہوئی۔ بانو آپا اپنے کالج میگزین اور دوسرے رسائل کے لیے بھی لکھتی رہی ہیں۔ انہوں نے لاہور کے کنیئر ڈکالچ فور وین سے ریاضیات اور اقتصادیات میں گریجویشن کیا۔ ان کی تصانیف آتش زیر پا، آدھی بات، ایک دن، امرنیل، آسے پاسے، بازگشت، چمن، چھوٹا شہر بڑے لوگ، دست بستہ، وہ سر اور وہ ازو، وہ سر اقدم، فٹ پاتھ کی گھاس، حاصل گھاٹ، ہوا کے نام، ہجرتوں کے درمیان، کچھ اور نہیں، لگن اپنی اپنی، مرد ابریشم، موم کی گلیاں، ناقابل ذکر، پیا نام کا دیا، پروا، پردا اور ایک دن، راجہ گدھ، سامان و جو، شہر بے مثال، شہر لا زوال، آباد ویرانے، سدھران، سورج مکھی، تما شیل اور توجہ کی

بانو آپا کا در اردو ادب کا سب سے زریں دور کہا جاسکتا ہے ادیب بال سفید ہونے سے بوڑھا نہیں ہوتا بلکہ وہ تو اپنی زندگی کے عروج کے ماہ و سال کے ساتھ پہنچتا ہے اور ان معنوں میں وہ کبھی بوڑھا نہیں ہوتا اس لیے اس کا دل، اس کی سوچ اور اس کا قلم کبھی بوڑھا نہیں ہو پاتا اپنے زمانے کے تقاضوں اور مسائل کے احساس اور ادراک لے کر ماہ و سال گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کا ذہنی وجود افق پر سورج بن کر طلوع ہوتا ہے۔ بانو آپا کی ذات وہ سورج ہے جو کبھی غروب نہیں ہوگا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کے اگر ایک وضع دار رائٹر کسی اسکول میں استانی ہوتی تو اردو افسانہ نگاری آج کس مقام پر ہوتی؟ بانو آپا نے اردو افسانے کو ایک نیا رنگ دیا ہے ان کی کہانیوں میں حقیقت نگاری کا خازن ہے جس کو طے کرنے میں پاؤں لبو لبان ہو جاتے ہیں۔ ان کی نسل کے ادیبوں نے کانٹوں بھرا سفر طے کیا ہے۔ بانو آپا کی تحریریں پھول کی مانند ہیں جن کی خوشبو سے اردو ادب کا باغ مہکتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ بانو آپا کو صحت و تندرستی عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین۔ ☆

## ماہ رمضان آرہا ہے

از قلم: انیقہ اظہر

مبارک ہو سب کو ماہ رمضان آرہا ہے ہم سب کے لیے رحمتوں کی نوید لا رہا ہے اتریں گے آسمان سے فرشتوں کے لشکر بچھیں گی صفیں نمازیوں کی سر بسر برسائے گا وہ نور کی بارش ہر طرف وہ خدا کا خاص مہمان آرہا ہے بخشش کے کھول دے گا دروازے مخلوق پر کردے گا قید شیطان کو زنجیروں میں جکڑ کر اک روزے پہ دے گا ڈھیروں اجر رحمتوں کا وہ فیضان آرہا ہے سمیٹ لو سب اسکی رحمتوں کو بڑھ کر بخشش کا کر لو ساماں عبادت کر کے آئے گا یہ توشہ تمہارے کام مر کر بخشش کا مہینہ رمضان آرہا ہے مبارک ہو سب کو ماہ رمضان آرہا ہے ہم سب کے لیے رحمتوں کی نوید لا رہا ہے

☆☆☆



# غلام عباس گل

گفتگو

دنیا کی ابتدا سے انسان کا مختلف انواع و اقسام کے مسائل اور بیماریوں سے ساتھ رہا ہے۔ مسائل اور بیماریاں ہر شخص کے ساتھ کسی نہ کسی شکل میں موجود رہتی ہیں۔ اللہ رب العزت نے ہر بیماری کا حل مختلف طریقہ علاج جیسے ایلوپیتھک، ہومیوپیٹھک، طب نبوی ﷺ اور جادو کے توڑ میں رکھا ہے۔

آج ہمارے ساتھ ایک ایسی شخصیت موجود ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص علم سے نوازا ہے۔ وہ رنگ و روشنی سے مختلف بیماریوں کا علاج کرتے ہیں یہی نہیں وہ ماہر علم الاعداد بھی ہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے پہلی بار انسانی مزاج اور بیماری کے حوالے سے تشخیص کو رواج دیا ہے۔ نیچر و پیٹھ ہیں اور قدرتی طریقہ علاج سے بھی مرض کا علاج کرتے ہیں۔ عرصہ دراز سے مختلف اخبارات، رسائل اور جرائد میں کالم نگاری کر رہے ہیں۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل خاص شہرت کا حامل ہے۔ ریڈیو ٹی وی پر بہت سے پروگرام کر چکے ہیں اور مخلوق خدا کی خدمت میں مشغول ہیں۔ کراچی لاہور اسلام آباد میں ان کے ہیلتھ سینٹرز ہیں۔ غلام عباس گل ماہر علم الاعداد ماہر روحانی علاج نیچر و پیٹھ اور کروموپیٹھ ہیں۔

گل صاحب! ہم آپ کے بہت ممنون ہیں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت ہمیں دیا۔ یہ ہمارے لیے باعث فخر ہے کہ آپ کی تجاویز قارئین قلم کی روشنی کے مسائل کے حل کے لیے ہمارے ماہنامہ کی زینت بنیں گی۔ پہلے ان سے ہونے والی گفتگو کے اہم مندرجات ملاحظہ فرمائیں۔

اہمیت ہے۔ اب دنیا میں اس طریقہ علاج کو ترقی حاصل ہو رہی ہے مگر اس پر بہت کام کرنا ابھی باقی ہے۔ رنگ اور روشنی طریقہ علاج انتہائی بے ضرر اور مفید طریقہ علاج ہے جسکے نتائج فوری طور پر سامنے آتے ہیں۔ اسکی بنیاد پانی اور سورج کی روشنی ہے۔ پانی میں تمام رنگ موجود ہیں سورج کی روشنی سے ان رنگوں کی طاقت بڑھا کر اور جسم میں اس کی کمی کو پورا کیا ہے اور مرض کا کامیاب علاج ہو جاتا ہے۔ رنگ و روشنی سے علاج کرنے والے کو کروموپیٹھ کہتے ہیں۔ کروموپیٹھ تمام رنگوں کی افادیت کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ رنگ و روشنی سے مختلف بیماریوں کا علاج کامیاب تجربات سے کیا گیا ہے، جیسے جوڑوں کا درد، دمہ، ٹی بی، جسمانی کمزوری، زنا نہ اور مردانہ امراض، حتیٰ کہ اس سے جادو کے سحر کا علاج کیا گیا قلم کی روشنی: یہ علم الاعداد کیا ہے اور اس کے ذریعے مستقبل یا ماضی میں جھانکنا

قلم کی روشنی: رنگ و روشنی سے علاج کی بنیاد کیا ہے اور یہ کتنا مفید ہے؟  
غلام عباس گل: یہ ایک قدرتی طریقہ علاج ہے جو قرآن میں بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو مختلف رنگوں سے مزین کیا اور ہر رنگ ایک اہمیت کا حامل ہے۔ ہر رنگ کسی جسم کے لئے اتنا ہی اہم اور مفید ہے جیسا کہ زندگی کے لیے سانس کی

قلم کی روشنی: گل صاحب! پہلے تو آپ اپنی تعلیم و تربیت اور اتنے متنوع علوم پر دسترس کے بارے میں کچھ بتائیں؟  
غلام عباس گل: سب سے پہلے میں ماہنامہ قلم کی روشنی، کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ جنہوں نے مجھے گفتگو کا موقع دیا۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے، میرا تعلق ضلع خوشاب سے ہے۔ میرے والد صاحب آری میں تھے تو اسی وجہ سے مختلف شہروں میں تعلیمی سلسلہ چلتا رہا۔ میں ایک روحانی سلسلے سے وابستہ ہوا اور مختلف علوم پر دسترس حاصل کی۔ سلسلہ عظیمیہ کے علاوہ قادریہ اور نقشبندیہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ اس فیض کی بدولت اللہ کی مخلوق کی خدمت کا موقع ملا۔ سلسلہ قادریہ کے ایک صوفی عبدالحمید کی خدمت میں تقریباً کئی سال زانوئے تلمذ طے کیا اور ان سے بھی مختلف علوم حاصل کیے۔





کتنا اور کیوں کر ممکن ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ایسی کوئی چیز تخلیق نہیں کی جو بے نام ہو۔ ہر چیز کا ایک نام ہے اور ہر نام کا ایک عدد ہے۔ ہر عدد اپنی اہمیت رکھتا ہے۔ دنیا میں علم الاعداد کو صحیح طریقے سے نہ تو جانا گیا نہ ہی اسے اہمیت دی گئی ہے۔ علم الاعداد کو زائچے، کنڈلی اور حالات و واقعات کی معلومات کے لیے استعمال کیا گیا۔ جبکہ اس علم میں دنیا کے تمام علوم موجود ہیں یعنی: ریاضیات کا علم، موسمیات، جہاز رانی کا نظام، حتیٰ کہ سیاروں، ستاروں کا نظام بھی اسی کی مرہون سنت ہے۔ آج ہم نے اسکی تاریخ کو تبدیل کر کے لوگوں کے نام اور اعداد ان کے رنگ کو سامنے رکھ کر ان کے مرض کا علاج کیا ہے۔ علم الاعداد کے ذریعے حال، ماضی اور مستقبل میں جھانکنا کوئی بڑی اور اہم بات نہیں ہے، کیوں کہ جب الاعداد اپنی ترتیب بناتے ہیں تو ایک کھلی کتاب کی طرح سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ہر انسان ماضی کی غلطیوں سے کچھ نہیں سیکھتا، حال میں وہ کچھ کوشش نہیں کرتا اور مختصر یہ کہ وہ صرف مستقبل میں جھانکنا چاہتا ہے۔ میرے نزدیک علم الاعداد سے بہت سے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں اور انسان کو اپنے یقین اور ہمت سے اپنے ہدف کو حاصل کرنا چاہیے۔

قلم کی روشنی: (آپ پیشگوئی بھی کرتے ہیں اور کافی پیشگوئیاں درست بھی ثابت ہوئی ہیں۔ آپ موجودہ حکومت اور چیف آف آری اسٹاف کے بارے میں کیا پیشگوئی کرتے ہیں؟)

جواب: دیکھنے میں نے اپریل میں ایک ٹی وی چینل پر کہا کہ یہ سال وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے لیے بھاری رہے گا اور دھرنے کی صورت میں ان پر بھاری ثابت ہوا اور الحمد للہ یہ پیشگوئی درست ثابت ہوئی یہاں تک کہ ہمارے آری چیف جنرل راجیل شریف

کا تعلق ہے اللہ ان کو صحت و تندرستی دے انہیں اپنی ذمے داریاں بخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔) آمین (، میرے حساب سے جنرل راجیل شریف قائد اعظم کے بعد پاکستان کے لیے ایک نعمت کی صورت عطا ہوئے ہیں۔ اور وہ بہت دیر تک پاکستانی فوج کے سپہ سالار رہیں گے۔ جنرل راجیل شریف اگلے سال پاکستان کے لیے وہ کام کریں گے جو کوئی لیڈر یا سپہ سالار نہیں کر سکتا۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے تو وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اپنی حکومت پورے پانچ سال کریں گے اور اس دور میں وہ کافی حد تک ملکی مسائل پر قابو پالیں گے۔ وزیراعظم نواز شریف اگلے الیکشن میں بھی اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہونگے انشاء اللہ۔

قلم کی روشنی: نیچر و پیٹھی اور کرومو پیٹھی کے بارے میں بھی ہمیں کچھ بتائیں؟

جواب: نیچر و پیٹھی یہ طریقہ علاج نیچر یعنی قدرت سے متعلق ہے اور جیسا کہ دووہ، لہسن، ادراک اور دیگر قدرتی غذائیں جیسے پانی یا پھل وغیرہ سے علاج کیا جاتا ہے۔ جہاں تک کرومو پیٹھی کے بارے میں آپ کا سوال ہے: رنگ و روشنی کے علاج کو کرومو پیٹھی کہتے ہیں۔ قلم کی روشنی: آپ روحانی طریقہ علاج سے بھی لوگوں کے گھمبیر مسائل حل کرتے ہیں روحانی طریقہ علاج پر بھی کچھ روشنی ڈالیں؟

جواب: یہ طریقہ علاج صدیوں سے مستعمل ہے۔ اور اس کا رواج ہر مذہب میں ہے۔ اس طریقہ علاج میں قرآن اور اس کی آیات سے مرض کا علاج کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ علاج ایک مثبت اور روحانی طریقہ علاج ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں: ایک یہ ہے کہ قرآنی آیات کو براہ راست پڑھ کر دم کیا جاتا ہے یا لکھ کر پلا دیا جاتا ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآنی آیات کو اعداد میں

تبدیل کر کے تعویذ کی صورت میں پہنا دیا جاتا ہے تاکہ ان کی بے حرمتی نہ ہو۔ روحانی علاج سے جادو، نظر بد، گھریلو ناچاقی، کاروبار میں بندش، اولاد کا نہ ہونا یا نافرمان ہونا وغیرہ کا علاج بہت کامیاب طریقے سے کیا جاتا ہے۔

قلم کی روشنی: آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ میاں بیوی کے درمیان ناچاقی ختم کروانے کے ماہر بھی ہیں حتیٰ کہ وہ علیحدگی کا فیصلہ کر چکے جوڑے بھی آپ سے ملاقات کے بعد نارمل زندگی کی جانب لوٹ آتے ہیں اپنے اس کارخیر کے بارے میں کچھ بتائیں گے۔

جواب: ہمارے معاشرے میں ایک روایتی مائنڈ سیٹ ہے کہ کوئی بھی نیا کام کرنے سے پہلے استخارہ یا حساب وغیرہ کیا کہ آیا یہ کام مناسب ہے یا نہیں، لیکن زندگی کی دوڑ میں شادی شدہ جوڑے اپنا تعلق توڑنے سے پہلے ایسا کچھ نہیں کرتے اور جذباتی فیصلے کے تحت

رشتہ توڑ دیتے ہیں۔ لہذا میں نے اس دماغی فطور کو توڑنے کے لئے یہ خدمات پیش کی ہیں کہ کوئی بھی اس بندھن کو توڑنے سے پہلے ہم سے ملے۔ ہم سے مشورہ کر لے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، پھر فیصلہ کرے۔ ایک روایتی مائنڈ سیٹ کے معاشرے میں ہمیشہ یہ فرض کیا جاتا ہے دوسرا فریق غلط ہے لہذا یہ رشتہ توڑ دیا جائے جبکہ ظلم اور زیادتی اس میں کارفرما نہیں ہوتی، بلکہ بے جا توقعات، دوسرے کے ذہن کو قبول نہ کرنا اور انا کے خول میں بند رہنے سے بھی ایسے معاملات ہوتے ہیں۔ ہم نے کوشش کی کہ طلاق جیسے ناسور سے ایک خوش باش گھرانے کو نہ اجاڑا جائے۔

قلم کی روشنی: شاعر حضرات کا دعویٰ ہے کہ "کوئی زانچہ کھینچوں نہ دیکھوں ہاتھ تیرا . . . . میں تیرے بارے میں سب کچھ بتا بھی سکتا ہوں کیا یہ بھی ممکنات میں سے ہے؟"



کتنا اور کیوں کر ممکن ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے کائنات میں ایسی کوئی چیز تخلیق نہیں کی جو بے نام ہو۔ ہر چیز کا ایک نام ہے اور ہر نام کا ایک عدد ہے۔ ہر عدد اپنی اہمیت رکھتا ہے۔ دنیا میں علم الاعداد کو صحیح طریقے سے نہ تو جانا گیا نہ ہی اسے اہمیت دی گئی ہے۔ علم الاعداد کو زائچے، کنڈلی اور حالات و واقعات کی معلومات کے لیے استعمال کیا گیا۔ جبکہ اس علم میں دنیا کے تمام علوم موجود ہیں یعنی: ریاضیات کا علم، موسمیات، جہاز رانی کا نظام، حتیٰ کہ سیاروں، ستاروں کا نظام بھی اسی کی مرہون سنت ہے۔ آج ہم نے اسکی تاریخ کو تبدیل کر کے لوگوں کے نام اور اعداد ان کے رنگ کو سامنے رکھ کر ان کے مرض کا علاج کیا ہے۔ علم الاعداد کے ذریعے حال، ماضی اور مستقبل میں جھانکنا کوئی بڑی اور اہم بات نہیں ہے، کیوں کہ جب الاعداد اپنی ترتیب بناتے ہیں تو ایک کھلی کتاب کی طرح سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ہر انسان ماضی کی غلطیوں سے کچھ نہیں سیکھتا، حال میں وہ کچھ کوشش نہیں کرتا اور مختصر یہ کہ وہ صرف مستقبل میں جھانکنا چاہتا ہے۔ میرے نزدیک علم الاعداد سے بہت سے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں اور انسان کو اپنے یقین اور ہمت سے اپنے ہدف کو حاصل کرنا چاہیے۔

قلم کی روشنی: (آپ پیشگوئی بھی کرتے ہیں اور کافی پیشگوئیاں درست بھی ثابت ہوئی ہیں۔ آپ موجودہ حکومت اور چیف آف آری اسٹاف کے بارے میں کیا پیشگوئی کرتے ہیں؟)

جواب: دیکھنے میں نے اپریل میں ایک ٹی وی چینل پر کہا کہ یہ سال وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کے لیے بھاری رہے گا اور دھرنے کی صورت میں ان پر بھاری ثابت ہوا اور الحمد للہ یہ پیشگوئی درست ثابت ہوئی یہاں تک کہ ہمارے آری چیف جنرل راجیل شریف

کا تعلق ہے اللہ ان کو صحت و تندرستی دے انہیں اپنی ذمے داریاں بخوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔) آمین (، میرے حساب سے جنرل راجیل شریف قائداعظم کے بعد پاکستان کے لیے ایک نعمت کی صورت عطا ہوئے ہیں۔ اور وہ بہت دیر تک پاکستانی فوج کے سپہ سالار رہیں گے۔ جنرل راجیل شریف اگلے سال پاکستان کے لیے وہ کام کریں گے جو کوئی لیڈر یا سپہ سالار نہیں کر سکتا۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے تو وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اپنی حکومت پورے پانچ سال کریں گے اور اس دور میں وہ کافی حد تک ملکی مسائل پر قابو پالیں گے۔ وزیراعظم نواز شریف اگلے الیکشن میں بھی اپنی حکومت بنانے میں کامیاب ہونگے انشاء اللہ۔

قلم کی روشنی: نیچر و پیٹھی اور کرومو پیٹھی کے بارے میں بھی ہمیں کچھ بتائیں؟

جواب: نیچر و پیٹھی یہ طریقہ علاج نیچر یعنی قدرت سے متعلق ہے اور جیسا کہ دووہ، لہسن، ادراک اور دیگر قدرتی غذائیں جیسے پانی یا پھل وغیرہ سے علاج کیا جاتا ہے۔ جہاں تک کرومو پیٹھی کے بارے میں آپ کا سوال ہے: رنگ و روشنی کے علاج کو کرومو پیٹھی کہتے ہیں۔ قلم کی روشنی: آپ روحانی طریقہ علاج سے بھی لوگوں کے گھمبیر مسائل حل کرتے ہیں روحانی طریقہ علاج پر بھی کچھ روشنی ڈالیں؟

جواب: یہ طریقہ علاج صدیوں سے مستعمل ہے۔ اور اس کا رواج ہر مذہب میں ہے۔ اس طریقہ علاج میں قرآن اور اس کی آیات سے مرض کا علاج کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ علاج ایک مثبت اور روحانی طریقہ علاج ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں: ایک یہ ہے کہ قرآنی آیات کو براہ راست پڑھ کر دم کیا جاتا ہے یا لکھ کر پلا دیا جاتا ہے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآنی آیات کو اعداد میں

تبدیل کر کے تعویذ کی صورت میں پہنا دیا جاتا ہے تاکہ ان کی بے حرمتی نہ ہو۔ روحانی علاج سے جادو، نظر بد، گھریلو ناچاقی، کاروبار میں بندش، اولاد کا نہ ہونا یا نافرمان ہونا وغیرہ کا علاج بہت کامیاب طریقے سے کیا جاتا ہے۔

قلم کی روشنی: آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ میاں بیوی کے درمیان ناچاقی ختم کروانے کے ماہر بھی ہیں حتیٰ کہ وہ علیحدگی کا فیصلہ کر چکے جوڑے بھی آپ سے ملاقات کے بعد نارمل زندگی کی جانب لوٹ آتے ہیں اپنے اس کارخیر کے بارے میں کچھ بتائیں گے۔

جواب: ہمارے معاشرے میں ایک روایتی مائنڈ سیٹ ہے کہ کوئی بھی نیا کام کرنے سے پہلے استخارہ یا حساب وغیرہ کیا کہ آیا یہ کام مناسب ہے یا نہیں، لیکن زندگی کی دوڑ میں شادی شدہ جوڑے اپنا تعلق توڑنے سے پہلے ایسا کچھ نہیں کرتے اور جذباتی فیصلے کے تحت

رشتہ توڑ دیتے ہیں۔ لہذا میں نے اس دماغی فطور کو توڑنے کے لئے یہ خدمات پیش کی ہیں کہ کوئی بھی اس بندھن کو توڑنے سے پہلے ہم سے ملے۔ ہم سے مشورہ کر لے چاہے وہ مرد ہو یا عورت، پھر فیصلہ کرے۔ ایک روایتی مائنڈ سیٹ کے معاشرے میں ہمیشہ یہ فرض کیا جاتا ہے دوسرا فریق غلط ہے لہذا یہ رشتہ توڑ دیا جائے جبکہ ظلم اور زیادتی اس میں کارفرما نہیں ہوتی، بلکہ بے جا توقعات، دوسرے کے ذہن کو قبول نہ کرنا اور انا کے خول میں بند رہنے سے بھی ایسے معاملات ہوتے ہیں۔ ہم نے کوشش کی کہ طلاق جیسے ناسور سے ایک خوش باش گھرانے کو نہ اجاڑا جائے۔

قلم کی روشنی: شاعر حضرات کا دعویٰ ہے کہ "کوئی زانچہ کھینچوں نہ دیکھوں ہاتھ تیرا . . . . میں تیرے بارے میں سب کچھ بتا بھی سکتا ہوں کیا یہ بھی ممکنات میں سے ہے؟"



جواب: بابا بابا!! شاعر حضرات تو ویسے بھی بہت دکھی ہوتے ہیں

مت کر اتنا یقین ہاتھ کی لکیروں پر قسمت ان کی بھی ہوتی ہے جنکے ہاتھ نہیں ہوتے قلم کی روشنی: ہر بڑے شہر کی دیواریں مسائل کے حل کے دعوؤں سے مزین اشتہاروں سے کالی ہو چکی ہیں۔ مثلاً: محبوب آپ کے قدموں میں، دشمن کو زیر کریں، ہر بندش کی کاٹ کا شرطیہ حل فلاں عامل بنگالی بابا.... لوگ تو مسائل کے حل کے لیے ان کے پاس بھی جاتے ہیں؟

جواب: یہ ایک المیہ ہے کہ معصوم لوگ جن کے مسائل حقیقت میں چھوٹے اور خود ساختہ ہوتے ہیں۔ وہ ان باباؤں اور عالموں کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔ ان خود ساختہ عالموں کے یہاں مسائل کے حل نہیں ہوتے بلکہ ان کو نئے مسائل میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ آج کا دور مشینی اور جدید دور ہے۔ لوگ کافی حد تک سمجھ گئے ہیں کہ کون ان کے مسائل کا حل کر سکتا ہے کون نہیں، باقی اچھے برے لوگ ہر معاشرے میں ہوتے ہیں، لہذا اس نظام کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا۔ الحمد للہ ایسے افراد بھی ہمارے پاس آئے جو جنات یا آسیب کا شکار ہو کر ان ڈبہ پیر کا ملوں کے پاس مدتوں پیسہ اور وقت ضائع کرتے رہے۔ جب وہ ہمارے پاس آئے اور ہم نے ان کا کامیاب علاج کیا تو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ تو سرے سے ایسا مسلہ ہی نہ تھا تب وہ بہت حیران ہوئے، اگر ان کے اعلان کے مطابق محبوب قدموں میں، دشمن کو تسخیر کرنا ہوتا تو ساری دنیا ان کے قدموں میں ہوتی، لہذا ایسی کوئی بات نہیں۔

قلم کی روشنی: علم الاعداد کی روشنی میں کسی مسئلے کا حل پوچھنے کے بعد استخارہ میں اس کے متضاد فیصلہ سامنے آئے تو کس بات کو ترجیح دی جائے؟

جواب: دیکھئے، علم الاعداد سے کسی معاملے پر حساب کروایا جاسکتا ہے، جواب نفی میں ہو تو اس کام سے رک جانا چاہیے۔ اسی طرح استخارے میں اگر اشارہ نفی میں ہے تو یہ کام نہ کریں۔

قلم کی روشنی: رنگ و روشنی سے علاج مستند طریقہ علاج ہے تو لوگوں کی اکثریت کا رجحان اس جانب کیوں نہیں سب کی اولیت ایلو پیتھک ہے ایسا کیوں ہے؟

جواب: رنگ و روشنی سے علاج پاکستان میں تقریباً تیس سال سے رائج ہے۔ لوگوں میں اب اسکے بارے میں کافی حد تک معلومات بڑھ گئی ہیں۔ جہاں تک ایلو پیتھک کا تعلق ہے تو لوگوں کو علاج کا فوری رزلٹ چاہیے ہوتا ہے اور اسکے علاوہ وہ اس سے جلدی مطمئن ہوتے ہیں۔ لیکن ہم رنگ و روشنی میں ایسے تجربات کر رہے ہیں مریض کو فوری نتائج حاصل ہوں اور لوگ اسی طرف راغب ہوں۔

قلم کی روشنی: اکثر نام نہاد عامل جن نکالنے کے چکر میں معصوم لوگوں کی جان نکال لیتے ہیں کبھی ایسا کوئی سائل آپ کے پاس بھی آیا اور ایسے مریضوں سے آپ کا رویہ کیا ہوتا ہے؟

جواب: ایسے بہت سے معصوم لوگ میرے پاس آئے ان کی باتیں سن کر تشدد کے نشانات دیکھ کر روکنگئے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ ایسے درندہ صفت اور بھیڑیا نما لوگ بھی موجود ہیں۔ اور اپنی کم علمی کی وجہ سے معصوم لوگوں کو موت کے منہ میں دھکیل دیتے ہیں، ایک واقعہ آپ کی نظر کرتا ہوں: ”فیصل آباد کے نزدیک ایک شہر جڑانوالہ سے کال آئی کہ ہمارے مریض کو جن پڑتا ہے میں نے انہیں بلا لیا۔ جب وہ لوگ آئے تو میں کے قریب لوگ مریضہ کے ہمراہ تھے۔ میں اس ہجوم کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ ایک خوبصورت بیس سال کی بچی ان کے ہمراہ تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اسے اب چھوڑ دیں۔ میں نے

بچی سے پوچھا کہ بیٹی تمہارا نام کیا ہے؟ وہ کچھ نہ بولی، میں نے اس کا (Aura) نسمہ دیکھا تو اسے شہد اور نیلی شعاعوں سے تیار کروہ پانی دیا، منٹ بعد وہ لڑکی میرے علاج گاہ میں ہی سکون سے سو گئی۔ اسکے ہمراہ جو عزیز تھے، انہوں نے بتایا: کہ عرصہ پانچ سال سے یہ اس مرض کا شکار ہے اور ہم نے کوئی عامل، کامل نہیں چھوڑا جہاں علاج کے لیے نہ گئے ہوں۔ والدہ نے مجھے بچی کے بازوؤں اور ٹانگوں پر تشدد کے نشانات دکھائے جو جن اتارنے کے نام پر مختلف عالموں نے لگائے تھے۔ بچی جب سات آٹھ گھنٹے بعد انہی تو بالکل فریش تھی۔ لہذا میں نے اسے ایک ماہ کا علاج تجویز کر کے بھیج دیا۔

قلم کی روشنی: کالا جادو معاشرتی ناسور بن چکا ہے آپ کالے جادو کا توڑ کر سکتے ہیں اور کالے جادو کی پہچان کیا ہوتی ہے؟

جواب: آئیں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ایمان کی کمزوری، اور چالپوسی ہمیں کالے جادو کی طرف راغب کرتی ہے۔ اور یہ ایک ناسور بنتا جا رہا ہے۔ اور کالے جادو کے مختلف درجات میں اسی کے حساب سے اس کا وقت مرتب ہوتا ہے۔ آئیں اثر ایک مخصوص مرتبہ وقت تک ہوتا اور وہ اسی دوران کام کرتا ہے۔ ہم کالے جادو کا توڑ دو طریقوں سے کرتے ہیں: ایک روحانی علاج اور دوسرا رنگ و روشنی سے۔ کالے جادو کی پہچان ہے: جسم میں درد، بے راہروی اور برے خیالات، کام میں دل نہ لگانا، بھاری پن اور جسم کا ٹوٹنا وغیرہ۔ ہم کالے جادو کا علاج اچھے طریقے سے کرتے ہیں۔

قلم کی روشنی: بہت اچھا لگا آپ سے گفتگو کر کے بہت شکر یہ گل صاحب! جزاک اللہ خیر۔ اللہ حافظ

☆☆☆



اسلام نے عورت کو ذلت اور غلامی کی زندگی سے آزاد کرایا اور ظلم و استحصال سے نجات دلائی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں اور اسے بے شمار حقوق عطا کیے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت اور مرد کو برابر رکھا ہے۔ انسان ہونے کے ناطے عورت کا وہی رتبہ ہے جو مرد کو حاصل ہے، ارشاد باری ہے:

يا ايها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالا كثيرا ونساء.

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہاری پیدائش کی ابتدا (ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں بکثرت مردوں اور عورتوں کی تخلیق کو پھیلا دیا۔ نساء پارہ نمبر 4

2۔ اللہ تعالیٰ کے اجر کے استحقاق میں دونوں برابر قرار پائے۔ مرد اور عورت دونوں میں سے جو کوئی بھی عمل کرے گا اسے پوری اور برابر جزا ملے گی۔ ارشاد باری ہے:

فاستجاب لهم ربهم انى لا ضيع عمل عامل منكم من ذكرا وانثى بعضكم من بعض.

پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی اور فرمایا (یقیناً میں تم میں سے کسی محنت والے کی مزدوری کو ضائع نہیں کرتا۔ خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔ آل عمران، 195 : 4

3۔ نوزائیدہ بچی کو زندہ زمین میں دفن ہونے سے نجات ملی۔ یہ رسم نہ تھی بلکہ انسانیت کا قتل تھا۔

4۔ اسلام عورت کے لیے تربیت اور نطقہ کے حق

کا ضامن بنا کہ اسے روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت دالی عورت کی طرف سے ملے گی خواہ وہ شوہر ہو گا یا اس کا باپ۔

5۔ عورت کی تذلیل کرنے والے زمانہ جاہلیت کے قدیم نکاح جو درحقیقت زنا تھے، اسلام نے ان سب کو باطل کر کے عورت کو عزت بخشی۔

6۔ اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حق ملکیت عطا کیا ہے۔ وہ نہ صرف خود کما سکتی ہیں بلکہ وراثت کے تحت حاصل ہونے والی املاک کی مالک بھی بن سکتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

للرجال نصيب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصيب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او كثر نصيبا مفروضا

مردوں کے لئے اس مال (میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے) بھی (ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ) اللہ کا (مقرر کردہ حصہ ہے) النساء، 7 : 4

7۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو بحیثیت ماں سب سے زیادہ حسن سلوک کا مستحق قرار دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری والدہ، عرض کیا پھر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہاری والدہ، عرض کی پھر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا تمہاری والدہ، عرض کی پھر کون ہے؟ فرمایا تمہارا والد۔

بخاری، صحیح، کتاب الادب، باب من احق الناس بحسن الصحب، 2227 : 5، رقم: 5626

8۔ وہ معاشرہ جہاں بیٹی کی پیدائش کو ذلت اور رسوائی کا سبب قرار دیا جاتا تھا۔ اسلام نے بیٹی کو نہ صرف احترام و عزت کا مقام عطا کیا بلکہ اسے وراثت کا حق دار بھی ٹھہرایا۔ ارشاد باری ہے:

يوصيكم الله في اولادكم للذكر مثل حظ الانثيين فان كن نساءً فوق اثنتين فلهن ثلثا ما ترك وان كانت واحدة فلها النصف.

اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لیے حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے، پھر اگر (میت کی وراثت) صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا دو سے زائد تو ان کے لیے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہوں تو اس کے لیے آدھا حصہ ہے۔ النساء، 11 : 4

9۔ قرآن حکیم میں جہاں عورت کے دیگر معاشرتی اور سماجی درجات کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے وہاں بطور بہن بھی اس کے حقوق بیان کیے گئے ہیں۔ بطور بہن عورت کا وراثت کا حق بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

وان كان رجل يورث كلالا وامراة وله اخ او اخت فلكل واحد منهما السدس فان كانوا اكثر من ذلك فهم شركاء في الثلث من بعد وصية يوصى بها او دين غير مضار.....

بقیہ صفحہ 46 پر ملاحظہ فرمائیں



# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### ہم خاص کیوں ہیں :-

- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ☆ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کپریسڈ کوالٹی
- ☆ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریخ
- ☆ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریخ
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

# WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan



Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1



انعام اول..... کوثر ناز  
'موجودہ دور میں قلم کی اہمیت'

جو لکھوں تو نوکِ قلم پر، جو بولوں تو نوکِ زباں پر  
میرے ساتھ نکھر گیا میرا ذوق بھی میرا شوق بھی  
اس کائنات کا سب سے عظیم سبق کچھ یوں ہے:  
”پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے علم  
سکھایا قلم کے ذریعے“ القرآن

صدیوں سے ہر زمانے میں ہر جگہ قلم اور قلم کاروں  
کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے یہ قلم ہی ہے جس  
کی مدد سے واقعات کو قید کر کے آئندہ نسلوں کے لیے  
تاریخ کی شکل میں سمیٹ کر رکھ لیا ہے آج ہم جو کچھ  
بھی جانتے ہیں سب قلم ہی کی مرہون منت ہے حق  
و باطل کے معرکوں سے شناسائی قلم ہی نے ہمیں  
بخشا ہے، ظلم و مظلوم کی صدا میں قلم ہی نے پہنچائی ہیں  
اور امن نامہ بھی قلم کے کردار کے بنا اپنی کوئی حیثیت  
نہیں رکھتا۔۔

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے  
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کا رگر  
تاریخ گواہ ہے کہ زندہ قومیں ہمیشہ قلم کو تلوار  
بنا کر آگے بڑھی ہیں اور خود ہم بھلا کہاں ناواقف ہیں  
قیام پاکستان کے دوران قلم کاروں کے بے تحاشہ  
قربت کردار سے۔۔ جب جب تبدیلی کا نعرہ لگا ہے  
ہمارے قلم کار ہی ابھر کر سامنے آئے ہیں لوگوں کے  
شعور کو جگانے میں سب سے اہم کردار ہی قلم کے  
قدردانوں کا رہا ہے تاریخ انسانیت پر ایک نگاہ ڈالیں  
تو معلوم ہوگا کہ ہر دور میں اہل علم اور اہل ادب لوگوں  
نے نسلِ انسانی کے دلوں پر راج کیا ہے قلم کے ذریعے  
امن و آتش کا پیغام پہنچایا ہے اور وقت کے جابر و  
سفاک حکمرانوں کے خلاف بازو قلم جہاد بلند کیا ہے  
کیونکہ کوئی بھی معاشرہ جہاد کی روح سے بیگانہ

ہو کر بطور آزاد قوم اور خود مختیار قوم زندہ نہیں رہ سکتا اور  
اسی جہاد بالقلم کی ضرورت ہماری قوم کو بھی شدید  
ہے۔۔ جب تک ظلم ہمارے درمیان لہراتا اور ایمان  
نیچ و تاب کھاتا رہے گا۔۔ ہمیں جہاد کرنی پڑے گی  
چاہے نفس سے ہو یا پھر قلم سے۔۔ قلم ایک ادیب اور  
دانشور کا ہتھیار ہے قلم کی حکمرانی انسان کے دلوں سے  
شروع ہو کر اسکے شعور، لاشعور، تخیل اور تخلیق جیسی  
صلاحیتوں پر گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔۔ دانا  
کہتے ہیں کہ زندگی میں قسم، قدم اور قلم سوچ سمجھ کر اٹھانا  
چاہئے کہ قلم کا صحیح ہاتھوں میں رہنا ملک و قوم اور  
معاشرے کے کامیاب اور روشن حال و مستقبل کے  
لیئے لازم و ملزوم ہیں میرا ماننا ہے کہ لفظ قلم اور کتابیں  
ہماری روحوں کی بہترین آبیاری کر سکتی ہیں کیونکہ اچھا  
قلم کار زمانے فتح کرتا ہے تو حرص و لالچ کا غلام صرف  
ہماری صدیاں بگاڑنے پر مصر ہوتا ہے۔۔

قوم کو اسکے قلم کاروں ہی کے کردار کی بنیاد پر پرکھا  
جاتا ہے کیونکہ وہی قلم کار معاشرے کی رہنمائی کا فریضہ  
سرا انجام دیتے ہیں۔۔ اگر قوم کا قلم کار قبیلہ، لالچ، حرص،  
و باؤ یا کسی بھی غرض کی پروا نہ کرتے ہوں اور سچ کی آواز  
بے خود ہو کر بلند کر رہے ہوں تو اس قوم کو کوئی مرعوب  
نہیں کر سکتا نہ ہی وہ قوم زبوں حالی کا شکار ہوتی ہے۔

مگر بد قسمتی سے آج قلم کا استعمال زیادہ تر برائی کی  
جانب ہو رہا ہے جو ایک مسلمان کے لئے لمحہ فکریہ ہے  
کہ قلم اگر غلط ہاتھوں میں چلا گیا تو وہاں کی ذلت و  
رسوائی سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی موجودہ  
حالات میں جہاں پاکستان کی صورت حال بہت  
نازک اور حساس ہے، دشمن ہمارے درمیان نفاق پیدا  
کر کے ہمیں تقسیم اور کمزور کرنا چاہتا ہے۔۔ لسانی،  
علاقائی، صوبائی، اور مذہبی تعصبات پیدا کر کے ہم میں  
اتحاد اور یک جہتی کو ختم کرنا چاہتا ہے وہیں معاشرے

کے ناسور لالچی و حرص کے بیجاری کچھ قلم کاروں کا قبیلہ  
ملک کی جڑوں پر قلم چلانے کی کوششوں میں سرگرم ہے  
قلم کی حرمت کو داغدار کرنے کے ساتھ معاشرے  
میں بگاڑ کی اہم وجہ بھی ایسے ہی قلم کار ہیں جو اپنے  
ضمیروں کا سودا کرتے ہیں اور خود کو نفع دینے کے عوض  
ملک میں تعصبات کی آندھی کو پھیلانا حق سمجھتے ہیں  
اگر ہمارے قلم کار کسی بھی طبقے سے تعلق کیوں نہ رکھتے  
ہوں مگر بے ضمیر ہوں اور قلم کو بیچنا چھوڑ دیں تو ملک اور  
قوم ہماری نسلوں کی تباہی سے بچ سکتی ہے۔۔

ایسے میں ہمیں ہمارے میڈیا اور دیگر صحافی برادری  
کے کرداروں کا بھی جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کیا وہ  
قلم کی حرمت کے امین ہیں؟

کیا وہ قلم اٹھاتے اور بولتے وقت اپنی ذمہ  
داریوں سے آگاہ ہیں؟ کیا وہ عدل و انصاف کے  
تقاضے پورے کرتے ہیں؟  
بد قسمتی سے ایسا نہیں ہے اور میں ان سے ایک  
گزارش کروں گی کہ

قلم سے آگ بجھاؤ کہ جل رہا ہے چمن  
خوش بیٹھے ہو کیسے ادیب لگتے ہو

ایسے بہت سے قلم کار ہیں جو اپنے پسندیدہ ہستیوں  
کی شان میں اس طرح رطب لسان ہوتے ہیں گویا خدا  
نے ابھی ابھی انہیں زمین پر اتارا ہے اور مخالف کو برا  
کہنے کے دوران وہ اپنی زباں و بیاں سے لفظوں کی  
بے حرمتی ہونے تک کا خیال نہیں رکھتے اور اسے ہی  
بہادری کہہ کر لوگوں سے داد وصول کرنے کو اپنا حق  
سمجھتے ہیں اور میری نظر میں یہی زوال ہے ایسے  
قلم کاروں کا جو چند ذاتی مفادات کی بنا پر قلم کے تقدس کا  
خیال نہیں کرتے۔۔ قلم کی حرمت کو داغدار کرنے  
والے بھول جاتے ہیں کہ قلم کے غلط استعمال پر خدا  
کے ہاں پکڑ ہوگی آپکے لفظوں کا وہاں بھی حساب ہوگا  
کہ قلم کے ذریعے جہاد کا حکم خدا نے قرآن پاک نے  
جو واضح طور پر دیا ہے۔۔ ایسے نام نہاد قلم کاروں کو یہ



سوچنا ہوگا کہ جس کی قسم خود خدا نے کھائی ہے اسکے تقاضے کیا ہیں؟ اسکی حرمت کیا ہے؟ بے حرمتی کرنے والے کو کیا سزا ہو سکتی ہے؟

تازہ ترین صورتحال یہ ہے کہ ہم ابھی بھی میدان جنگ میں ہیں اور جہاں ہمیں قلم کو توار بنا کر آگے بڑھنا ہوگا۔ اگر ہم اپنی صفحوں میں ایک دیر پا اتحاد اور حقیقی نظم و ضبط کے خواہاں ہیں تو اسکا واحد طریقہ یہی ہے ہم ذاتی تنقید و توصیف کو برطرف رکھتے ہوئے عوام تک حقیقت اور اصلاحی طرز کی تحریر پہنچائیں اور عوام میں شعور بیدار کریں اتنا ہی نہیں ہمیں اپنے دلوں میں ایمان کو تازہ کر کے ان ہی اصولوں کی روشنی میں قلم کا استعمال کرنا ہوگا جن کا خدا نے حکم دیا ہے اور شاعر مشرق نے بھی کیا خوب کہا ہے کہ

لالے تیرا ہونا نہ ہونا کتنا بے معنی سا ہو

گردل کی دل میں رہے قلم نہ چلے

آج کل قلم کو اس طرح سے استعمال میں نہیں لایا جاتا ہے جیسا کہ قلم کا حق ہے مگر پھر بھی قلم کار قبیلے سے جہاں معاشرے کے ناسور جڑے ہیں وہیں قلم کی شان و حرمت کا پاس رکھنے والے ادیب بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ اس قوم کے افتخار پر روشن ہیں جن کی قلم کی رو شینیں ہم اور آپ جیسے سوچنے اور سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگ قلم کی بے حرمتی پر کڑھتے ہیں دل جلاتے ہیں۔ اپنا حصہ ڈالنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں جہاں قلم کی حرمت کو داغدار کیا جا رہا ہے وہیں قلم کے سفیر و قلم کے پاسباں کچھ ایسے بھی ہیں جو قلم کی حرمت کے عین مطابق قلم کا استعمال کرتے ہوئے معاشرے میں امن امید اور استحکام کا پیغام اپنے خوبصورت اور تاثیر سے لبریز لفظوں کے ذریعے ہم تک پہنچا رہے ہیں بلاشبہ وہی ہمارا غرور ہیں فخر ہیں وہی ہیں جن کے لفظ موتی کہلاتے ہیں وہیں ہیں جن کو امن کا علمبردار بھی کہوں تو غلط نہ ہوگا اور انہی کیساتھ میں قلم قبیلے کے تمام افراد سے ایک بار پھر مخاطب ہوں کہ

میں شاعروں سے  
رموزِ فطرت کے مسافروں سے  
مفکروں سے

قلم کے سارے شادوروں سے  
یہی کہوں گی کہ وہ مسرت کے باب لکھیں  
محببتوں کے اخوتوں کے مردوں کے نصاب لکھیں  
ہٹن کی مٹی کی خوشبو کے گلاب لکھیں  
نئے زمانے کو خواب لکھیں  
وہ شہروں کی اندھیر نگری میں  
روشنی کو روانہ لکھیں  
جو کل لکھنا ہے آج لکھیں  
میں شاعروں سے  
رموزِ فطرت کے ساحروں سے  
مفکروں سے

قلم کے سارے شادوروں سے  
یہی کہوں گی کہ  
امن کی داستان لکھیں  
ملک و ملت کی شان لکھیں

جو ہو سکے تو تمام عالم کو ایک ہی خاندان لکھیں  
آخر میں یہی کہوں گی کہ قلم کے شہزادے شہزادیوں  
کو ان کے کردار اور اہم قومی امور میں سرگرم قلمی جہاد  
میں قدم رکھنے کے لیے تیغ و فتقاندانہ صلاحیتوں کو  
بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔ کسی شاعر کے  
بقول

خواہش سے نہیں گرتے پھل جھولی میں  
وقت کی شاخ کو میرے دست بلانا ہوگا  
کچھ نہیں ہوگا اندھیروں کو برا کہنے سے  
اپنے حصے کا دیا خود ہی جلانا ہوگا  
قلم کاروں کو اپنے فرائض سے عہدہ برا ہونے کے  
لیئے کسی بھی مشکل تر حالات کے باوجود اپنی قومی ذمہ  
داریوں کی بجا آوری کرنے کا عزم رکھتے ہوئے  
صداقت اور امانت کے جذبوں کے سائے میں حق

گوئی کا سفر جاری رکھنے کا عزم کرنے کی ضرورت ہے  
خصوصاً نوجوانوں کو اپنے قلم کا فن دکھانا ہوگا کہ جہاں  
آپ دوسرے شعبوں میں ترقی کے منازل ڈھونڈتے  
ہیں وہیں ایک کوشش ملک کو ترقی دینے کی بھی ڈھونڈ  
لیں اتنا ہی نہیں ہمیں عصری تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اس  
مشکل اور نازک وقت میں اپنے محبوب قائد کے افکار  
اور نظریات سے رہنمائی حاصل کریں کیونکہ اتحاد، تنظیم  
اور یقین محکم ایک مضبوط اور متحد پاکستان کے لیے  
واضح نصب العین کا درجہ رکھتے ہیں اور ہمیشہ کی طرح  
ہمارا عہد ایک بار یہی ہونا چاہیے ہے کہ

ہم پرورش لوح و قلم کرتے رہیں گے  
جو دلوں پہ گذرتی ہے رقم کرتے رہیں گے  
ہاں تلخی ایام ابھی اور بڑھے گی۔  
ہاں اہل ستم مشق ستم کرتے رہیں گے

☆☆☆

## اول۔۔۔ کہکشاں صابر

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے  
دنیا میں اب رہی نہیں تلوار کار گر  
قلم کیا ہے؟ اس کی اہمیت کیا ہے؟ تو اس کا جواب  
ہے کہ قلم اک ایسی طاقت ہے جس کے استعمال سے نہ  
تو کسی کا خون بہتا ہے اور نہ اس سے کسی انسان کی موت  
ہوتی ہے لیکن پھر بھی اس قلم کی طاقت کے سامنے  
بڑے سے بڑا اور مغرور سے مغرور بادشاہ نے گھٹنے ٹیک  
دیئے ہیں اس کا وار سیدھا انسان کے ضمیر پر حملہ کرتا ہے  
پھیلانا کی جڑوں کو کاٹ دیتا ہے

حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی کے دور کے  
ایک نامور عالم دین حضرت عبدالرحیم بن علی عسقلانی  
جو اپنے نام سے زیادہ "قاضی فاضل" کے نام سے  
مشہور تھے، حضرت سلطان نے ان کے بارے میں  
مشہور اور تاریخی جملہ ارشاد فرمایا

”تمہارا یہ گمان نہ ہو کہ میں نے تمہاری تلواریں



سے ملکوں کو فتح کیا ہے، نہیں، نہیں بلکہ یہ تو تاضی فاضل کے قلم سے ہوا ہے۔“

یہ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی کا جملہ ہے جو جنگوں کے شیر ہیں، ملکوں کے فتح کرنے سے واقف ہیں اور قلم کے مقام کو بھی جانتے ہیں۔ واقعی اگر ہم تاریخ کے سنہری بنوں پر ایک دفعہ پھر نظر ثانی کریں تو بہت ہی عظیم ہستیاں ہمارے سامنے آجائے گی جنہوں نے اپنے قلم کی طاقت سے ایسے ایسے دار کئے کہ ظالموں کے تخت و تاج الٹ گئے ہر طرف امن کی فضاء سج کی فضاء چل پڑی۔ بے شک قلم کا یہ راستہ طویل تر تھا لیکن روشنی سے بھر پور تھا۔

عمر بھر لکھتے رہے پھر بھی ورق سادہ ہی رہا جانے کیا لفظ تھے جو ہم سے تحریر نہ ہو پائے موجودہ دور میں ہماری تحریریں ہمارے الفاظ بے مقصد بے معنی ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان کی روح ان کی جان کئی کھوسی گئی ہے ہماری تحریریں کیوں کسی کی اصلاح نہیں کر پار ہیں کبھی سوچا ہے جب ہماری خود کی اصلاح نہیں ہے تو ہم کس طرح دوسروں کی اصلاح کرنے کا بیڑا اٹھا سکتے ہیں۔ ہر ایک چاہتا ہے کہ اصلاح ہو لیکن دوسرے کی، ہر ایک چاہتا ہے کہ برائیاں ختم ہوں لیکن دوسروں کی زندگی سے، ہر ایک کی تمنا ہے کہ نیکی اور بھلائی کا چلن عام ہو لیکن یہ سب کچھ دوسرے کریں، ہر ایک سارے جہاں کا جائزہ لینے کے لئے نہایت چاق چوبند ہے لیکن اپنے جہاں سے بے خبر ہے اور اس بشر کی پستی کا یہی اصل سبب ہے

قلم کو ہاتھ میں تھام کر کورے بنوں پر سیاہی بکھیر کر خود کو جہادی تصور کرتے ہیں کہ لوگوں کو دیکھو۔۔۔! ہم نے قلم پکڑ لیا اب ہم بھی ان عظیم شخصیتوں کے ہم نوا بن گئے ہیں ہم بھی قلم کے ذریعے جہاد کرنے والے بن گئے ہیں

اگر ضمیر زندہ ہے تو ہمت کر کے خود سے ایک سوال کریں کہ کیا ہم نے قلم پکڑ کر اس کا حق ادا کیا ہے!۔

کچھ لوگ میرے قلم سے سیتے ہیں زخم کو کچھ لوگوں کو چھینتا ہوں میں نوک کی طرح قلم کا حق تو ان لوگوں نے ادا کیا کہیں دور کیا جانا ہمارے شاعر مشرق جو نہ تو آزادی کی جنگ کے لیے تلوار لے کر میدان جنگ میں اترے اور نہ ہی کسی کا خون بہایا تھا صرف اپنے قلم سے قرطاس پر ایسے موتی بکھیرے اپنے اشعار اپنی تحریروں سے پڑھنے والوں پر، سننے والوں پر ایسا جادو کیا کہ ان کی خواب غفلت سے سوئے ہوئی روحوں کو مردہ ضمیروں کو گہری نیند سے بیدار کر دیا۔

آزادی کے لیے۔۔ حق کے لیے۔۔ اپنے قلم سے انہوں نے لوگوں کی اصلاح کی، مفید مشورے دیئے جس سے لوگوں کی زندگی سنور گئی، یہ ہے اصل جہاد جنہوں نے قلم کے ذریعے جہاد کیا۔ ہر مسلمان ہر قدم کار کو اپنا فرض سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے قلم کو معاشرے کی اصلاح و بھلائی میں استعمال کرے، اسی کو تو جہاد بالقلم کہا جاتا ہے۔

لیکن آج کوئی اشعار پڑھ لو تحریر یا انسانہ محبت سے شروع ہو کر محبت پر ختم ہو رہے ہوتے ہیں ان میں حقیقت کہاں ہے زندگی کی حقیقت جس کو ہم اپنی تحریروں میں پھولوں سے بھرا راستہ دیکھتے ہیں کیا درحقیقت زندگی کا راستہ اتنا ہی آسان ہے ہم کیوں نہیں ان بھوک اور پیاس سے دن بھر لڑتے ہوئے مزدور کی تحریر لکھتے ہم کیوں نہیں ایک یتیم بچے کی تحریر لکھتے کہ وہ بچہ کیسے بن ماں باپ کے اس دنیا میں زندہ رہتا ہے کس کس پریشانی سے گزارتا ہے۔ عالم کے قلم کی سیاہی کا قطرہ شہید کے خون سے افضل ہے“ اس روایت میں واضح طور پر جہاد بالسیف یعنی تلوار کے جہاد پر قلم کے جہاد کی فضیلت کو بیان کیا گیا ہے، قلم کے ذریعے کیا گیا جہاد سب سے زیادہ دیر پا ہوتا ہے، تقریریں ذہنوں سے محو ہو سکتی ہیں لیکن قلمی کاوشیں کتابوں اور لٹریچر کی شکل میں زیادہ عرصہ تک محفوظ

رہتی ہیں، جس سے کئی کئی نسلیں استفادہ کر سکتی ہیں کیا پتہ ہماری کوئی ایسی ہی تحریر اس مزدور اس بچے کی نظر سے گزرے جو اصلاح جو مشورہ اسے کبھی اور سے نہیں مل پارہا ہو لیکن آپ کی تحریر میں لکھی ہوئی اصلاح اس کے کام آجائیں آپ کی تحریر کی بدولت اس کی زندگی سنوار جائیں یہ ہے قلمی جہاد اب آپ نے قلم پکڑنے کا صحیح حق ادا کر دیا ایک مددگار کی مدد کر کے قلم کے ذریعے عدل و انصاف قائم کر کے۔ جیسا کہ حبیب جالب ارشاد فرماتے ہیں میرے ہاتھ میں قلم ہے، میرے ذہن میں اجالا مجھے کیا دبا سکے گا۔۔۔ کوئی ظلمتوں کا پالا مجھے فکر امن عالم۔۔۔ تجھے اپنی ذات کا غم میں طلوع ہو رہا ہوں۔۔۔ تو غر ب ہو رہا ہے

☆☆☆

## انعام دوم: ثناء و اجاد موجودہ دور میں قلم کی اہمیت

کنگ لوئی ہشتم کے وزیر اعظم ریچیلو کو یہ پتہ چلتا ہے کی اس کی جان لینے کے لیے سازش کی جا رہی ہے لیکن چونکہ وہ ایک مذہبی پیشوا ہے اس لیے وہ تلوار نہیں اٹھا سکتا۔

اس کا نوکر فرانسوا کہتا ہے ”لیکن اب میرے آقا! آپ کے حکم کے طابع دوسرے ہتھیار ہیں۔“ ریچیلو متفق ہوتے ہوئے کہتا ہے ”قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے۔۔۔ لے جاؤ تلوار، حکومتوں کی اس کے بغیر بھی حفاظت ہو سکتی ہے۔“

یہ ایک ایسے ڈرامے کا خلاصہ ہے جس کا مرکز ہی خیال مشہور محاورہ ”قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے“ پر مبنی تھا اور یہ ڈرامہ مشہور ناول نگار اور ڈرامہ نگار ایڈورڈ بل ہرلیٹون کے تاریخی ڈرامے ”کارڈینل ریچیلو“ کا ہے جو کہ ۱۸۳۹ء میں بنایا تھا اور اس ڈرامہ کا ترجمہ



## انعام سوم: رضوانہ صدیقی موجودہ دور میں قلم کی اہمیت

سلام اس پر اگر ایسا کوئی فنکار ہو جائے  
سیاہی خون بن جائے قلم تلوار ہو جائے  
قلم ایک باشعور معاشرے کی ہمیشہ طاقت رہا ہے  
قلم سے دلوں کو فتح کیا گیا قلم کے زور سے ملک فتح  
کئے گئے قلم کے ذریعے اسلام پھیلا یا گیا یہ قلم ہی ہے  
کہ جس سے لکھنے والا لکھتا ہے اور کتاب بن جاتی  
اور ہزاروں لاکھوں لوگ اس کو پڑھ کر لکھنے والے کے  
علم سے مستفید ہوتے ہیں

قلم سے ہمارا مقصد صرف ایک مخصوص قلم نہیں ہوتا  
بلکہ ہر وہ چیز جس سے لکھ کر ہم اپنی بات دوسروں تک  
پہنچا سکیں ابتدا میں لوگ پتھروں پر لکھا کرتے  
تھے، پتوں پر لکھتے تھے، پھر پرندوں کے پردوں کے نو  
کدار حصے کو قلم بنا کر سیاہی میں ڈبو کر کاغذ پر، کپڑے پر  
لکھا جانے لگا لیکن ہمارا موضوع تو آج کے دور  
میں قلم کا استعمال ہے آج کے دور کا قلم کی بورڈ ہے  
زیادہ تر لوگ یہی استعمال کرتے ہیں۔ جدید دور میں  
اگرچہ کتابیں پڑھنے کا رجحان بہت کم ہو گیا ہے اور لوگ  
جدید ٹیکنالوجی سے زیادہ قریب ہو گئے ہیں تو قلم کار کو بھی  
اپنی روش کچھ تبدیل کرنی پڑے گی وہ اس طرح کے وہ  
بھی اسی طرف آجائے جہاں سب لوگ ہیں، کی بورڈ  
سنجھالے اور اپنے خوب صورت اور مفید خیالات دنیا  
تک پہنچا دے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا قلم ہر دور  
میں ایک طاقت رہا ہے اور آج کے دور میں بھی اسکی  
اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا  
ہے کہ جو کام انسان زبان سے نہیں کر سکتا وہ لکھ کر بہ  
آسانی کر سکتا ہے۔ ہم قلم کے ذریعے اپنے اچھے  
خیالات دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔ ہمارے

جنہوں نے اپنے قلم کے ذریعے حق بات لوگوں تک  
پہنچانے کی پوری کوشش کی اور ان کے الفاظ کی گونج  
آج کی نوجوان نسل جس کانوں میں آج بھی گونجتی  
ہے ان میں سرفہرست علامہ اقبال اور سرسید ہیں  
جنہوں نے ذہنی غلام مسلمانوں کی اخلاقی نشوونما  
کرنے کا بیڑا اٹھا ہا تھا اور اس ثمر کا نتیجہ آنے والی نسل  
کو آزادی کی صورت ملا۔ وقت کے ساتھ ساتھ جب  
دور بدلا تو قلم کی جگہ پرنٹ میڈیا نے لے لی اور قلم کا  
کام کمپیوٹر اور موبائل کی بورڈ کے ذریعے ہونے لگا  
اور آج بھی اسی طرح اہل قلم کے قلم کو توڑ کر حق بات  
روکنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اہل شمشیر یہ بات  
بھول جاتے ہیں کہ اہل قلم کو تو مار سکتے ہیں لیکن قلم  
سے نکلے الفاظ کو کوئی نہیں مار سکتا یہ اپنا اثر چھوڑ کر  
جاتے ہیں جو مظالموں کو ظالموں سے بغاوت پر اور  
اکساتے ہیں۔

ایک ویب سائٹ کے مطابق پچھلے سال پیرس  
میں صحافیوں کو قتل کیا گیا تھا، ان سے اظہار عقیدت  
کے لئے قلم کا استعمال کرتے ہوئے بیسز کے اوپر  
کارٹون بنائے گئے تھے جو کہ قلم بمقابلہ تلوار کی عکاسی  
کرتا تھا۔ اس طرح کے ماضی میں ایسے ہزار واقعات  
موجود ہیں جن میں اہل قلم کی آواز کو دبانے کی کوشش  
کی گئی تھی لیکن ہمیشہ ناکام رہے۔ الفاظ کبھی مرتے  
نہیں ہیں یہ اپنے نقوش آنے والی نسل کے ذہنوں پر  
چھوڑ جاتے ہیں جس سے ظالموں کے خلاف اٹھائی  
جانے والی آوازوں میں اور زیادہ جوش اٹھاتا ہے  
لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ اہل شمشیر قلم کی طاقت کو  
مان جائیں اور زیادہ سے اپنے مسائل کے حل کی  
کوششیں گفت و شنید کے ذریعے کریں کیونکہ طاقت  
زور زبردستی اور غصہ میں نہیں بلکہ پیار، محبت، امن اور  
سکون اور اخوت میں ہے۔

☆☆☆

مختلف زبانوں میں بھی کیا گیا ہے۔  
آج کے بائیسویں صدی کے دور میں بھی سمجھنے  
والے اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ”قلم“ کی کاٹ ”تلوار“  
کے وار سے زیادہ طاقتور ہے اور قلم کی طاقت کا کوئی  
انکار نہیں کر سکتا کیونکہ اگر تاریخ پر نظر دوڑائی جائے تو  
معلوم ہوتا ہے کہ اہل قلم یا اہل علم نے ہمیشہ اپنے قلم  
اور علم کے ذریعے محبت و امن اور سچائی کا درس دیا اور  
اگلی آنے والی نسلوں میں بھی یہ پیغام پہنچایا۔ قلم  
علامت ہے محبت، اخوت، پیار اور سکون کی جس کا اثر  
دلوں پر ہمیشہ مثبت ہوتا ہے جبکہ تلوار علامت ہے لڑائی  
جھگڑا، دغا فساد اور قتل و غارت کی جس کا اثر ہمیشہ منفی  
ہوتا ہے اور ذہنوں پر ہمیشہ منفی نقوش چھوڑتا  
ہے۔ تلوار کا وار صرف ایک دفعہ ہی چلتا ہے جبکہ قلم  
سے نکلے الفاظ تا حیات اپنا اثر دلوں پر باقی رکھتے  
ہیں۔

اسلام کی نظر سے قلم کی اہمیت کو دیکھا جائے تو اللہ  
تبارک و تعالیٰ نے سب سے زیادہ زور قلم پر دیا نہ کہ  
تلوار پر دیا ہے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر پہلی  
وحی نازل ہوئی اسکے الفاظ تھے،

”پڑھ اپنے رب کے نام سے جو بڑا علم والا  
ہے۔“

آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جب قرآن اتارا گیا  
تو ان تمام آیات کو قلم کے ذریعے ہی محفوظ کیا گیا تھا۔  
یہ ہنر صرف اہل قلم کے پاس ہی ہے جو شعوری یا  
لا شعوری طور پر اپنے گہرے اثرات پڑھنے والے پر  
مرتب کرتے ہیں۔

کیونکہ بقول ”تلواروں سے کاٹی فصل پر پھول  
نہیں نکلتے ہیں۔“

ہماری تاریخ، ہمارے ادوار، ہمارے اسلاف  
کے متعلق تمام معلومات قلم کے ذریعے ہی ہم تک پہنچی  
ہیں جن میں بڑے بڑے ادباء علماء گزرے ہیں اور



## چوتھا انعام: سارہ خان "موجودہ دور میں قلم کی اہمیت"

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا،  
آدمی کو خون کی ہٹھک سے بنایا، پڑھو تمہارا رب ہی  
سب سے بڑا کریم ہے  
جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو سکھایا جو نہ  
جانتا تھا۔ (سورت العلق)

آیت کے مفہوم سے ہی ہم اس بات سے آشنائی  
رکھتے ہیں کہ قلم کی اہمیت کو قرآن پاک میں بھی اجاگر  
کیا گیا ہے۔ گذشتہ ادوار میں قرآن پاک کی آیتوں کو  
کھجور کپتوں پہ لکھا جاتا تھا تا کہ انہیں محفوظ کیا جاسکے قلم  
کے ذریعے ہی دین اسلام کی ترویج کی گئی قلم کے  
ذریعے ہی انسان کی ناقص سوچ کو پختگی کی راہ دکھائی، قلم  
کے ذریعے ہی انسان کو شعور سے نوازا گیا۔ قلم کی اہمیت  
ہر زمانے میں مسلم رہی ہے اور لکھنے والوں کی اہمیت  
و عظمت کو ہر دور میں تسلیم کیا جاتا رہا ہے۔ صد افسوس ہم  
قلم کی قدر و قیمت جانتے ہی نہیں ہیں۔

قلم کیا ہے؟ موجودہ دور میں قلم کا استعمال جہاں  
ثابت رُخ پہ استعمال ہوا ہے وہاں منفی رجحانات بھی  
منظر عام پہ آئے ہیں۔

قلم سے لکھے لفظوں کی روانی  
کبھی جھوٹ، کبھی سچائی پہ مبنی کہانی  
مگر موجودہ زمانے میں ذرائع ابلاغ کی کثرت  
اور ترسیل معلومات کے متعدد طریقوں نے اس کی  
اہمیت و افادیت کو انتہائی درجہ تک پہنچا دیا ہے کیونکہ ہر  
آدمی اس لیے لکھتا ہے کہ اس کی تحریر کو پڑھا جائے،  
لہذا اس کی تحریر جتنی زیادہ پڑھی جائے گی اس کا یہ  
ہدف احسن طریقے سے پورا ہوگا۔ ظاہر ہے انٹرنیٹ کی  
لا محدود دنیا اور سوشل میڈیا کے متعدد ذرائع نے یہ چیز  
اتنی آسان اور تیز کر دی ہے کہ چند ساعتوں میں آدمی  
اپنی بات لاکھوں لوگوں تک پہنچا سکتا ہے۔

معاشرے میں جو برائیاں پیدا ہو چکی ہیں انکی نشاندہی  
کر کے انکے اسباب اور پھر ان کا تدارک کس طرح  
ہو سکتا ہے یہ قلم کے ذریعے بتایا جاسکتا ہے۔

لوگوں کے اسلام کے بارے میں جو غلط  
عقائد ہیں، انکو قلم کے ذریعے صحیح اور غلط کا فرق بتایا  
جاسکتا ایک قابل اور عالم انسان جو کچھ بھی علم رکھتا ہے  
اس پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنا علم دوسروں تک پہنچائے  
ورنہ قیامت کے دن وہ اپنے اللہ کے حضور جواب دہ  
ہوگا۔ ایک کہانی کا رجب کوئی کہانی تخلیق کرتا ہے  
اسوقت وہ نہ صرف اپنی روح اور دل کے سکون کا  
سامان کر رہا ہوتا ہے بلکہ پڑھنے والوں کی بھی نہ  
صرف تسکین کا باعث ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات تو اسکی  
کہانی پڑھنے والے کی زندگی ہی بدل دیتی ہے۔ ایک  
شاعر جب اپنے خیالات شعروں میں ڈھالتا ہے اگر  
اسکی سوچ مثبت ہے تو اسکے اشعار کی خوبصورتی پڑھنے  
والے کی اسی کیفیت کا باعث بنتی جو شاعر کی ہوتی ہے  
اور اشعار کے ذریعے تو شاعروں نے سوئی ہوئی  
قوموں کو جگایا ہے، شاعروں نے مردہ دلوں کو زندہ کر  
دیا قلم سے یہ کام آج بھی لیا جاسکتا۔

قلم سے جہاد ہمیشہ کیا جاتا رہا ہے اور آج کے  
دور کی تو اہم ضرورت ہے ہمارے معاشرے میں اتنی  
برائیاں اور اتنے مسائل پیدا ہو چکے ہیں کہ ان کے  
خاتمے کے لیے قلم سے جہاد بہت ضروری ہو گیا ہے تو  
یہ ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ ہر کوئی اپنی جگہ رہتے  
ہوئے جو بھی لکھ سکتا ہے لکھے ہماری کوشش سے اگر کسی  
ایک کا بھی بھلا ہو جائے تو وہ ہمارے لئے انعام سے  
کم نہیں۔

اک عمر گذاری ہے سرنوک قلم ساز  
اک شعر کسی دل میں چھو جائیں گے اک دن

☆☆☆

اللہ پاک نے انسانوں کو خوبیوں، خامیوں سمیت  
پیدا کیا ہے قلم سے تعلق وابستہ ہونا انسان کی وہ خوبی  
ہے جو اسے دوسروں کی نظروں میں ممتاز بناتی ہے  
بد قسمتی سے بہت ہی کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی  
تعمیری مقصد کو لے کر، ذاتیت سے پرے ہو کر اور  
شہرت طلبی، ریا کاری، خود پسندی، جاملت  
و چاپلوسی، بے جا مدح سرائی نیز تنقید برائے تنقیدہ تخریح  
کے مکروہ حصار سے نکل کر لوگوں کو معلومات فراہم  
کرنے یا اپنی عمدہ آراء کو دوسروں تک پہنچانے کی  
قابل ستائش کوشش کرتے ہیں۔ قلم سے ہماری  
تہذیب و ثقافت سے آراستہ لوگ کہانیاں وجود میں  
آئی ہیں۔ علماء، دانشوروں، مفسرین نے اپنے قلم کے  
ذریعے ہی دنیا میں اپنا نام روشن کیا ہے ہماری اخلاق و  
اقدار کو عمدہ لفظوں میں اجاگر کر کے عالم دنیا میں  
سامنے لائے ہیں۔ یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ یہ قلم کتنی  
بڑی امانت ہے اور اس کی یہ تحریر مع اس کی نیت کے  
اللہ تعالیٰ کے یہاں بھی محفوظ ہوتی اور فرمان الہی:  
(بکل صغیر و کبیر مستطیر) کے ضمن میں آتی ہے۔ اور جو  
ہفت وہ اپنی خامہ فرسائی میں صرف کر رہا ہے وہ اس  
کے عمر کا بیش قیمت حصہ ہے جو لوٹ کر آنے والا نہیں!  
موجودہ دور میں قلم کا استعمال منفی رُخ میں بڑھتا  
رُجحان باعث تشویش ہے۔ ہمارے نوجوان قلم کی  
اہمیت سے ناواقف ہیں جھوٹ اور سچ کی تمیز کیے بنا  
بے لاگ تبصرے کرنا دنیا کے سامنے لے آنا باعث  
شرمندگی ہے۔ بہت ضروری ہوتا ہے۔ اس میں  
اخلاص کے کئی پہلو اور مختلف جوانب ہوتے ہیں اور ان  
میں ایک اہم بات یہ ہوتی ہے کہ کیا حقیقی معنوں  
میں قلم کار جو کچھ لکھ رہا ہے اس کے دل کی وہ آواز ہے  
جو وہ قارئین تک پہنچانا چاہتا ہے؟ لکھتے وقت ہمیشہ  
ایک لکھنے والے کے یہاں تعمیری پہلو غالب ہونا  
چاہیے اور اس کی نگاہ ہمیشہ اس بات پر ہونی چاہیے کہ  
اس کی تحریر سے قوم و ملت کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے، لکھنے  
(بقیہ۔۔۔ صفحہ 47 پر ملاحظہ فرمائیں)



# گمنام عید

بہن کی شوخ چیخ فرمائشیں نہیں ہوتیں۔ جس میں جوان کڑیل بھائیوں کا ساتھ نہیں ہوتا۔ جس میں شفقت بھرا لمس یاد نہیں ہوتا۔ جو دوستوں کے انمول خزانوں سے محروم ہوتی ہے۔ کیا آپ نے کبھی منائی ہے ایسی عید؟

سلام ہے وطن کے شیر جیالوں کو، سلام ہے پاکستان کے متوالوں کو۔ سلام ہے فخر پاک کے حوالوں کو، سلام ہے راجح پہ چلنے والوں کو۔

سلام منزل فنا چھونے والی ہستیوں کو، سلام ہمت و شجاعت کی داستانوں کو۔ سلام دھرتی کے گمنام سپاہیوں کو، سلام آئی ایس آئی کے جانبازوں کو۔ رب ذوالجلال میرے وطن کے بیٹوں کا حوصلہ ہمیشہ جوان رکھے۔ آپ سدا ہماری دعاؤں کا جھومر بنے رہیں۔ ہر محاذ پہ کامیابی آپ کے قدم چومے۔ ہر قدم آپ کو فتح بسین عطا ہو۔ میری دھرتی کے سرفروش مسافر جہاں بھی رہیں۔ ہمیشہ اللہ کی امان میں رہیں۔ اللہ پاک کی رحمت ہمیشہ آپ پہ سایہ کیے رہے۔ امین ثم امین۔ آئی ایس آئی زندہ باد پاکستان پائیندہ باد۔

☆☆☆☆

اس سلسلہ میں آپ بھی پیارے وطن کی خوبصورتی بیان کر سکتے ہیں پاکستان کے جاں نثاروں کو خراج تحسین پیش کر سکتے ہیں پاکستان کے ابھرتے ہوئے ہونہاروں سے تعارف کروا سکتے ہیں۔ ہمیں ای میل کریں یا پی او بکس پہ خط ارسال کریں جزاک اللہ

کر بھی نہیں۔ وہ اپنے لبوں پہ لفظ عید بھی نہیں لاسکتے۔ کیونکہ وہ اپنی شناخت اپنے اندر دفن کر چکے ہوتے ہیں۔ آپ سوچ سکتے ہیں کس لیے؟ دفاع وطن کے لیے۔ اس پاک دھرتی کو قائم رکھنے کے لیے اپنی آنکھوں سے پہچان کے سب رنگ مٹا چکے ہوتے ہیں۔ یہ گمنام سپاہی، یہ گمنام بیٹے اپنے نصیب میں خود گمنام عیدیں لکھتے ہیں، اپنا نام اپنی ذات خود فنا کرتے ہیں، وطن کی بقا کے لیے۔ اپنے پیاروں کو اپنے دل کے نہا خانوں میں اپنے ہاتھوں دفن کرتے ہیں۔ کس لیے آخر یہ سب کرتے ہیں وہ؟ شہرت کے لیے؟ کسی تمنے کی خواہش میں؟ یا پیسوں کی خاطر؟ شہرت کبھی پا نہیں سکتے وہ زندگی میں اور نہ ہی مرنے کے بعد جب نام ہی نہیں آتا ان کا تو انعام کیسے مل سکتا ہے۔ اور پیسوں کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ بھلا ابو بھی کبھی بکتا ہے۔ یہ سرفروش مجاہد دھرتی ماں کی آبرو پہ قربان کرتے ہیں خود کو۔ پاک مٹی سے کیا عہد نبھاتے ہیں۔ حق ادا کرتے ہیں اس گلشن کا جس نے ان کو سینچا ہے۔ جو مٹی پر دان چڑھائے گی اس پہ ڈھال تو بنیں گے نا، اسے جلتی دھوپ سے بچائیں گے نا۔ یہ تو وہ فرض ہے جو اس دھرتی کے بیٹے ادا کرتے ہیں۔ گمنامیوں کے جنگل میں خود کو گم کر کے یہ قرض چکاتے ہیں۔ وطن سے دور کسی انجان سی جگہ یہ کسی اجنبی سے روپ میں یہ گمنام سپاہی ایک گمنام عید گزارتے ہیں۔ ایک ایسی گمنام عید جو بچوں کی کھلکھلاہٹوں سے محروم ہوتی ہے۔ جس میں جوانی کے بے فکرے قبضے نہیں ہوتے۔ جس میں کسی مہوش کی کھٹکتی ہنسی نہیں ہوتی۔ جس میں متا بھرے ذائقے لیے کوئی پکوان نہیں ہوتے۔ جس میں

عید۔ خوشیوں کی نوید۔ پیام سعید۔ کتنے ہی رنگ کی عید ہوتی ہے۔ معصوم بچوں کے لیے خوشیوں کا جہاں ہوتی ہے۔ جوانوں کے لیے امنگوں کے رنگوں سے بچی تصویر ہوتی ہے۔ بوڑھوں کے لیے بچی ساعتوں کا عکس ہوتی ہے۔ امیروں کے لیے پیسوں سے بچی کوئی دکان جیسے اور غریبوں کے لیے کچھ ادھوری خواہشوں کی تعبیر ہوتی ہے۔ بہنوں کے لیے بھائیوں سے فرمائش کرنے کا اک بہانہ اور ماں کے لیے بچوں کو ذائقوں سے روشناس کروانے کی اک تفسیر ہوتی ہے۔

یہ تو عید کے دو رنگ ہیں جو ہم اپنے آس پاس بکھرے دیکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ خاص عیدیں بھی ہوتی ہیں۔ کچھ خاص کچھ انمول عیدیں جو پاک وطن کے بیٹے مناتے ہیں جب وہ دفاع کے لیے گھروں سے دور ہوتے ہیں۔ کچھ جیالے میدان جنگ میں عید کے لمحات گزارتے ہیں اور کچھ جانباز سرحدوں پہ پہرہ دیتے ہوئے عید کی خوشیوں کا تصور کرتے ہیں۔ اور وہ شیردل، وفا پرست بیٹے جو پاک مٹی پہ قربان ہو چکے ہیں، وہ اپنی عید جنت میں مناتے ہیں۔ کیا بس عید کے اتنے ہی روپ ہوتے ہیں۔؟؟

۔۔ نہیں۔۔ آج میں آپ کو ایک نئی عید کے بارے میں بتاتا ہوں۔ جسے کچھ لوگ جانتے ہیں، کچھ لوگ انجان اور بہت سے تو شعور بھی نہیں رکھتے اس عید کا۔ اور وہ عید ہے۔۔۔ 'گمنام عید'۔۔۔ وہ کون ہیں جو گمنام عید گزارتے ہیں؟ وہ وطن کے بیٹے ہیں۔ وہ بیٹے جن کا نام کوئی نہیں جانتا۔ وہ مناتے ہیں گمنام عید۔۔۔ ان گنت گمنام عیدیں۔ کتنے کرب میں ڈوبی ہوتی ہے۔ ان کی گمنام عید، ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، چاہ



### دسم جنیز

تحریر۔۔۔ مسکان احزم

یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ بھابھی؟؟ آپ کو تو ہمارے گھر کے حالات کا پتا ہے نا۔ ہم اتنا جنیز اپنی بیٹی کو نہیں "دے سکتے۔" جنیز کی اتنی بڑی مانگ سن کر سیکینہ کو زمین گھومتی ہوئی نظر آئی۔ "تو ٹھیک ہے رکھیں اپنی بیٹی اپنے پاس۔ میرے بیٹے کو لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔ بیاہ دیں اپنی بیٹی کو اس کے ساتھ جو اسے چار جوڑوں میں لے جانے کے لیے راضی ہو جائے۔" جہاں آرا تو جیسے پہلے ہی فیصلہ کر کے بیٹھی تھی۔ کچھ سوچے سمجھے بنا ہی اس نے اتنا بڑا فیصلہ سیکینہ کو سنا دیا۔ بھابھی آپ پانچ سال سے جڑے اس رشتے کو کیسے ختم کر سکتی ہیں وہ بھی صرف جنیز کی خاطر۔ "جہاں آرا کے الفاظ ہم بن کر سیکینہ پر گرے تھے۔" میں تو کب کی اس رشتے کو ختم کر دیتی۔ بس تم لوگوں پر مجھے ترس آ گیا تھا۔ پانچ سال کوئی کم عرصہ نہیں ہے۔ اتنا وقت تم لوگوں کو دیا تھا تاکہ تم لوگ جنیز بنا سکو۔ اپنی بیٹی کو اچھی طرح رخصت کر سکو مگر اب بالکل نہیں وقت دوں گی۔ اگر آپ لوگ اپنی بیٹی کو یہ سب کچھ دے سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہماری طرف سے انکار ہی سمجھیے جہاں آرا اپنی بات کہہ کر وہاں رکی نہیں تھی۔ "بھابھی۔۔۔ بھابھی بات تو سنئے۔" سیکینہ پکارتی ہی رہ گئی اور جہاں آرا سنی ان سنی کرتی ہوئی چلی گئی۔

سیکینہ کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایک لمحے میں یہ سب کیا ہو گیا۔ اس پر تو جیسے یکے بعد دیگرے ساتوں آسمان ٹوٹ چکے ہوں۔ کچھ بھی تو نہیں بچا تھا

باقی۔ سب کچھ ایک لمحے میں ہی ہوا میں تحلیل ہو گیا تھا۔ اب وہاں صرف آنکھوں کے آگے دھواں دھواں ہی تھا۔ وہ صوفے پہ بے جان وجود کی طرح ڈھ گئی۔ دن بدن بڑھتی ہوئی پریشانیوں میں یہ سب بھاری اضافہ تھا۔ سب پریشانیاں ایک طرف اور بیٹی کو جنیز دینے کی فکر دوسری طرف۔ سیکینہ کے شوہر بشیر کو تو جیسے چپ ہی لگ گئی ہو۔ نمل اپنے ماں باپ کو اس حالت میں دیکھ کر ہر وقت خود کو ہی کوستی رہتی تھی۔ وہ اس پریشانی کا ذمے دار خود کو ہی سمجھتی تھی۔ نمل کے ابا کھانا کھالیں۔ "کانی دیر سے کھانا چار پائی پران کے آگے پڑا تھا۔ مگر وہ جانے کن سوچوں میں گم بیٹھے تھے۔" مجھے بھوک نہیں ہے۔ "کھانا پرے ہٹاتے ہوئے وہ چار پائی سے اٹھ کر چلے گئے۔ اور سیکینہ آنسو بہانے میں مصروف ہو گئی۔ یہ وہ خاندان تھا جسے دو وقت کی روٹی بھی بمشکل ملتی تھی۔ بشیر ایک نجی اسکول میں کلرک کی نوکری کرتے تھے۔ اور سیکینہ دن رات سلائی کر کے زندگی کی گاڑی کو دھکیلنے میں بشیر کا ساتھ دے رہی تھی۔ مگر بڑھتی ہوئی مہنگائی کا پلڑا ان کی دن رات کی محنت سے بھاری تھا۔ اتنی معمولی سی آمدنی میں بیٹی کے لیے لاکھوں کا سامان بنانا صرف اللہ دین کے چراغ سے ہی ممکن تھا۔ لیکن بیٹی کے سسرال والے یہ بات سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہے تھے۔ انہیں غرض تھی تو بس خاندان میں اپنی ناک اونچی کرنے کی۔ بے شک لڑکی والے قرض لے لے کر اپنی ناک ہی کیوں نہ کٹوا ڈالیں۔۔۔۔۔

"نمل کی ماں! کیا بات ہے؟ تم رو کیوں رہی ہو؟" سیکینہ چار پائی پہ بیٹھی اپنے آنسوؤں سے لڑ رہی تھی جب بشیر نے آ کر اس کے یوں چھپ کر رونے کی

وجہ دریافت کی۔ "نمل کے ابا وہی ہو گیا جس کا ڈر تھا۔" جہاں آرا بھابھی نے رشتہ ختم کر دیا ہے۔ زمانے والے اب جینا دو بھر کر دیں گے۔ بیٹی پر طرح طرح کے لوگ انگلیاں اٹھائیں گے۔ کوئی یہ نہیں کہے گا کہ رشتہ جنیز کی مانگ کی وجہ سے ختم ہوا ہے بلکہ جتنے منہ ہوں گے اتنی ہی باتیں پھیلیں گی محلے میں۔" روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی تھیں ان کی۔ دروازے میں کھڑی نمل بھی یہ منظر برداشت نہ کر سکی اور رو پٹہ منہ پہ رکھے اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹتے کمرے میں چلی گئی۔ بشیر تو پہلے ہی ول کے مریض تھے۔ دل اتنا درد برداشت نہ کر سکا اور وہیں دل پکڑ کر ایک طرف کو ڈھ گئے۔ محلے والوں کی مدد سے سیکینہ بشیر کو اسپتال لے گئیں۔ دل کا دورہ پڑا تھا لیکن اللہ نے جان بچالی۔ اسپتال سے چھٹی مل گئی۔ سیکینہ بشیر کو ٹیکسی پہ گھر لے آئیں۔ گھر کا دروازہ ویسے ہی کھلا تھا۔ نمل کو تو دروازہ لگانے کا بھی ہوش نہ رہا۔ ایک یہ لڑکی بھی نہ۔ باپ کی پریشانی میں دروازہ بھی نہیں لگایا۔ نمل کے ابا آپ یہاں بیٹھے انہیں چار پائی پر بٹھا کر جیسے ہی وہ نمل کے کمرے کی حدود میں داخل ہوئی تو قدم وہیں زمین پر جکڑ گئے۔ سامنے کا منظر ایک ماں کی روح قبض کرنے کے لیے کانی تھا کہ نمل نے کمرے کی چھت سے لگے پنکھے کے ساتھ اپنی اور اپنے والدین کی پریشانیوں کا جھلا دیا تھا۔ اب نہ نمل دنیا میں رہی تھی اور نہ ہی کسی طرح کا غم اور پریشانی۔ لیکن یہ صرف نمل کا خیال تھا کہ وہ خود تو موت کی بھیٹ چڑھ کر دنیاوی مشکلات سے آزاد ہو گئی تھی مگر اپنے ناتواں والدین کو پریشانیوں اور دکھوں کی دلدل میں مزید دھنسا گئی تھی۔ نمل مری نہیں تھی اسے مارا گیا تھا۔ ہاں اسے ظالم معاشرے



نے موت کی بھیجٹ چڑھایا تھا۔ اس کا قتل کیا بھی تو کس نے جو کہلانے کو صرف ایک رسم ہے۔ آج اس کی ماں نے اس رسم کو قاتل رسم قرار دے دیا تھا۔ اس نے ایک نمل کو نہیں مارا تھا بلکہ ہر تیسرے گھر کی نمل اس کی بھیجٹ چڑھتی ہے۔ کہیں نمل کو پکھے سے لٹکا دیا تو کہیں نمل کے سسرال والوں نے نمل کو زندہ جلا دیا۔ کہیں نمل کو گھر سے نکال دیا تو کہیں نمل پر طلاق کا داغ لگا کر معاشرے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔ لیکن کہلانے کو صرف یہ ایک رسم ہے۔

ماں باپ کے سر سے سختی اتر کیوں نہیں جاتی یہ رسم جہیز آخر مر کیوں نہیں جاتی

☆☆☆

## محبت درد کی صورت

تحریر۔۔۔ مالار اچھوت صفدر آباد

وہ آج ایک بار پھر ماضی کی یادوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ ذیشان نے آکر اس کا کاندھا ہلایا تو وہ اپنی سوچوں سے باہر آئی۔ زینب اٹھو میں کب سے دیکھ رہا ہوں تم اسی پوزیشن میں بیٹھی ہوئی ہو۔ کوئی پریشانی ہے تو سنا لو تو دل کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ ذیشان کے بے انتہا نرم لہجے پہ وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی کہ کیا یہ وہ ہی ذیشان سکندر ہے؟ جسے عائد عباس کے سامنے کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔ اور پھر میں نے کب اپنے جذبوں کی نمائش کی تھی۔ وہ ایسا سوچتے ہوئے یہ بھول گئی تھی کہ اوپر بھی ایک ذات ہے جو کہتا ہے تم کہو تو میں سنتا ہوں اور تم سوچو تو میں جانتا ہوں

نصرت بیگم اور سلطان صاحب کے تین بچے تھے۔ دو بیٹے اور ایک بیٹی زینب سلطان۔ بچپن سے ہی پڑھنے لکھنے کی شوقین۔ یوں تو ان کے خاندان میں لڑکیوں کو زیادہ پڑھنے کی اجازت نہ تھی مگر زینب کے شوق کو دیکھتے ہوئے سلطان صاحب نے اپنے لاڈلی بیٹی کو پڑھنے کی اجازت دے دی تھی۔ اور زینب اس

بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی کہ خاندان کے وقار اور والدین کے مان کو کس طرح سے برقرار رکھنا ہے۔

زینب کہاں ہو بیٹا؟ میں کب سے آدازیں دے رہی ہوں کبھی ان کتابوں سے سر اٹھا کر بھی دیکھ لیا کرو ان کتابوں سے باہر بھی ایک دنیا ہے۔ نصرت بیگم زینب کو آدازیں دیتے ہوئے کمرے میں ہی آ گئیں۔ یہ لو آج میں نے گاجر کی کھیر بنائی ہے پڑوس میں جو لوگ آئے ہیں بہت اچھے ہیں ان کے گھر دے آؤ۔

"خاموش محبت اس بستے ہوئے دریا کی مانند ہے جس کی موجوں میں کوئی تلاطم نہیں ہوتا" سر آپ کو ہمارے گھر نہیں آنا چاہیے تھا۔ زینب نے چائے لاتے ہوئے ذیشان کو دیکھ کر کہا۔ کیوں بھئی میں کیوں نہیں آ سکتا؟ میری گڑیا کی طبیعت خراب ہے اور میں دیکھنے نہ آؤں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ذیشان نے زینب سے نظریں چراتے ہوئے لہجے کو خوشگوار بناتے ہوئے کہا۔ اب میں گڑیا نہیں ہوں چودھویں کی طالبہ گڑیا نہیں ہوتی "زینب نے کچھ سوچا۔

کیا سوچ رہی ہے میری ننھی پری؟ "ذیشان کی یہ بات ایک بار پھر اسے تپا گئی تھی "کچھ نہیں سر آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں جیسے میں بے خبر ہوں کہ آپ کے اور عائد کے بیچ کیا ہوا ہے اور کیوں ہوا ہے۔ زینب اصل بات گول کر گئی تھی کہ ذیشان کا اسے چھوٹی بچی کی طرح سمجھانا اسے بالکل پسند نہیں تھا۔ مگر یہ بات اسے پہلے اتنی بری نہیں لگتی تھی بلکہ اسے اچھا لگتا تھا کہ سر اس سے اس طرح بات کرتے ہیں مگر اب اسے کیوں برا لگتا تھا یہ بات وہ سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔

ارے اس بات پہ زینبی صاحبہ کو پریشان ہونے کی ضرورت ننھی سی جان پہ ظلم نہ کریں ایسی چھوٹی موٹی باتیں ہمارے بیچ ہوتی رہتی ہیں تمہیں پتا تو ہے میں اسے منالوں گا تم عائد کی فکر نہ کرو۔ ذیشان نے

زبردستی ہنسنے کی کوشش کی حالانکہ وہ جانتا تھا کہ ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے اتنے عرصے کے لیے ناراض ہوئے تھے۔

یہ تو مجھے پتا ہے سر کہ آپ انہیں منالیں گے اور وہ مان بھی جائیں گی۔ بہت چاہتی ہیں عائد آپ کو۔ زینب نے جیسے خلاؤں میں گھورتے ہوئے کہا۔ ہاں یہ تو ہے وہ مجھے بہت چاہتی ہے اور میں بھی۔ ذیشان کے تصور میں جیسے عائد کا بے پناہ حسین سراپا لہرا گیا۔ ذیشان کا چہرہ عائد کی بات کرتے ہوئے ایسے ہی تپکنے لگتا تھا اور ایک دم ہی خوشگوار ہو جاتا تھا۔ زینب جانتی تھی تبھی عائد کی بات شروع کی تھی۔

سر آپ سے ایک بات بولوں؟ زینب نے ذیشان سکندر کی طرف براہ راست دیکھتے ہوئے کہا۔ ہاں جی بولو! ذیشان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اسے زینب بہت عزیز ہو گئی تھی اور وہ اسے آج بھی دسویں جماعت کی طالبہ کی طرح ہی گپ شپ کرتے تھے۔

سر عائد بہت لکی ہیں کہ انہیں آپ جیسے شخص کی محبت ملی انہیں آپ کی قدر کرنی چاہیے۔ زینب نے ذیشان کے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا کہ اسے شک ہو کہا گروہ اس کہ طرف دیکھتی رہی تو اس کا وہ راز جو اس نے خود سے بھی کہنے کی جرات نہیں کی اس کی آنکھیں نہ بول دیں۔

نہیں زینبی وہ بہت اچھی ہے اور لکی وہ نہیں میں ہوں۔ ذیشان سکندر جذب سے بول رہے تھے۔

زینب کا دل ایک دم ہی اچاٹ ہو گیا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس کا دل کر رہا تھا کہ ذیشان بیٹھے رہیں اور وہ ان سے اسی طرح باتیں کرتی رہے اور پھر اس نے خود کو کہتے ہوئے سنا تھا کہ سر مجھے لگتا ہے مجھے تھوڑی دیر آرام کرنا چاہیے کچھ اچھا محسوس نہیں کر رہی۔ چلو ٹھیک ہے میں چلتا ہوں۔ جلدی سے ٹھیک ہو جا پھر ملتے ہیں۔ اپنا خیال رکھا کرو۔ جو ب میں



زینب صرف سر ہلا سکی۔ وہ کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھی۔ گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا انک گیا تھا۔ ساجدہ بیگم اور سکندر صاحب کے تیس بیٹے تھے۔ سب سے بڑا سفیان سکندر پھر ذیشان سکندر اور سب سے چھوٹا رمغان سکندر۔ ذیشان کی منتہی اس کی تالیازاد عائمہ سے ہو چکی تھی۔ دونوں میں بہت فتنی تھی۔ ذیشان لیکچرار تھا اور زینب کر پڑوس میں رہتا تھا۔ دونوں خاندانوں کے بہت اچھے تعلقات تھے اور سلطان صاحب کو ذیشان کا سلجھا ہوا انداز بہت پسند تھا اس لیے زینب کو ذیشان سے پڑھنے کی اجازت دے دی تھی۔ "یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ وقت کو گزرنا ہے اور وہ گذر جانا ہوتا ہے۔ وقت اور لمحات کو قیام میسر نہیں مگر کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو گزر جانے کے باوجود ہمارے اندر سانس لے رہی ہوتی ہیں۔"

زینب نے کالج جانا شروع کر دیا تھا مگر اس کا وہی معمول تھا سارے دن کی باتیں ذیشان سے بیان کرنا۔ وہ ذیشان کے ساتھ بہت جڑ گئی تھی۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اسکول سے لے کر کالج تک اس کی کوئی دوست نہیں تھی۔ بلا وجہ کی دوستیاں پالنا اسے پسند نہیں تھا۔ اسے ہر بات ذیشان سے کرنے کی عادت سی ہو گئی تھی۔ اب اگر دو دن بھی ان سے بات کیے بغیر گزر جاتے تو اسے ایسے لگتا کہ جیسے صدیاں گزر گئی ہوں ان سے بات کئے ہوئے۔ کبھی کبھی جب وہ یہ سوچتی اور خود سے سوال کرتی۔ یہ کیا ہے زینب؟ تو وہ گھبرا جاتی اور اپنے سوال کا خود ہی جواب دیتی کچھ بھی تو نہیں ہے یہ۔ بس وہ میرے بہت اچھے اور پسندیدہ استاد ہونے کے ساتھ ساتھ میرے بہترین دوست بھی تو ہیں۔ اسی لیے ان سے بات کیے بغیر مجھ سے رہا نہیں جاتا اور تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ہل اس بات کی مکمل طور پر نفی کر دیتا۔ نہیں زینب یہ نہ کچھ اور ہے اور سوچ اگر یہ تیرے گھر والوں یا استاد کو پتا چل گیا تو ان کے اعتماد کو کتنا بڑا دھچکا لگے گا۔ نہیں ایسا کچھ نہیں ہے تم مجھے بہکا رہے

ہو۔ میں تمہاری باتوں میں آنے والہ نہیں ہوں۔ اور جب وہ ان سوالوں سے تنگ آ جاتی تو قرآن پاک پڑھنے لگتی کہ "بے شک دلوں کا چین تو اللہ کے ذکر میں ہی ہے"

وہ اک دعا جو میری نامراد لوٹ آئی زباں سے رڈھ گیا پھر سوال کا موسم وہ امی کو بتا کے ڈپٹا اچھی طرح اڑھ کر باہر آ گئی تھی اور ذیشان کے گھر کی گھنٹی بجادی۔ اس کا صبح امتحان تھا تو اس نے سوچا استاد کے پاس تیاری کر لیتی ہوں۔ وہ آئی تو برآمدے میں ذیشان اور عائمہ ساتھ ساتھ بیٹھے کسی بات پہ ہنس رہے تھے۔ دونوں ساتھ میں بہت اچھے لگ رہے تھے مگر زینب کے اندر کچھ ٹوٹا ہوا تھا مگر کیا؟ وہ سمجھ نہ پائی۔ ذیشان اسے دیکھ چکا تھا اس لئے فوراً "بولو ارے زینی آدباہر کیوں کھڑی ہو۔ وہ اندر آ گئی۔ سلام کہہ کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اسے ذیشان کا اسے زینی کہنا بہت پسند تھا اگر کوئی اور وقت ہوتا تو ان کے زینی کہنے پہ چپکتی مگر آج وہ کچھ بول ہی نہ پائی تھی۔

ذیشان اسے بیٹھنے کا کہ کر خود پھر سے عائمہ کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا معا "اسے زینب کا خیال آیا۔ اتنی خاموشی وہ بھی زینب سلطان کی طرف سے؟ وہ تو آتے ہی دن بھر کے قصے سنانا شروع ہو جاتی تھی۔

کیا ہوا زینی؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟ جی استاد مکرم سب ٹھیک ہے۔ اصل میں میرا امتحان ہے کل تو کچھ اہم چیزیں سمجھنا تھیں اگر آپ کے پاس وقت ہے تو نوازش ہوگی۔

ارے میری ننھی پری..... تمہارے لیے وقت نہیں ہوگا تو پھر کس کے لیے ہوگا۔ یہ استاد مجھے ہر وقت معصوم پری اور گڑیا کیوں کہتے رہتے ہیں۔ اب اتنی بھی چھوٹی نہیں ہوں میں۔ زینب صرف سوچ کر رہ گئی (اس نے کتاب ذیشان کو دی اور اس کے برابر

میں بیٹھ گئی۔ جن اہم مقامات کو اس نے نشان زد کیا ہوا تھا وہ اسے سمجھانے لگے تھے۔

دوست بھی تو ہیں۔ اسی لیے ان سے بات کیے بغیر مجھ سے رہا نہیں جاتا اور تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اور دل اس بات کی مکمل طور پر نفی کر دیتا۔ نہیں زینب یہ نہ کچھ اور ہے اور سوچ اگر یہ تیرے گھر والوں یا استاد کو پتا چل گیا تو ان کے اعتماد کو کتنا بڑا دھچکا لگے گا۔ نہیں ایسا کچھ نہیں ہے تم مجھے بہکا رہے ہو۔ میں تمہاری باتوں میں آنے والہ نہیں ہوں۔ اور جب وہ ان سوالوں سے تنگ آ جاتی تو قرآن پاک پڑھنے لگتی کہ "بے شک دلوں کا چین تو اللہ کے ذکر میں ہی ہے" وہ اک دعا جو میری نامراد لوٹ آئی زباں سے رڈھ گیا پھر سوال کا موسم"

وہ امی کو بتا کے ڈپٹا اچھی طرح اڑھ کر باہر آ گئی تھی اور ذیشان کے گھر کی گھنٹی بجادی۔ اس کا صبح امتحان تھا تو اس نے سوچا استاد کے پاس تیاری کر لیتی ہوں۔ وہ آئی تو برآمدے میں ذیشان اور عائمہ ساتھ ساتھ بیٹھے کسی بات پہ ہنس رہے تھے۔ دونوں ساتھ میں بہت اچھے لگ رہے تھے مگر زینب کے اندر کچھ ٹوٹا ہوا تھا مگر کیا؟ وہ سمجھ نہ پائی۔ ذیشان اسے دیکھ چکا تھا اس لئے فوراً "بولو ارے زینی آدباہر کیوں کھڑی ہو۔ وہ اندر آ گئی۔ سلام کہہ کر خاموشی سے بیٹھ گئی۔ اسے ذیشان کا اسے زینی کہنا بہت پسند تھا اگر کوئی اور وقت ہوتا تو ان کے زینی کہنے پہ چپکتی مگر آج وہ کچھ بول ہی نہ پائی تھی۔

ذیشان اسے بیٹھنے کا کہ کر خود پھر سے عائمہ کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گیا تھا معا "اسے زینب کا خیال آیا۔ اتنی خاموشی وہ بھی زینب سلطان کی طرف سے؟ وہ تو آتے ہی دن بھر کے قصے سنانا شروع ہو جاتی تھی۔

کیا ہوا زینی؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟ جی استاد مکرم سب ٹھیک ہے۔ اصل میں میرا امتحان ہے کل تو کچھ







زینب کی وجہ سے چپ تھے۔ مگر آج انہیں عائمہ کی باتیں ٹھیک لگ رہی تھیں۔ یہ عائمہ سے دوری کی وجہ سے تھا یا واقعی انہیں اس کی باتیں ٹھیک لگی تھیں یہ وہ نہیں جانتے تھے مگر ایک فیصلے پہ پہنچ کر وہ پرسکون ہو گئے تھے۔

آج صبح سے ہی موسم خوشگوار تھا۔ بادل چھائے ہوئے تھے۔ بارش کے امکان بہت زیادہ تھے۔

آج پورے پانچ دن ہو گئے تھے اسے سر سے ملے ہوئے اور اسے یہ پانچ دن پانچ صدیوں کے برابر لگ رہے تھے۔ پانچ دن سے وہ دل کو یہی سمجھا رہی تھی کہ اسے ذیشان سے ملنے کی عادت کم کرنی ہے۔ مگر آج تو دل نے رٹ ہی لگائی تھی اور پھر دل کی تاویلوں سے تنگ آ کر اس نے سوچا کبھی کبھی ملنے سے کیا ہوتا ہے اور پھر پرانی عادتیں اتنی جلدی تھوڑی چھوٹی ہیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ استاوا سے کتنا ڈانسٹیں گے کہ اتنے دن سے کہاں تھی۔ آئی کیوں نہیں۔ وہ یہی سب سوچتے ہوئے صحن میں پہنچی تو ذیشان بن سنور کر اپنے کمرے سے نکلا تھا۔

زینب نے سلام کیا اور ساتھ ہی پوچھا۔ آپ کہیں جا رہے ہیں کیا؟

ہاں! تمہیں پتا تو ہے آج عائمہ کا یوم ولادت ہے اور وہ اپنا یون میرے بغیر نہیں منایا کرتی۔

جی بس ذہن سے نکل گیا تھا۔ آپ اب جا رہے ہیں کیا؟

زینب کو لگا تھا سر رک جائیں گے۔ کم از کم تھوڑی دیر کے لیے اس کے پاس بیٹھیں گے کہ وہ اتنے دن کے بعد آئی ہے مگر وہ بولے تو صرف اتنا کہ ہاں جا رہا ہوں تم بھی چلو گی؟

نہیں جی آپ جائیں۔ میری طرف سے بھی مبارک باد دے دیجئے گا۔

زینب جانتی تھی وہ مذاق سے اسے ساتھ چلنے کا کہہ رہے ہیں۔

ہاں بھئی میں تو جاؤں گا ہی۔ کیونکہ مجھے اپنی جان پیاری ہے اور نا جا کر میں عائمہ کے ہاتھوں ضائع نہیں ہونا چاہتا۔ وہ ہنستے ہوئے چلے گئے تھے۔ اور زینب وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی۔

"محبت یکطرفہ ہو یا دو طرفہ اس کا درد، جلن اور مسافت یکساں ہوتے ہیں۔ اب یہ کرنے والے پر منحصر ہے کہ اس کی محبت کس شدت کی تھی اور اس کا کرب جھیلنے ہوئے وہ کن مراحل سے گزر رہا ہے۔ کتنا چھوٹا سا لفظ ہے "محبت" اور کتنی شدید بے بسی عطا کرتا ہے"

اس دن وہ بہت روئی تھی۔ گڑگڑا کر اپنے اللہ سے اس راز کو راز رکھنے کی اور اپنے لیے صبر کی دعا کی تھی اور "بے شک وہ سب سے بہتر راز دار ہے"

"محبت کے ان گنت رنگ اور بے شمار کیفیتیں ہیں۔ ایک طرف تو یہ اپنے مقابل کو اتنا کمزور کر دیتی ہے کہ بات بے بات پلکیں بھینگنے لگتی ہیں۔ لیکن یہ وہ طاقت بھی عطا کرتی ہے کہ آپ خالی ہاتھ تہی وامن ساری دنیا سے لڑنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ ذرا ذرا سے کھٹکے پہ چونک جانے والوں کو اتنا بہادر بنا دیتی ہے کہ ایک محبوب سے جدائی کے سوا باقی ہر خوف اپنا وجود کھونے لگتا ہے"

آج ذیشان سکندر اور عائمہ عباس کی منگنی تھی اور زینب چھت پہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ کیا کرے، جائے یا نا جائے مگر جانا تو تھا ہی ورنہ وہ سب کو کیا جواب دیتی۔ مگر جانے کا سوچتی تو خود کو بے بس پاتی۔ اور جب اسے کوئی راہ دکھائی نہ دیتی تھی تو وہ اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتی تھی اس سے صبر کی دعا کی مانگتی تھی اور یہ اس کا یقین ہی تھا کہ اس کے رب نے اسے کبھی اسے مایوس نہیں کیا تھا۔

اس نے وضو کیا اور جائے نماز پہ بیٹھ کر گڑگڑا کر دعا مانگنے لگی۔ اے میرے مالک تو مجھے حوصلہ دے مجھے صبر دے۔ اس راز کا امین صرف تو ہے اور میری تجھ

سے التجا ہے کہ اسے اپنے تک ہی رکھنا میں اپنی ذات سے وابستہ لوگوں کو اپنی وجہ سے دکھی نہیں دیکھ سکتی۔ یہ سچ ہے کہ میں نے اس شخص کو بے حساب چاہا ہے مگر میں اپنے والدین کو بھی اپنی ذات سے کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی تو مجھے صبر دے میرے مولا۔ روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی تھی۔ جی بھر کر کے رو کے دغا کرنے کے بعد اسے ہمیشہ ہی سکون مل جاتا تھا جیسے کوئی انجانی طاقت اسے یقین دلاتی ہو کہ ایسا ہی ہوگا جیسا وہ چاہتی ہے۔ وہ تازہ دم ہو کر ذیشان کے گھر آ گئی تھی۔ تقریب صحن میں ہی تھی۔ خالد اسے دیکھ کر خوش ہو گئی تھیں۔ لو بھئی میری بیٹی آ گئی ہے اب مجھے کوئی فکر نہیں۔ آ جا بھئی پیچھے کیوں کھڑی ہو۔ ذیشان تمہیں چھوٹی بہنوں کی طرح عزیز رکھتا ہے آ ادھر یہ گجرے پہنو۔ اور وہ کسی بے جان مورتی کی طرح ان کے سامنے ہاتھ کر کے کھڑی ہو گئی تھی۔ مسکرا بھی نہ سکی۔ اتنے میں سب مہمان آ گئے تھے۔ عائمہ اور ذیشان کو اسٹیج پر لایا گیا۔ زرد رنگ کے سچے سنورے لباس میں ہونٹوں پر انمول مسکراہٹ کھلائے عائمہ تھی۔ خوبصورت شیردانی میں ذیشان اعتماد کی چال چلتا ہوا اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ذیشان نے عائمہ کا ہاتھ تھاما اور سونے کی دیکتی خوبصورت سی انگوٹھی اس کی تیسری انگلی کے سپرد کر دی۔

زینب جانتی تھی کہ وہ جو کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی ہے یہ اس کی تھوڑی دیر پہلے مانگی جانے والی دعاؤں کا نتیجہ ہے اور پھر وہ اسٹیج پر گئی تھی عائمہ اور ذیشان کو مبارک باد دی تھی۔ اس سے یہ سب کون سی طاقت کروا رہی ہے وہ جانتی تھی۔ اور اپنے رب پہ اس کا یقین اور بھی بچتے ہو گیا تھا۔

میرا تعجب عجب نہیں ہے وہ شخص پہلے سا اب نہیں ہے وفا کا کیا گلہ کروں میں اس سے وہ میرا کب تھا جو اب نہیں ہے



آج پھر دل نے ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی۔ انہیں دیکھنے کی ان سے باتیں کرنے کی۔ لیکن اب اس نے دل کا کہا ماننا چھوڑ دیا تھا۔

"آج کل وہ اس مقولے پر پورا عمل کر رہی تھی۔ مگر دل جیسی ڈھیٹ شے اس نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ دل کی بات پہ کان نہ دھرتے ہوئے کالج سے آتے ہی وہ ادھر ادھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی تھی۔ اور جب رات کو سونے کے لیے بستر پہ لیٹی تو اسے انجانا سی خوشی محسوس ہو رہی تھی کہ آج پہلی بار اس نے اپنے دل کو مات دے دی تھی

یہ دل بھلاتا نہیں ہے محبتیں اس کی پڑی ہوئی تھی مجھے کتنی عادتیں اس کی آج اس نے کالج سے چھٹی کی تھی سب لوگ ماموں کی طرف جا رہے تھے مگر اس کا کہیں جانے کا دل نہیں کر رہا تھا اور اب وہ پچھتا رہی تھی کہ اس نے چھٹی کیوں کی۔ عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی وہ کمرے میں آ کر لیٹ گئی تھی۔ امی تیار ہو کر آئیں تو اسے ایسے ہی سر جھاڑ منہ پہاڑ لیٹے دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ زینب چلنا نہیں ہے کیا بیٹا؟ سب تیار ہو گئے ہیں اور اپنے ابو کا تمہیں پتا ہے نا ذرا سی تاخیر برداشت نہیں کرتے وہ۔ چلو اٹھو جلدی سے تیار ہو جا میرا بچہ۔ نصرت بیگم نے لاڈ سے کہا ای میں نہیں جا رہی میری طبیعت نہیں ٹھیک۔ سر میں بہت درد ہے۔ چلو ٹھیک ہے تم آرام کرو اور دروازہ اچھے سے بند کر لو۔ زینب نے اٹھ کر دروازہ بند کیا اور دوبارہ اسی حالت میں لیٹ گئی۔ کیسی طاقت ہوتی ہے محبت میں جو مضبوط حوصلہ دل کو عطا کرتی ہے کہ دل بدگمان ہو پاتا ہے محبوب سے نا پچھڑنے کے گر سیکھتا ہے۔ جدائی مقدر بن جائے پھر بھی خوش فہمی کے اوج پر رہتا ہے، بحر کے راستے پر قدم رکھ کر بھی بارہا پلٹ کر دیکھتا ہے کہ کچھ بدلا تو نہیں، کوئی آہٹ کوئی آواز مجھے بلا تو نہیں رہی "ذیشان صاحب کتنے مصروف ہو گئے ہیں ان کے پاس میرے لیے وقت ہی نہیں ہوتا حالانکہ

انہیں پتا بھی ہے کہ میں ایک دن بھی ان سے بات نہ کروں تو میرے پاس کتنی باتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ پتا نہیں دہ ایسے کیوں ہو گئے ہیں پہلے بھی تو ان کی یہی ترتیب تھی پھر بھی وہ میرے لیے وقت نکالتے تھے میرے ساتھ ڈھیروں باتیں کرتے تھے میری باتیں سن کر کتنا ہنستے تھے اور اب وہ سب باتیں جیسے خواب ہی ہو گئی ہیں۔ یہی سب سوچتے ہوئے وہ نہ جانے کب نیند کی دایروں میں کھو گئی تھی اور پھر اس کی آنکھ ڈور نیل کی آواز پہ کھلی تھی

بہت سوچنے کے بعد ذیشان اس نتیجے پہ پہنچے تھے کہ وہ زینب سے سختی سے بات کریں گے اور اس کے سامنے کمزور نہیں پڑیں گے۔ کیونکہ یہ اس کے مستقبل کا سوال تھا وہ چاہتے تھے کہ وہ زندگی میں آگے بڑھے کامیاب زندگی گزارے۔ وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ ایک عادت کی وجہ سے وہ زندگی میں کچھ نہ کر سکے اور پھر شادی کے بعد انہیں دوسرے شہر جانا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ اس سے پہلے ہی زینب کو سمجھا دیں گے کہ اسے ان کے بغیر ہی رہنا ہے اسے اپنی عادت ختم کرنا ہوگی۔ وہ تو اسے ایک عادت ہی سمجھ رہے تھے مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ پاگل تو محبت کی دلدل میں پھنس چکی ہے جس سے نکلنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا "وہ میری ہر بات مانتی ہے آج تک میری کوئی ایسی بات نہیں ہے جو زینب نے نہ مانی ہو وہ ضرور سمجھ جائے گی۔ اور پھر وہ خود ہی تو کہتی ہے کہ استاد جی بس آپ کا سبق ہے جو مجھے سمجھ آتا ہے)۔ انہیں یہ نہیں پتا تھا کہ وہ تو ان سے گھنٹوں باتیں کرنے کے لیے ایسا کہتی تھی کہ وہ بولتے رہیں اور وہ سنتی رہے (لیکن آج کچھ بھی ہو میں اس کے سامنے کمزور نہیں پڑوں گا اگر وہ ایسے قائل نہ ہوئی تو میں اسے سختی سے سمجھاؤں گا۔ وقتی طور پر اسے میری باتیں بری لگیں گی مگر بعد میں وہ ضرور سمجھ جائے گی کی میں نے یہ سب اس کی بھلائی کے لیے کیا تھا۔ عادت ہی تو ہے عادت تو بدلی جاسکتی

(ہے)۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ جو محبتیں رگوں میں خون کی مانند دوڑتی ہوں ان کے بغیر رہنا آسان نہیں ہوتا (وہ سوچ رہے تھے کہ آج کالج سے واپسی پر وہ زینب سے بات کریں گے۔

اک ہنر تھا، کمال تھا، کیا تھا مجھ میں تیرا جمال تھا، کیا تھا جس پہ دل سارے عہد بھول گیا بھولنے کا سول تھا، کیا تھا تتلیاں تھے ہم اور قضا کے پاس سرخ پھولوں کا جال تھا، کیا تھا "انسان اپنی زندگی میں بیک وقت کئی کیفیات سے گزرتا ہے ابھی وہ خود کو یقین کی سرحدوں پہ کھڑا پاتا ہے کہ یکا یک انجانے ڈر و خوف و وہم و گمان اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں انسان کچھ سمجھ نہیں پاتا کہ جو وہ دیکھ رہا ہے وہ سچ ہے یا پھر جو وہ سوچ رہا ہے وہ صحیح ہے"

زینب نے دروازہ کھولا اور آنے والے کو دیکھ کر حیران رہ گئی تھی یوں آنکھیں کھولے انہیں دیکھ رہی تھی کہ جیسے انہونی ہو گئی ہو۔

استاد محترم آپ۔۔۔۔۔؟ حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھتے ہوئے بولی تو صرف اتنا۔

ہاں جی میں۔۔۔! اب اندر تو آنے دو کیا ہو گیا ہے زینب میں کوئی پہلی بار تھوڑی آیا ہوں جو تم یوں حیران ہو رہی ہو۔

اور وہ ان کو کیا بتاتی کہ وہ ان کے آنے پہ حیران نہیں ہے وہ تو دل کی بے چینی پہ حیران تھی کہ کس طرح اس کے دل نے اسے ماموں کے گھر جانے سے روکا تھا اور کیوں روکا تھا یہ اسے اب سمجھ آ یا تھا۔

اس نے خاموشی سے ایک طرف ہو کر انہیں اندر آنے کا راستہ دیا تھا۔

گھر پہ کوئی نہیں ہے کیا؟







زندگی کبھی کبھی انسان کو عجیب کشمکش میں مبتلا کر دیتی ہے۔ "وہ لال جوڑے میں ملبوس بنی سنوری کسی پری سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ ہر چیز سے بیگانہ وہ قلم اٹھائیے لکھتی چلی جا رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اس کے لفظوں کو کسی نے زبان دے دی ہو۔" میں آج ایک عجیب مشکل میں ہوں۔ کیا یہ خوشی کا دن ہے؟ میں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ "اس کی آنکھیں اسکے دل میں اٹھتے طوفانوں کا پتہ دے رہی تھیں۔" سنا ہے یہ دن ہر لڑکی کی زندگی کا سب سے خوبصورت دن ہوتا ہے تو پھر میں خوش کیوں نہیں۔ "غم کا ایک قطرہ اس کی آنکھ سے اٹد کر اس کے چہرے پہ رقص کرنے لگا۔ اس کے سرخ گال مزید سرخ ہو گئے تھے "بابا نے تو ہمیشہ مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا مگر مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ ان کی جان نے ان کی جان ہی نکال دی۔" اس نے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو اپنی لرزتی انگلیوں سے صاف کیا۔ "مجھے آج بھی یاد ہے وہ دن جب عادل کے والدین میرے لیے رشتہ لائے تھے۔ امی بابا کتنے خوش تھے نا۔ بابا تو تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے دنیا کی ساری خوبیاں اسی میں ہوں۔ وہ ہر لحاظ سے بہت اچھا تھا۔ اپنے نام کی طرح عقلمند سمجھدار اور سب سے بڑھ کر سب کا احترام اور خیال کرنے والا۔ ہم درمیانے طبقے سے تعلق رکھتے تھے تو اس نے اور اس کے والدین نے بھی ہم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔ کبھی کبھی تو میں اپنی قسمت پر رشک کرنے لگتی تھی۔ وہ سب اتنے اچھے تھے کہ بابا نے زیادہ چھان بین کرنا مناسب نہ سمجھا۔ کاش! کر لیتے۔" وہ تھر تھرا گئی آنسو رواں ہو گئے۔ اس نے ہاتھ میں قلم تھا ما اور پھر قلم کی تیز رفتار اسکے آنسوؤں کے ساتھ ساتھ بڑھنے لگی جسے اس نے نہ رد کیا اور لکھتی چلی گئی۔ "پھر ایک دن زندگی بالکل پلٹ گئی۔ شادی میں تین دن باقی تھے۔ گھر میں تقریبات کا آغاز ہو

چکا تھا۔ میں مایوں کے پیلے جوڑے میں ملبوس بیٹھیاں اتر کر نیچے والے کمرے میں جا رہی تھی جب امی اور بابا کی دکھ بھری آواز سن کر ٹھٹھک گئی۔ "اب تو

میں کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ میں انکی شرط پوری کر دوں۔ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا ہے یہ شادی ٹوٹ گئی تو بہت بدنامی ہوگی۔ اب اور کوئی چارہ نہیں "بابا کے یہ الفاظ سن کر تو جیسے اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر کمرے میں خود کو بند کر لیا۔ بابا کے چہرے کا رنگ اور ای کی آنکھوں کے آنسوؤں نے سارے سوالوں کے جواب دے دیے تھے۔ آنے والے تین دنوں میں اس نے بابا کو یا تو گھر میں موجود ہی نہ پایا وہ کسی دوست سے ادھار مانگنے صبح ہوتے گھر سے نکل جایا کرتے تھے یا کسی لمحے گھر میں نظر آ بھی جاتے تو انگلیوں پر پیسوں کا حساب کر رہے ہوتے اس لمحے اس کا دل اٹل کر رہ جاتا اور اسے اس بات کا یقین ہونے لگتا بیٹیاں واقعی والدین پر بوجھ ہوتی ہیں۔ آج خدا خدا کر کے وہ دن بھی آ گیا، جس دن کے خواب میں نے ہر لمحہ دیکھے تھے اور کیوں نہ دیکھتی ان خوابوں پر تو ہر لڑکی کا حق ہوتا ہے، ان کی تعبیر کی پروا تو بیٹی کے بابا کو ہوتی ہے چند دن پہلے تک تو میں نے اپنی زندگی کی ساری خوشیاں ان خوابوں سے وابستہ کر رکھی تھیں۔ گھر چھوڑنے کا دکھ تو ہے ہی مگر اپنے گھر والوں کو اس قدر تکلیف دے کر چھوڑنے کا دکھ میری جان نکال رہا ہے۔ "وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔ وہ لکھ رہی تھی کہ چند لڑکیوں نے بارات کے آجانے کی خبر دی اور اسے اپنے ساتھ لے گئیں۔ جاتے جاتے وہ اپنی ڈائری کھلی چھوڑ گئی تھی۔ اس نے لکھا تھا "میں سوچتی ہوں کہ نا چاہتے ہوئے بھی میرے والدین میری ہی وجہ سے دکھ اور تکلیف کا شکار ہو گئے۔ میرے والدین نے ایک بوجھ تو کندھوں سے اتار دیا مگر ادھار کا بوجھ انکے بوڑھے کندھے کب تک چکا پائیں گے کہیں وہ ادھار کے طبعے میں دبے تو نہ رہ جائیں گے؟ جو پیوں کا محل میں بنا کرتی تھی آج خود قبر میں دھنستی ہوئی محسوس کر رہی تھی اب ان دکھوں کی قبر پر میں اپنی خوشیوں کا محل کیسے تعمیر کر سکتی ہوں۔؟"

☆☆

بڑی تنہا بڑی بے گل وہ بے آرام سی لڑکی نہ جانے چاہتی ہے کیا وہ اک گناہ سی لڑکی کبھی وہ دل کی ملکہ ہے کبھی سپنوں کی رانی ہے بڑی ہی خاص ہے خود میں نہ سمجھو عام سی لڑکی رواجوں کی اسیری ہی لکھی ہے اُس کی قسمت میں سمجھتی ہے کہ ہوں آزاد وہ غلام سی لڑکی نہ جانے اُس نے دل میں کون سا غم پال رکھا ہے پریشاں حال رہتی ہے کسی الزام سی لڑکی خدا جانے وہ کیوں خاموش رہتی ہے سر محفل کوئی آنکھیں پڑھے اُس کی تو ہے پیغام سی لڑکی اسے اندر سے جانے کون سا غم کھائے جاتا ہے کہ مرجھائی ہوئی رہتی ہے وہ گلفام سی لڑکی وہ جن سپنوں میں جیتی ہے وہ سپنے جان لے لیں گے بہت پچھتائے گی اک دن وہ بد انجام سی لڑکی ہیں اُس کی خواہشوں سے بھی بڑی مجبوریاں اُس کی بہت مایوس رہتی ہے وہ خوش اندام سی لڑکی غم دُنیا سے دل اُس کا بھرا ہے اس قدر لوگو کہ ہنستے میں بھی روتی ہے تھلکتے جام سی لڑکی نچاس دہر میں کیوں مانگتی ہے اپنی قیمت وہ نہیں معلوم یہ اُس کو وہ ہے بے دام سی لڑکی غریب شہر کے حالات کی کس کو خبر صاحب؟ کہ اپنے خواب تک نیچے ہے وہ نیلام سی لڑکی ہزاروں اس کے دیوانے مگر وہ تیری دیوانی تجھ ہی کو ڈھونڈنے میں ہو گئی ناکام سی لڑکی

☆☆☆



اٹھو نیناں بیٹا! دیکھو سورج سر پہ چڑھ آیا ہے تم ہو کہ ابھی تک سو رہی ہو،

امی جان۔۔۔۔۔ آج چھٹی کے دن تو سونے دیں، (نیند کے خمار میں نیناں نے کروٹ بدلتے ہوئے جواب دیا)

بیٹا ہمارے گھر ایک لڑکی مہمان آئی ہے، نیناں آنکھیں ملتے ہوئے خوشی سے اٹھ بیٹھی کیا مہمان؟

ہاں مہمانوں کی شیدائی، اٹھو اور ناشتہ کر کے اس مہمان لڑکی سے بات چیت کرنے کی کوشش کرو، نیناں کی بات کا جواب دیتے ہوئے شگفتہ صاحبہ باورچی خانہ کی طرف بڑھ گئیں نیناں جلدی سے اٹھی اور ہاتھ منہ دھونے کے بعد اپنی امی کے پاس باورچی خانہ میں آکر ناشتہ کرنے لگی۔

امی وہ لڑکی ہے کون؟ چائے بناتے ہوئے نیناں نے سوال کیا،

معلوم نہیں بیٹا وہ کون ہے؟ آپ کے بابا کو کام کے دوران لاوارث ملی تو اپنے ساتھ تھانہ لے گئے ایس ایچ او صاحب نے ہر ممکن کوششیں کیں کے اس سے کچھ جانچ پڑتال ہو سکے مگر اس کے ساتھ کوئی بہت بڑا حادثہ پیش آیا ہے۔ جس کی وجہ سے شاید بولنے کی سکت تک کھو بیٹھی ہے تھانہ پولیس چوکی میں بہت گھبرا رہی تھی ایس ایچ او صاحب نے اس لڑکی کو پریشان دیکھا اور چونکہ تمہارے بابا اُن کے بھروسے مند آفسر اور بال بچوں والے بھی ہیں اس لیے اس لڑکی ذات کو ہمارے پاس گھر بھیج دیا تاکہ اس بچی کی گھبراہٹ کم ہو اور یہ بولنے کے قابل ہو جائے، نیناں اپنی امی کی باتوں میں اس قدر رکھو گئی کہ کب چائے ابل کر چولہے پہ گرنے لگی نیناں کو ہوش ہی نہ رہا،، شگفتہ بیگم نے جلدی سے چولہا

بند کیا اور بات کو جاری رکھتے ہوئے بتایا بیٹا تمہاری ہم عمر ہے شاید تم سے مانوس ہو کر اپنے

بارے میں کچھ بتادے اس کے پاس جاؤ، بیٹا وہ بہت گھبرائی ہوئی چھت پر دھوپ میں بیٹھی ہے،

نیناں جو کہ غور سے اپنی امی کی باتیں سن رہی تھی جلدی سے اٹھی چائے کے دو کپ لے کر لڑکی کے پاس چھت پر آگئی، وہ لڑکی چھت پر رکھی چار پائی پہ بیٹھی انگلش اخبار پہ نظریں جمائے ہوئی تھی۔ نیناں لڑکی کی جانب چائے بڑھائی اور السلام علیکم کہا

لڑکی پھٹی پھٹی نظروں سے نیناں کی طرف دیکھنے لگی نہ تو اس نے سلام کا جواب دیا اور نہ ہی چائے کا کپ پکڑا، نیناں نے جب اس کی گھبراہٹ دیکھی تو مسکرا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی پیاری بہن! ڈرو مت میرا نام نیناں ہے ایک بار پھر چائے کا کپ اس کی جانب بڑھایا! لڑکی نے نیناں کی مسکراہٹ کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور حسرت بھری نگاہوں سے نیناں کو دیکھتے ہوئے چائے کا کپ تھام لیا۔ لڑکی کی آنکھوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے ایک ہمدرد مسیحا کی ضرورت ہے جسے نیناں نے واضح طور پر محسوس کیا تھا نیناں نے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھتے ہوئے لڑکی سے سوال کیا، آپ کا نام کیا ہے؟

کوئی جواب نہ ملنے پر نیناں اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے گویا ہوئی، میں آٹھویں جماعت کی طالبہ ہوں والدین کی اکلوتی لاڈلی بیٹی ہوں کیا تم میری بہن بنو گی؟ اس بار بھی کوئی جواب نہیں ملا، لڑکی نیناں کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو لڑکی نے دوبارہ اسی انگلش اخبار پر نظریں گاڑھ دیں نیناں چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے سوچنے لگی آخر یہ بولتی کیوں نہیں؟ نیناں ابھی محسوس میں ڈوبی ہوئی تھی کہ لڑکی کے چیخنے کی

آواز نے اُسے چونکا دیا، سن، سن، سن لڑکی کے ہاتھ میں انگلش اخبار اور اس کے چیخنے کے رد عمل کو دیکھتے ہوئے نیناں نے حیران ہو کر دو سوالی اور کیے،، سن سے کیا مراد ہے؟ اور تم اس طرح کیوں چلائی؟ مگر لڑکی پھر چپ سا دھ چکی تھی تبھی نیناں کے دل میں ایک خیال آیا کہ شاید یہ انگلش بولنا جانتی ہو، نیناں نے پھر اپنے تئیں کوشش کی ڈاٹ از یور نیم؟ اور لڑکی کی جانب بغور دیکھتے ہوئے اپنے جواب کا انتظار کرنے لگی جو اس وقت پوری کوشش کے باوجود بول نہیں پار رہی تھی اس کی حرکتیں کسی بھی بہتر انسان کے سامنے اسے پاگل قرار دینے کے لئے کافی تھیں شگفتہ بیگم بھی چھت پر آگئیں لڑکی کو بری طرح اپنا سر کھجاتے ہوئے دیکھ کر نیناں سے مخاطب ہوئیں، جو کہ چائے کے آخری دو گھونٹ پیتے ہوئے نکلنے کی باندھے کرسی سے ٹیک لگائے لڑکی کا بغور جائزہ لے رہی تھی۔ نیناں بیٹی، فی الحال اسے اپنے کپڑے وے دو نہا کر پہن لے گی! نہ جانے کتنے دن سے اسی طرح میلے کپڑوں میں گھر سے بے گھر پھر رہی ہے جب آئی تو پاؤں میں جوتا بھی نہیں تھا، کچھ دیر تک میں بازار جاؤں گی تو اس کے لئے کچھ نئے کپڑے اور ضروری سامان وغیرہ خرید لاؤں گی شگفتہ بیگم نے نیناں کو ساری بات سمجھاتے ہوئے کہا۔

نیناں نے ساری بات سن کر اثبات میں سر ہلایا اور حیرانی و پریشانی کے عالم میں لڑکی کا ہاتھ تھام کر سڑھیاں پھلانگتی ہوئی اسے اپنے ساتھ لے گئی، لڑکی بھی چپ چاپ نیناں کے ساتھ اُس کے کمرے میں آگئی تھی، نیناں نے اپنے کپڑے لڑکی کو دیتے ہوئے اسے غسل خانہ کا راستہ سمجھاتے ہوئے نہانے کا کہا تو لڑکی فوراً نہانے چلی گئی.....۔۔۔۔۔ (جاری ہے) ☆☆☆



کرشن چندر کا افسانہ  
”مامتا“

انتخاب: سارہ خان

کیا دل ہے ماں کا اور کتنی عجیب ہستی ہے اس کی؟ میں آنکھیں بند کیے سوچنے لگا۔ ماں کا دل، ماں کی محبت، مامتا، کس قدر عجیب جذبہ ہے، عالم جذبات میں اس کی نظیر ملنی محال ہے۔ نہیں یہ تو اپنی نظیر آپ ہے۔ ایک سنے کے دھندلکے میں اپنے بیمار بیٹے کو دیکھتی ہے اور چونک پڑتی ہے۔ لرز جاتی ہے۔ مامتا۔۔۔ کیا اس جذبے کا اساس محض جسمانی ہے، محض اس لیے کہ بیٹا ماں کے گوشت و پوست کا ایک ٹکڑا ہے؟ اور کیا ہم سچ سچ فلائیر کے تخیل کے مطابق اس کائنات میں اکیلے ہیں، تنہا، بے یار و مددگار، ایک دوسرے کو سمجھتے ہوئے بھی نا آشنا۔

☆☆☆

آپ بھی قدیم افسانوں کے اقتباس قلم کی روشنی کے لیے ای میل یا پی او بکس پہ ارسال کر سکتے ہیں

میری ڈائری سے۔ انچارج: علیہ ملک

معزز قارئین السلام علیکم! آپ کی ڈائری سے، سلسلہ پیش خدمت ہے آپ بھی اس سلسلے میں کسی بھی پسندیدہ مصنف کی تحریر سے کوئی اقتباس، پیاری بات، یا انتخاب قلم کی روشنی میگزین کی زینت بنانا چاہیں تو ہمیں ای میل یا پی او بکس پہ ارسال کر سکتے

اریہ بلوچ ملتان کی ڈائری سے۔

ساتھا خدا نے ہر فرعون کے لیے موسیٰ اور ہر موسیٰ کے لیے فرعون رکھا ہے۔ بچپن میں فرعون کے لیے موسیٰ تو میری سمجھ میں آجاتا تھا لیکن موسیٰ کے لیے

دورِ حاضر: بانو قدسیہ کی کتاب  
”راہِ روان“  
انتخاب: فاطمہ حسینی

اشفاق احمد نے بڑے کرب کی زندگی گزار لی، اس کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ وہ کسی کی دل آزاری کو سب سے بڑا گناہ سمجھتے تھے۔ ان پر یہ حقیقت نہ کھلی کہ دل شکنی زندگی کا ایک وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی کسی انسان کو دوسرے انسان پر آفت بنا کر نازل کر دیتا ہے، اور کبھی رحمت بنا دیتا ہے یہ سب اس کے کھیل ہیں۔ اس حقیقت کو طائف کے واقعہ یا رحمت و دو عالم پر کوڑا پھینکنی والی مائی کے حوالے سے سمجھنا چاہیے کہ ہمارے نبی نے کبھی ان لوگوں کو مورد الزام نہ سمجھا بلکہ یہی جانا کہ بیچارے لوگ مشیت کے ہاتھ میں اس آشوب کا ہتھیار بنے ہوئے ہیں۔ اس کو کیا کیا جائے کہ قدم قدم پر، ہر لمحہ ہر موسم اور ہر مقام پر دل ٹوٹتے ہیں۔ کبھی کسی غلط فہمی کے تحت کبھی خوش فہمی کے باعث دل شکنی ہو ہی جاتی ہے کبھی حسدِ تلنی کا باعث بنتا ہے اور کبھی طیش۔

فرعون؟ الجھا سا دیتا تھا۔ مگر جب شعور کی منازل طے کیں تو سمجھ میں آیا کہ حکومت اتنی ہی مضبوط ہوتی ہے جتنی کہ اس کی اپوزیشن۔ شہید کوئی تب ہی ہوتا ہے جب اسے شہید کرنے والا ہو۔ بت پاش بھی پیدا ہوتا ہے جب کوئی بت بنانے والا ہو۔ سکندر کوئی تب ہی بنتا ہے جب اسے کوئی ہرانے والا ہو، بلا مقابلہ تو کبھی بھی کوئی سکندر نہیں بن سکتا۔ ہر سحر کے لیے رات اور ہر خزاں کے لیے بہار لازم ہے۔ منصور کوئی تب ہی بنتا ہے جب کوئی اس کو وار پر لٹکانے والا ہو، سولی پہ نہیں لٹکے گا تو منصور الحق نہیں بنے گا، کفر کے فتوے کے ساتھ جیے گا، پھندہ گلے میں جھولے گا تو منصور الحق بن جائے گا۔ آج شہر بھر میں بہت ہنگامہ تھا معلوم ہوا

اک بار پھر عشق کو سپرد دار کر دیا گیا ہے، مگر اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔ عشق نام ہی فنا کا ہے، عشق سرمانگتا ہے۔ عشق کی فنا میں ہی بھا پو شیدہ ہے۔

ثوبیہ اجمل ساہیوال کی ڈائری سے۔

کچھ محبتیں پھولوں کی طرح ہوتی ہیں، خاموش لیکن ان کی مہک ان کے ہونے کا احساس دلاتی ہے۔ کچھ محبتیں لپکتے شعلوں کی طرح ہوتی ہیں، کہ ان میں جلنے والے خود بھی جلتے ہیں اور ان کے قریب رہنے والے بھی یہ پیش محسوس کرتے ہیں، تب اظہار کی ضرورت کب رہتی ہے۔ کچھ محبتوں میں ندی کی سی روانی ہوتی ہے اور کچھ میں دریاؤں کی سی طغیانی، کچھ ٹوٹنے والے تاروں کی طرح ہوتی ہیں۔ آنا فنا چمک کر فنا ہو جانے والی محبتیں۔ کچھ محبتیں قطبی ستاروں کی طرح پائیدار اور مستقل راہ دکھانے والی ہوتی ہیں، کچھ اندھیروں میں روشنی بن کر جگمانے والی محبتیں، کچھ آبشاروں کی طرح ہوتی ہیں کہ جب نچھاور ہوتی ہیں تو شور مچاتی ہیں اور گنگناتی ہیں۔ اور کچھ دور پر بتوں کے دامن سے پھوٹنے والے جھرنوں کی طرح ٹھنڈی ٹھنڈی، دھیمی دھیمی شفاف محبتیں جو جینے کا عزم عطا کرتی ہیں۔

سمیرا بابر کراچی کی ڈائری سے۔

رشتے اس آکسیجن کی طرح ہوتے ہیں جن کے بغیر ہمیں سانس بھی نہیں آتی۔ انسان چاہے کتنا ہی دور چلا جائے، بھلے رشتوں سے بھاگتا پھرے لیکن ایک دن نڈھال ہو کر اپنے اصل کی طرف لوٹنا ضرور ہے۔ رشتے اس ٹانگ کی طرح ہوتے ہیں جو ہمیشہ ہمیں



رہنا ہی علم والا ہونا کہلاتا ہے۔

## اینلامرضی ڈسکہ کی ڈائری سے۔

ثبث اور مضمی سوچ۔

مجھے آج دو علما بہت شدت سے یاد آ رہے ہیں جن میں بحث چھڑ گئی، ایک کو ثبث کوائف جمع کروانے تھے اور دوسرے کو مضمی۔ اس ریاضت کے درمیان دونوں کے چہرے کے خدخال کیا ہوں گے، مجھے واضح نظر آ رہا ہے۔ ثبث محقق کا چہرہ پیش رفت پر کھل اٹھا، جبکہ دوسرے محقق کے نقوش ضرور ایسے ہوں گے جس سے بچہ بھی چالاک و مکاری سونگھ کر خوفزدہ ہو جائے۔ ہمارے ہاں بھی ایسا ہی ہے کہ ہر کوئی دوسرے پر کچھڑ اچھالنے میں لگا رہتا ہے۔ ہم خود سوچ سکتے ہیں کہ گھن کس سے آئے گی پھول چننے والے سے یا کچھڑ اچھالنے والے سے۔ یاد رکھیے ہر ثبث پہلو نورانیت کا گہوارہ ہوتا ہے۔ اپنی سوچ کو شفاف رکھیں اور کھلے دل و دماغ سے ہر چیز کو قبول کریں۔

## از: حافظ محمد ذیشان زاہد

یہود و انصاری کا ہر تہوار ہماری تہذیب اور ثقافت کے خلاف تیز تلوار ہے مردہ ضمیری ہے کہ ہم ان تلواروں سے اپنی صاف شفاف تہذیب اور اسلام کا چہرہ داغدار کر رہے ہیں ہمیں اپنے ضمیر کو جگانا ہو گا تا کہ ہم اپنی تہذیب اور اسلام کو داغدار ہونے سے بچا سکیں۔ دنیا کی تمام بیدار قومیں اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی قوم نے اپنی تہذیب کو بیگانہ تہذیبوں کی یلغار کا نشانہ بننے اور تباہ و برباد ہونے دیا تو نیست و نابود ہی اس قوم کا مقدر بن جائے گی۔ غلبہ اسی قوم کو حاصل ہوا ہے جس کی تہذیب غالب رہی ہے تہذیب و ثقافت کا غلبہ بہت ممکن ہے کہ سیاسی، اقتصادی، اور فوجی غلبے کی مانند ہمہ گیر برتری کا پیش خیمہ۔ تہذیب و ثقافت قوموں کے تشخص کا اصلی سرچشمہ ہے۔ قوم کی تہذیب اسے ترقی یافتہ، باوقار، قوی و توانا، عالم و دانشور، فزکار، ہنرمند اور

تمہارے وہ الفاظ ہیں جو تم اپنی گفتگو میں استعمال کرتی ہو، اور یہ کانٹے اس تلخ لہجے کی طرح ہیں جو تمہارے لفظوں کی اہمیت کو گھناتے ہوئے دوسروں کے دلوں میں چبھتے ہیں۔ تمہارے لفظ کتنے ہی خوبصورت ہوں مگر تمہارے تلخ لہجے کی وجہ سے لوگ تمہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے جس طرح تم اس پھول کو دیکھ رہی تھیں۔ گفتگو میں اعتدال تو لازم ہے ہی مگر لہجہ خوبصورت نہ ہو تو اسی طرح دلوں کو زخمی کر دیتا ہے جس طرح تمہارا ہاتھ اس کانٹے سے زخمی ہوا۔ اس لیے کم بولو، اچھا بولو اور بیٹھا بولو۔

## عاصمہ عزیز اوپنڈی کی ڈائری سے۔

علم اور تعلیم۔

تعلیم اور علم میں بہت فرق ہوتا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ انسان کا علم یافتہ ہونا ضروری نہیں۔ موجودہ دور میں انسان تعلیم یافتہ تو ہوتا جا رہا ہے، لیکن اس میں علم کا فقدان ہے۔ آج ڈگریوں کے پلندے اکٹھے کر کے انگریزی کے الفاظ بول کر اعلیٰ عہدے پر فائز ہو جانا تعلیم یافتہ کہلاتا ہے۔ تعلیم کی اس قسم سے انسان مادی اور دنیاوی اعتبار سے تو ترقی کی منازل طے کر رہا ہے لیکن انسان کے باہمی رویوں اور اخلاقی سدھار کے لیے یہ تعلیم انسان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکی۔ آج کے دور میں ہمارا معاشرہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اخلاقی زوال کا شکار ہوتا جا رہا ہے، اس کی وجہ معاشرے میں علم کا فقدان ہے، ہم اپنے بچوں کو انگریزی کی کتابیں پڑھا کر یہی زبان سکھا کر، ماڈرنائزڈ قوم تو بناتے جا رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ بہت سی اخلاقی اور معاشرتی برائیاں جنم لے رہی ہیں۔ علم کسی بھی قوم کو محض ترقی کی طرف نہیں لے کر جاتا، بلکہ انسان کو شخصی اعتبار سے سنوارنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔ یہ اپنے معاشرتی اور اخلاقی اصولوں کو چھوڑ کر کسی قوم یا ملک کی اندھا دھند تقلید کا نام نہیں بلکہ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے مذہبی اور معاشرتی اصولوں پر کاربند

طاقت اور ہمت بخشتے ہیں، رشتے وہ یگانگت ہیں جس سے پوری دنیا سے لڑا جاسکتا ہے، اور پوری دنیا کو فتح بھی کیا جاسکتا ہے۔ رشتوں کی خوبصورتی برداشت کرنے میں ہے۔ رشتے اپنے ہونے کا احساس ہمیشہ دلاتے رہتے ہیں انسان چاہے بھی تو ان سے کبھی منہ نہیں موڑ سکتا، رشتے ہی انسان کی اصل شناخت ہوتے ہیں۔ رشتے وہی پائیدار ہوتے ہیں جو خلوص پر مبنی ہوں۔

## انعم خان آسٹریلیا کی ڈائری سے۔

دنیا۔

دنیا نانی ہے، موت برحق ہے۔ ہر ذی روح کو ایک نہ ایک دن اس دنیا سے جانا ہے اور موت کا ذائقہ بھی چکھنا ہے۔ روز محشر اللہ سے ملنا ہے۔ پھر لازم ہے کہ حق اور باطل کا شعور ذہن میں رکھا جائے۔ نیکی اور بدی کا اختیار اللہ نے انسان کو دیا ہے۔ نفس کی غلامی سے بہتر پرہیز گاری ہے۔ جس کا ایمان پختہ ہوگا جنت اسی کی ہوگی۔ اور دونوں جہانوں میں بھی جیت اسی کی ہوگی۔

## کوثر جہاں کراچی کی ڈائری سے۔

باغبانی کرتے ہوئے حنا مسکراتے ہوئے ایک گلاب کے پھول کی طرف متوجہ ہوئی اسے تھوٹنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ایک کانٹے سے ہاتھ زخمی ہو گیا۔ اس نے کراہتے ہوئے ہاتھ جھٹکا اور حقارت سے گلاب کے پھول کی طرف دیکھنے لگی۔ پاس ہی بیٹیج پر بیٹھی نیلم آ پاپیہ سارا منظر دیکھ رہی تھیں وہ حنا کی طرف بڑھیں۔ کیا ہو حنا مسکراتے مسکراتے چہرے پہ یہ تلخی کیوں؟

دیکھیں نا آپا اس پھول نے میرا ہاتھ زخمی کر دیا ہے۔ نیلم آ پاپیہ مسکرائیں اور کہا۔ گلاب نے نہیں حنا اس کا کاٹا تمہارے زخم کی وجہ بنا ہے۔

حنا بولی، ایک ہی بات ہے آپا۔ نہیں حنا ایک بات نہیں ہے۔ اچھا چلو مان لو کہ یہ نرم اور رنگین پھول







مرزا اسد اللہ خان غالب اردو زبان کے سب سے بڑے شاعر سمجھے اور مانے جاتے ہیں۔ غالب کی عظمت کا راز صرف غالب کی شاعری کے حسن اور بیان کی خوبی ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ غالب کا اصل کمال یہ ہے کہ وہ زندگی کے حقائق اور انسانی نفسیات کو گہرائی میں جا کر سمجھتے تھے اور بڑی سادگی سے

عام لوگوں کے لیے بیان کر دیتے تھے۔ غالب جس پر آشوب دور میں پیدا ہوئے اس میں انہوں نے مسلمانوں کی ایک عظیم سلطنت کو برباد ہوتے ہوئے اور باہر سے آئی ہوئی انگریز قوم کو ملک کے اقتدار پر چھاتے ہوئے دیکھا۔ غالباً یہی وہ پس منظر ہے جس نے ان کی نظر میں

گہرائی اور فکر میں وسعت پیدا کی مرزا غالب کا نام اسد اللہ بیگ خاں تھا۔ باپ کا نام عبداللہ بیگ تھا۔ آپ دسمبر ۱۷۹۷ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ غالب بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے ان کی پرورش ان کے چچا مرزا نصر اللہ بیگ نے کی لیکن آٹھ سال کی عمر میں ان کے چچا بھی فوت ہو گئے۔ نواب احمد بخش خاں نے مرزا کے خاندان کا انگریزوں سے وظیفہ مقرر کر دیا۔ تیرہ سال کی عمر میں ان کی شادی نواب احمد بخش کے چھوٹے بھائی مرزا الہی بخش خاں معروف کی بیٹی امراء بیگم سے ہو گئی شادی کے بعد انہوں نے اپنے آبائی وطن کو خیر باد کہہ کر دہلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ شادی کے بعد مرزا کے اخراجات بڑھ گئے اور مقروض ہو گئے۔ اس دوران میں انہیں مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور قرض کا بوجھ مزید بڑھنے لگا۔ آخر مالی پریشانیوں سے مجبور ہو کر غالب نے قلعہ کی ملازمت



اختیار کر ۱۸۵۰ء میں بہادر شاہ ظفر نے مرزا غالب کو نجم الدولہ دبیر الملک نظام جنگ کا خطاب عطا فرمایا اور خاندان تیموری کی تاریخ لکھنے پر مامور کر دیا اور ۵۰ روپے ماہور مرزا کا وظیفہ مقرر ہوا۔

غدر کے بعد مرزا کی سرکاری پینشن بھی بند ہو گئی۔ چنانچہ انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مرزا نے نواب یوسف علی خاں والی رام پور کو امداد کے لیے لکھا انہوں نے سو روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا جو مرزا کو تادم حیات ملتا رہا۔ کثرت شراب نوشی کی بدولت ان کی صحت بالکل تباہ ہو گئی مرنے سے پہلے بے ہوشی طاری رہی اور اسی حالت میں ۱۵ فروری کو انتقال فرمایا۔ غالب کے بارے

میں عبادت بریلوی لکھتے ہیں غالب زبان اور لہجے کے چابک دست فنکار ہیں۔ اردو روزمرہ اور محاورے کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس کی سادگی دل میں اتر جاتی ہے۔ "عبدالرحمن بجنوری لکھتے ہیں کہ، "ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں "وید مقدس" اور "دیوان غالب"۔" اردو شاعری میں مرزا کی حیثیت ایک درخشاں ستارے کی سی ہے۔ انہوں نے اردو شاعری میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اسے نئے نئے موضوعات بخشے اور اس میں ایک انقلابی لہر دوڑادی۔ ان کی شاعری میں فلسفیانہ خیالات جا بجا ملتے ہیں۔ غالب ایک فلسفی ذہن کے مالک تھے۔ انہوں نے زندگی کو اپنے طور پر سمجھنے کی بھرپور کوشش کی اور ان کے تخیل کی بلندی اور شوخی فکر کا راز اس میں ہے کہ وہ انسانی زندگی کے نشیب و فراز کو شدت سے محسوس کرتے ہیں۔ غالب انسانی زندگی کے مختلف

پہلوؤں کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔ اس کے بنیادی معاملات و مسائل پر غور و فکر کرتے ہیں۔ اس کی ان گنت گتھیوں کو سلجھا دیتے ہیں۔ انسان کو اس کی عظمت کا احساس دلاتے ہیں اس کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا سکھاتے ہیں۔ اور نظام کائنات میں اس کو نئے آسمانوں پر اڑاتے ہیں۔ غالب کی شاعری اس اعتبار سے بہت بلند ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ ان کی شاعری کے انہی عناصر نے ان کو عظمت سے ہمکنار کیا ہے۔ لیکن جس طرح ان کی شاعری میں ان سب کا اظہار و ابلاغ ہوا ہے۔ وہ بھی اس کو عظیم بنانے میں برابر کے شریک ہیں۔ غالب کی شاعری کا اثر جو اس پر شدت سے ہوتا ہے وہ ان میں غیر شعوری طور پر ایک ارتعاش کی کیفیت پیدا کرتی ہے اور اسی ارتعاش کی وجہ سے اس کے پڑھنے اور سننے والے کے ذہن پر اس قسم کی تصویریں ابھرتی ہیں۔ ان کے موضوع میں جو وسعتیں اور گہرائیاں ہیں اس کا عکس ان کے اظہار و ابلاغ میں بھی نظر آتا ہے۔ ان گتھناصر کے امتزاج سے اس کی تشکیل ہوتی ہے۔ غالب کی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت ان کا منطقی اور استدلالی انداز بیان ہے بقول پروفیسر اسلوب احمد انصاری: "یعنی غالب صرف جذبات کا تجزیہ ہی نہیں کرتے بلکہ ان میں باہمی تعلق پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ محبت ان کے لیے کوئی ایسا جذبہ نہیں جو فطری طریقے سے دکش محاکات میں ڈھل جائے۔ بلکہ یہ ایک گرم تیز رو ہے جو پوری شخصیت کے اندر انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ غالب صرف اشاروں سے کام نہیں لیتے بلکہ اپنے نرم و لطیف، احساسات و کیفیات کا تجزیہ کرتے اور ان پر استدلال کرتے ہیں۔" (جاری ہے) باقی آئندہ شمارے میں ☆☆☆



مویج ہوا کے ہاتھ میں اسکا سراغ ہے  
خوشبو بتا رہی ہے کہ وہ راستے میں ہے  
----- نعیم رضا صدیقی۔۔۔۔۔ رحیم یار خان

خدا نے عشق میں کیا امتزاج رکھا ہے  
وہی جو مرض ہے اسکو علاج رکھا ہے  
----- شائکہ کراچی

وہ تو جا لے کے بھی ویسا ہی سب کے نام رہا  
عشق کے باب میں سب جرم ہمارے نکلے  
ساجدہ نعیم۔۔۔۔۔ لاہور

سنا ہے عشق نام کے گزرے ہیں اک بزرگ  
ہم بھی مرید اسی سلسلے کے ہیں  
----- کرن کراچی

عشق کو بھی عشق ہو پھر میں دیکھوں عشق کو  
کیسے روئے کیسے تڑپے عشق اپنے عشق میں  
----- روباعلی اسلام آباد

اے عشق یہ سب دنیا والے بے کار کی باتیں کرتے ہیں  
پاں کے غموں کا علم نہیں جھنکار کی باتیں کرتے ہیں  
----- زارا خان راولپنڈی

یہ عشق و محبت ... سمجھ سے بالاتر ہے،  
علم ہو تو عالم ہوتے فن ہوتا تو ماہر ہوتے  
----- عثمان شاہ لاہور

فرحت جمال۔۔۔۔۔ حیدرآباد  
کتاب زیست میں ہوگی رقم کہانی نئی  
لکھوں گی عشق ، محبت ، وفا ، وصیت

ہا۔۔۔۔۔ سرگودھا  
**اپنی تخلیق**  
نظم

رفعت خان  
وہ قلم کے آسرے پر زندگی کرتی رہی،  
درد و غم سہتی رہی اور شاعری کرتی رہی

جذب قلب و شدت احساس کی ماری ہوئی،  
نارسا ہے غربت و افلاس کی ماری ہوئی  
لاچار ہے مجبور ہے تو کیا ہوا،  
وہ قلم کی پاساں معذور ہے تو کیا ہوا!  
اس کو اقلیم سخن کی تاجور ایسا کیا،  
اس کو فطرت نے ودیعت اک ہنر ایسا کیا  
اُس کی خاطر گنبدِ افلاک روشن ہو گئے،  
افلاک کیا! آفاق کے آفاق روشن ہو گئے  
وہ سحر کی تازگی بھی اور آندھیری رات بھی،  
اُس کے لہجے میں کھلتا ہے شعور ذات بھی  
وہ شکستہ پا ہے لیکن اس کا عزم سر بلند،  
اہل دل کی آبرو ہے غم زدوں کی درد مند  
اپنے ٹوٹے دل کی جیسے ترجمانی بن گئی،  
وہ! کہانی لکھتے لکھتے خود کہانی بن گئی۔  
دشتوں کی بھیڑ میں وہ کھونہ جائے دوستو!،  
دیکھنا پامال ہی وہ ہو نہ جائے دوستو!

☆☆☆

### غزل

(شہناز شازی ممبئی انڈیا)

زندگی کے سب مسائل، تانے بانے برقرار  
پھر بھی تیری یاد کے منظر سہانے برقرار  
گو مصافحہ مسکرا کر لوگ کرتے ہیں مگر  
دل میں ان کے رنجشوں کے شاخسانے برقرار  
پوچھا ہے ان کی ترجیحات کا مجھ کو یقین  
آج بھی مجھ سے نہ ملنے کے بہانے برقرار  
گرچہ تجدیدِ ملن کا کوئی امکان تک نہیں  
پھر بھی مبہم آس کے سب شامیانے برقرار  
وہ انا کے زعم کی شدت پسندی پر مصر  
دل کی بستی میں مگر اس کے ٹھکانے برقرار  
گا ہے گا ہے دل تو شازی کرتا ہے من مانیاں  
جبکہ اس پہ ہیں خرد کے تازیانے برقرار

☆☆☆

### غزل

ار یہ بلوچ، ملتان

نصیب کے آتش داں میں جل رہے ہیں،  
وہ خواب جو آنکھوں میں پل رہے ہیں۔  
دیکھ رہے ہو جو آج یہ مسکراتی آنکھیں،  
ان میں اجڑے خوابوں کے جنگل رہے ہیں۔  
پڑے ہیں من مندر میں کئی مسخ لاشے،  
پھر بھی فہرست زندگان میں ہم اول رہے ہیں  
مقدر سے ہار جانے والے ولی کے مزار پر،  
حیراں ہوں، لوگوں کے مقدر کیسے بدل رہے ہیں  
ہاں پھر سے وہی دریا وہی دنیا وہی کچا گھڑا ہوگا،  
عاشقوں کے لیے یہ دستور اٹل رہے ہیں  
میرے غریب چراغ کی جلتی لو دیکھ کرم،  
ہواں کے تیور و انداز کتنے بدل رہے ہیں  
غم و درداں کی عنایت ہے یہ شکستہ حالی،  
اور درویش کہتے ہیں تم پہ سیاہ عمل رہے ہیں  
نہیں معلوم ہمیں جینا کسے کہتے ہیں،  
ہم تو ازل سے مرید خانقاہ اجل رہے ہیں

☆☆☆

نظم۔۔۔۔۔ مجھے اب معاف تم کر دو

فرحی خان۔

سنو!

مجھے ایسا تو نہ سمجھو،

کہ میں ہوں آئینے جیسی۔

جو بھی سامنے آئے،

اُسی کی ہو میں جاتی ہوں،

سنو!

کچھ حالات تھے ایسے

بہت مجبور تھی میں تب،

نہ سوچا تھا کبھی ایسا

کہ تجھ کو چھوڑ جاؤں گی۔

سنو!



مجھے ایسا تو نہ سمجھو  
کہ میں ہوں آئینے جیسی،  
جو بھی سامنے آئے  
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔  
سنو!

میں مانتی ہوں کہ  
کیا ہے جرم جو میں نے،  
نہیں معافی کے قابل وہ مگر  
تم سے گزارش ہے،  
مجھے اب معاف تم کر دو،  
خدا راقسم ہے مجھ کو  
کہ پھر ایسا نہیں ہوگا۔  
سنو! نہیں میں مانگتی کچھ بھی  
نہیں میں چاہتی کچھ بھی،  
مگر اتنی سی گزارش ہے۔  
مجھے اب معاف تم کر دو  
سنو!

مجھے ایسا تو نہ سمجھو  
کہ میں ہوں آئینے جیسی،  
جو بھی سامنے آئے  
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔  
چلو!  
میں مان لیتی ہوں  
کہ میں ہوں آئینے جیسی،  
جو بھی سامنے آئے  
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔  
مگر یہ یاد رکھنا تم کہ جب آئینہ ٹوٹ جاتا ہے،  
لاکھ کوشش کرو پھر بھی  
جڑتا نہیں ہے یہ  
سنو!

اک کام اب کر دو،  
اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے

اسے تم اب گرا کر  
یہ آئینہ توڑ ہی ڈالو،  
مجھے معاف کر دو اور  
یہ کہانی ختم ہی کر دو۔  
☆☆☆

### مانا نہیں محبت تھی،

عروج فاطمہ سیدہ

مانا نہیں محبت تھی،  
بیچ میں ہم دونوں کے،  
مگر میرے ہمد،  
ایسا کیوں پھر ہوتا ہے۔  
تمہارا نام سنتے ہی،  
دھڑکن تیز ہوتی ہے،  
محبت یوں ہی نہیں ہوتی،  
بہت نایاب ہوتی ہے۔  
سب ہی کچھ پالیا تم نے،  
مگر اک بات بتا جانا،  
تم خوش ہو یا پھر؟  
فرضی ہنسی سے کام لیتے ہو۔  
میری طرح تم بھی،  
غموں سے چور رہتے ہو؟  
میری آنکھوں میں،  
دیکھ کر جانا تم  
یہ کیوں نہیں کہتے۔  
میں خوش ہوں،  
بہت خوش ہوں،  
نہیں آتی ہے،  
یاد مجھ کو تمہاری،  
کچھ بھی یاد نہیں ہے مجھ کو۔ بتاؤ نہ میرے ہمد،  
یہ سب کچھ تم کیوں نہیں کہتے؟؟؟

☆☆☆

### نظم --- میں ہوں ایک ایسی قیدی،

انمول شیخ۔ حیدرآباد

میں ہوں ایک ایسی قیدی،  
اب چاہ نہیں جس کو آزادی کی  
امید کی دہلیز پر،  
دم توڑتی ہوئی،  
آخری خواہش ہوں شاید۔  
چلتی تو ہیں سانسیں اب بھی،  
دم آس نے توڑ دیا ہے...  
جب ساتھ سب نے چھوڑ دیا ہے،  
معاشرے کی حقیقت کو کھوجتے ہوئے  
میں نے اپنا آپ کہیں کھو دیا ہے  
☆☆☆

### نظم --- یادیں پیچھا کرتی ہیں

وجیہہ سحر

یادیں پیچھا کرتی ہیں  
زندگی کے سفر میں  
یادیں پیچھا کرتی ہیں،  
گزرے وقت سے  
اٹوٹ رشتہ بناتی ہیں۔  
کبھی لمحوں میں  
صدیوں کا حساب مانگتی ہیں،  
اشک بن کر  
آنکھوں میں ٹھہر جاتی ہیں۔  
خلوت میں چپکے سے  
سرگوشیاں کرتی ہیں،  
کبھی ہنساتی ہیں  
کبھی رلاتی ہیں۔  
پچھڑے ہوئے  
لوگوں سے آن ملاتی ہیں،  
برباد لوگوں کا  
کیسے مذاق اڑاتی ہیں۔



مجھے ایسا تو نہ سمجھو  
کہ میں ہوں آئینے جیسی،  
جو بھی سامنے آئے  
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔  
سنو!

میں مانتی ہوں کہ  
کیا ہے جرم جو میں نے،  
نہیں معافی کے قابل وہ مگر  
تم سے گزارش ہے،  
مجھے اب معاف تم کر دو،  
خدا راقسم ہے مجھ کو  
کہ پھر ایسا نہیں ہوگا۔  
سنو! نہیں میں مانگتی کچھ بھی  
نہیں میں چاہتی کچھ بھی،  
مگر اتنی سی گزارش ہے۔  
مجھے اب معاف تم کر دو  
سنو!

مجھے ایسا تو نہ سمجھو  
کہ میں ہوں آئینے جیسی،  
جو بھی سامنے آئے  
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔  
چلو!  
میں مان لیتی ہوں  
کہ میں ہوں آئینے جیسی،  
جو بھی سامنے آئے  
اُسی کی ہو میں جاتی ہوں۔  
مگر یہ یاد رکھنا تم کہ جب آئینہ ٹوٹ جاتا ہے،  
لاکھ کوشش کرو پھر بھی  
جڑتا نہیں ہے یہ  
سنو!

اک کام اب کر دو،  
اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے

اسے تم اب گرا کر  
یہ آئینہ توڑ ہی ڈالو،  
مجھے معاف کر دو اور  
یہ کہانی ختم ہی کر دو۔  
☆☆☆

### مانا نہیں محبت تھی،

عروج فاطمہ سیدہ

مانا نہیں محبت تھی،  
بیچ میں ہم دونوں کے،  
مگر میرے ہمد،  
ایسا کیوں پھر ہوتا ہے۔  
تمہارا نام سنتے ہی،  
دھڑکن تیز ہوتی ہے،  
محبت یوں ہی نہیں ہوتی،  
بہت نایاب ہوتی ہے۔  
سب ہی کچھ پالیا تم نے،  
مگر اک بات بتا جانا،  
تم خوش ہو یا پھر؟  
فرضی ہنسی سے کام لیتے ہو۔  
میری طرح تم بھی،  
غموں سے چور رہتے ہو؟  
میری آنکھوں میں،  
دیکھ کر جانا تم  
یہ کیوں نہیں کہتے۔  
میں خوش ہوں،  
بہت خوش ہوں،  
نہیں آتی ہے،  
یاد مجھ کو تمہاری،  
کچھ بھی یاد نہیں ہے مجھ کو۔ بتاؤ نہ میرے ہمد،  
یہ سب کچھ تم کیوں نہیں کہتے؟؟؟

☆☆☆

### نظم --- میں ہوں ایک ایسی قیدی،

انمول شیخ۔ حیدرآباد

میں ہوں ایک ایسی قیدی،  
اب چاہ نہیں جس کو آزادی کی  
امید کی دہلیز پر،  
دم توڑتی ہوئی،  
آخری خواہش ہوں شاید۔  
چلتی تو ہیں سانسیں اب بھی،  
دم آس نے توڑ دیا ہے...  
جب ساتھ سب نے چھوڑ دیا ہے،  
معاشرے کی حقیقت کو کھوجتے ہوئے  
میں نے اپنا آپ کہیں کھو دیا ہے  
☆☆☆

### نظم --- یادیں پیچھا کرتی ہیں

وجیہہ سحر

یادیں پیچھا کرتی ہیں  
زندگی کے سفر میں  
یادیں پیچھا کرتی ہیں،  
گزرے وقت سے  
اٹوٹ رشتہ بناتی ہیں۔  
کبھی لمحوں میں  
صدیوں کا حساب مانگتی ہیں،  
اشک بن کر  
آنکھوں میں ٹھہر جاتی ہیں۔  
خلوت میں چپکے سے  
سرگوشیاں کرتی ہیں،  
کبھی ہنساتی ہیں  
کبھی رلاتی ہیں۔  
پچھڑے ہوئے  
لوگوں سے آن ملاتی ہیں،  
برباد لوگوں کا  
کیسے مذاق اڑاتی ہیں۔







# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### ہم خاص کیوں ہیں :-

- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ☆ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کپریسڈ کوالٹی
- ☆ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریخ
- ☆ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریخ
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

# WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan



Like us on  
Facebook

[fb.com/paksociety](http://fb.com/paksociety)



[twitter.com/paksociety1](http://twitter.com/paksociety1)



# ”دستکاریاں“

انجمن  
عظمیٰ فردوس سعیدی تریب

چپکادیں۔ آپ کارنگ برنگ قلم دبوچ تیار ہے۔

۲۔ پرانا مرتبان اور دھاگے کی مدد سے:

درکار چیزیں: پرانا پلاسٹک یا شیشے یا ایلو مینیم کا چھوٹا مرتبان، موتی یا ادن کے موٹے دھاگے (مختلف رنگوں کے)، گرم گلو

طریقہ: مرتبان لیں اس پر گرم گلو گن کی مدد سے من پسند رنگوں کے دھاگوں کو باری باری نیچے سے اوپر تک



کس کر لپٹتے ہوئے مکمل کریں۔

۳۔ ٹین کا کین اور بڑا بینڈ کی مدد سے:

درکار چیزیں: پرانا ٹین کا من پسند ناپ کا کین، مختلف رنگوں کے بڑے بینڈز

طریقہ: ٹین کا کین لیں اور اس پہ رنگین بینڈز نیچے



سے اوپر تک ایسے چڑھائیں کہ کوئی جگہ خالی نہ رہے۔

۴۔ پرانی چوڑیوں کی مدد سے: چوڑیاں، گتے کا رول، سفید گوند، پینڈے کو ڈھانپنے کے لیے گولائی میں کٹا گتہ:

طریقہ: سب سے پہلے رول کو گولائی میں کٹے گتے کے ٹکڑے کو سفید گوند کی مدد سے جوڑیں۔ سوکھنے پہ سارے رول پہ سفید گوند لگا کر رول کو چوڑیوں سے بھر دیں۔ ارے کتنی آسانی سے کٹکھانا قلم دبوچ تیار ہے۔

ہے۔ شروع کرنے سے پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لی جائیں۔

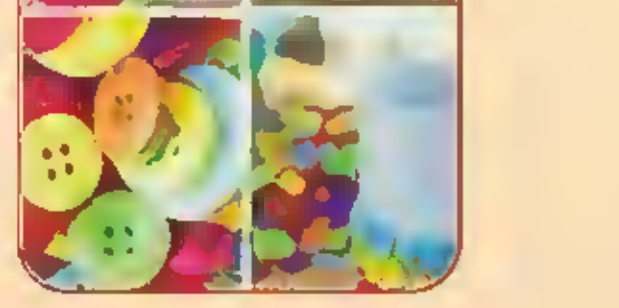
۰۔ بچوں سے خاص گزارش ہے کہ جو ہم سکھائیں براہ مہربانی اپنے والدین یا بڑوں کی زیر نگرانی احتیاط کے ساتھ بنائیں۔

۰۔ آپ کو کئی بار ”گرم گوند“ کی ضرورت پڑے گی تو والدین سے خاص التماس ہے کہ بچے کو گرم گوند خود لگا کر دیں اور اگر تیجی کے استعمال کی ضرورت پڑے تو خود کاٹیں تاکہ بچہ نقصان سے محفوظ رہے۔ آئیے ہم اپنی پہلی کاریگری بچوں سے شروع کریں۔ آج ہم بنائیں گے

۱۔ ”قلم دبوچ“ یعنی پنسل ہولڈر۔ پرانے ٹین اور گتے کی مدد سے:

رنگین پرانے ٹین (مختلف ناپ کے)، سفید گوند، گول شکل کا گتے کا رول، رول کے پینڈے کے دائرے کے ناپ کا کٹا گول گتہ، سفید رنگ، رنگ کرنے کے لیے برش۔

طریقہ: سب سے پہلے ہولڈر کی جتنی لمبائی چاہیے اتنی رکھ کر زائڈ کاٹ دیں پھر پینڈے پہ گوند لگا کر گتے کے گول ٹکڑے کو چپکادیں پھر پورے رول کو سفید رنگ کر لیں جب سوکھ جائے تو سفید گوند کی مدد سے رنگ



دستکاری سے مراد وہ اشیاء جو ہاتھ سے تیار کی جاتی ہیں۔ دستکاریوں کی تیاری میں مواد کے ساتھ ساتھ سب سے اہم چیز ہنر اور صلاحیت ہے۔ فیکٹریوں اور گھریلو دونوں سطح پہ تیاری جانے والی دستکاریاں آمدنی کا ذریعہ ہیں۔ مشینوں سے تیار کی جانے والی مصنوعات کی بہ نسبت ہاتھ سے بنی چیزوں کی مانگ عوام میں زیادہ ہے۔ ان دستکاریوں میں شیشہ سازی اور کندہ کاری کا نفیس کام، ظروف سازی، جانوروں کی کھالوں سے تیار کی جانے والی مصنوعات، چنیوٹی لکڑی پہ کندہ کاری والی مصنوعات اور ہاتھ سے تیار شدہ جوتے اور بیٹھار پاکستانی خوبصورت دستکاریوں کی مانگ پوری دنیا میں پائی جاتی ہے۔ ایسے لاجواب ہنر ہر انسان کا خاصہ نہیں ہوتے بلکہ یہ خداداد صلاحیتیں ہوتی ہیں جو خاص لوگوں کو عطا ہوتی ہیں اور ہر ہنرمند اپنے ہاتھوں سے ہنر کے ایسے بے مثال شاہکار تخلیق کرتا ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اب آتے ہیں کام کی بات کی طرف چونکہ ہم آپ کو یہ ہنر تو نہیں سکھا سکتے لیکن ہم آپ کے لیے ایک مختلف لیکن بڑا دلچسپ اور انوکھا سلسلہ شروع کر رہے ہیں جس میں آپ کو ان چیزوں کے بارے میں بتائیں اور سیکھائیں گے کہ جنہیں ہم ناکارہ اور فضول سمجھ کر کوڑے دان کی نظر کر دیتے ہیں کہ انہیں دوبارہ استعمال میں لا کر کیسے مختلف آرائشی چیزیں بنا سکتے ہیں جو خوبصورت تو ہوں گی ہی لیکن دلچسپی کی بات یہ کہ بہت کم قیمت میں آپ کے اپنے ہاتھوں کی تخلیق ہوگی اور میرے خیال میں اس سلسلے کی یہی سب سے پیاری اور خوبصورت بات ہوگی کہ آپ جب جب اپنی ہاتھ کی بنی چیزوں کو دیکھیں گے تب تب خوشی اور سکون محسوس کریں گے اور اس رسالہ کے تیس ہمارا سیکھانے کا بنیادی مقصد بھی آپ کی خوشی



میں دونوں ٹین کے درمیان تین انچ کا فاصلہ رکھ کر گولائی میں نشان لگائیں اور اسی طرح باقی کے اتنے صفحوں پر اسی طرح نشان لگا کر کاٹ لیں کے ٹین کے ڈبے ان صفحات میں مکمل چھپ جائیں، اب گتے کے ٹکڑے پہ رسالے کا ایک صفحہ گوند سے وسط میں چپکائیں پھر ٹین کے دونوں ڈبوں کو گرم گوند سے چپکائیں اور ہر صفحہ ڈالنے سے پہلے نیچے کے صفحہ پہ صرف ٹین کے ارد گرد سفید گوند لگا کر یکے بعد دیگرے صفحات کی اتنی تمہیں لگائیں کے ٹین کے ڈبے صفحات میں پوری طرح چھپ جائیں۔ آپ کا انوکھا اور انتہائی خوبصورت قلم دبوچ تیار ہے۔



۷۔ پرانی آڈیو کیسٹ اور سی ڈی کی مدد سے:  
درکار چیزیں: آڈیو کیسٹ، سی ڈی، گرم گلو  
طریقہ: سی ڈی کو میز پر رکھیں اور چار عدد کیسٹس کو باری باری نیچے اور دائیں بائیں گرم گوند لگا کر احتیاط سے جوڑ لیں، لیجئے انوکھا قلم دبوچ تیار ہے۔



۸۔ پرانا ٹین کا ڈبہ اور مختلف رنگ برنگے فیتوں کی مدد سے:  
درکار چیزیں: پرانا کسی بھی شکل کا ٹین کا ڈبہ، رنگ برنگے فیتے، سفید گوند  
طریقہ: ٹین کا ڈبہ لیں اور سفید گوند لگا کر اپنی پسند کے فیتوں کو ایک کے بعد ایک بغیر جگہ چھوڑے نیچے سے اوپر چپکائیں۔ بے حد بیاراقلم دبوچ تیار ہے۔



۹۔ پرانے رسالوں اور ٹین کے ڈبوں کی مدد سے  
درکار چیزیں: پرانے رسالے (خیال رکھیں کہ رسالے میں اللہ تعالیٰ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام یا کوئی قرآنی آیت یا حدیث نہ ہو) ٹین کے دو ڈبے، سفید گوند، گرم گوند، کسی رسالے کے کاغذ کے برابر گتے کا ٹکڑا۔

طریقہ کار: سب سے پہلے کسی پرانے رسالوں کے تمام صفحات الگ الگ کر لیں۔ پھر ایک صفحے کے وسط



۵۔ ناکارہ گتے کے رول اور درخت کی باریک ٹہنیوں کی مدد سے:

درکار چیزیں: گتے کے رول تین مختلف ناپ کے کٹے ہوئے، باریک ٹہنیاں، گرم گلو  
طریقہ: تینوں رولز کو آپس میں گرم گوند سے جوڑ لیں پھر رولز کے پینڈے گولائی میں کٹے گتے کے گول ٹکڑوں سے جوڑ دیں۔ اس کے بعد ٹہنیوں کو تینوں رولز کے ناپ کا کاٹ کر باری باری نیچے سے اوپر تک گرم گوند سے چپکائیں۔ اب چاہیں تو ایسے ہی رکھ لیں یا پھر برش سے من پسند اکریلیک رنگ کر لیں۔



۶۔ پرانا ڈبہ اور پرانی یا نئی رنگین پنسلوں کی مدد سے:  
درکار چیزیں: ٹین کا گول یا مربع شکل کا پرانا ڈبہ، نئی یا پرانی ساوہ یا رنگین پنسلیں، گرم گوند۔  
طریقہ کار: ٹین کا ڈبہ لے کر گرم گوند کی مدد سے پنسلیں ایک ایک کر کے احتیاط سے چپکائیں۔



ہم امید کرتے ہیں کہ یہ سلسلہ آپ کو پسند آیا ہو گا۔ آپ سب اپنی قیمتی آراء سے ہمیں آگاہ کریں کہ آپ کو یہ سلسلہ کیسا لگا، اگر آپ کی کوئی فرمائش ہو تو ہمیں ضرور مطلع کریں ہم اس سلسلے میں آپ کی فرمائش کو شامل کریں گے۔ ہمیں آپ سب کے خیالات جاننے کا بے صبری سے انتظار رہے گا۔ اگلی قسط تک مجھے اجازت۔ ان شاء اللہ جلد حاضر ہونگے تب تک اپنا اور سب کا بہت خیال رکھیں۔ فی امان اللہ ( )

☆☆☆



# بچوں کا ادب

## انچارج قاری عبداللہ

بد تمیزیاں اور خود سری بھی ساتھ ساتھ بڑھتی گئی حتیٰ کہ خرم نے اپنے والدین کا لحاظ بھی کرنا چھوڑ دیا۔ اور آہستہ آہستہ بری صحبت میں بیٹھنا شروع کر دیا۔

مقابلہ ہزار لفظی کہانی، ہزار لفظی کہانی مقابلہ جیتنے والے نئے لکھاری ممبران کی تین بہترین کہانیاں

### انعام اول:

## سفارش --- حبیبہ واجد

خرم اپنے ماں باپ کی بگڑی ہوئی اولاد تھا، اگوتا ہونے کی وجہ سے ماں باپ نے اسکے خوب نخرے اٹھائے تھے۔ اسکے منہ سے بات نکلنے سے پہلے ہی اس کی ہر فرمائش پوری ہو جاتی تھی۔ اسی وجہ سے خرم ضدی اور خود سر ہو گیا ہوا تھا اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اسی وجہ سے خرم کی پڑھائی پر بھی کوئی خاص توجہ نہیں تھی لیکن امتحان میں ہمیشہ پاس ہی ہوتا تھا اور

پاس ہونے کی وجہ یہ تھی کہ جب بھی امتحان قریب آتے خرم بہانے بہانے سے کبھی بیمار ہو جاتا یا اپنے اسکول اور کلاس کے متعلق رو رو کر ایسی من گھڑت کہانیاں سناتا اور جھوٹے رونے روتا کہ ماں متا کے آگے مجبور ہو کر خرم کے والد کو اس بات کے لئے راضی کرتی کہ خرم کا اسکول پڑھنا کوئی ضروری نہیں ہے آخر کل کو اسنے آپکا ہی کاروبار سنبھالنا ہے اور کاروبار سنبھالنے کے لئے

پڑھائی کی نہیں تجربے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ آپ سے سیکھ لے گا جب بڑا ہوگا۔ ابھی چھوٹا ہے اسکے اسکول میں میڈم سے بات کر کے خرم کو کلاس میں پاس کروادیں۔

خرم کے والد بھی اس بات سے متفق تھے کہ خرم کا

پڑھنا کوئی ضروری نہیں ہے لیکن چونکہ خرم کے والدین کا تعلق ایک لبرل اور فیشن ایبل سوسائٹی سے تھا اس لئے خرم کا اسکول جانا ضروری تھا، رہی بات پاس ہونے کی تو وہ کوئی مسئلہ نہیں تھا کیونکہ وہ ایک جانی پہچانی شخصیت کے مالک تھے اور وہ آسانی سے اسکول کی میڈم کو اپنے بیٹے کی سفارش کر سکتے تھے۔

میڈم کو خرم کے والد کی سفارش ماننا پڑتی تھی یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس طرح خرم کا مستقبل روشن نہیں ہو سکتا اگر وہ نہ مانے تو اسکول کو ایک بڑی رقم سے ہاتھ دھونا پڑے گا جو خرم کے والد ہر سال اسکول کو عطیہ

خرم کے والد کو اس کی آوارہ گردیاں دیکھ کر لگا کہ اسے اپنے کاروبار میں شامل کرے لیکن بہت دیر ہو گئی تھی اسے اپنے والد کے کاروبار میں کوئی دلچسپی نہیں تھی اور ویسے بھی ہر کام مختصر اور آسان طریقے سے کرنے کی عادت ہو گئی تھی۔ اس نے اپنا زیادہ وقت باہر دوستوں میں گزارنا شروع کر دیا۔ آہستہ آہستہ خرم کو بری عادتیں پڑ گئیں وہ چوری ڈاکے ڈالنا شروع ہو گیا۔ ایک دن کسی چوری کے الزام میں خرم کو پولیس گرفتار کر کے لے گئی۔ اسکے والد کو ان سب کا یقین نہیں تھا لیکن جب ثبوت دکھائے گئے تو وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ انہیں اپنے بیٹے

کی پرورش میں کوتاہی کا شدت سے اندازہ ہوا۔ خرم کی والدہ کو اپنی پرورش پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔ اس مشکل وقت میں اپنے سارے ساتھ چھوڑ گئے۔ اب کوئی بھی نہیں تھا جو خرم کی سفارش کر کے اس کو باہر نکلاتا۔

خرم کی والدہ کو اب صرف ایک ہی ہستی نظر

آ رہی تھی جس سے ان کو یقین تھا کہ اگر وہ اس کے حضور سر بسجود ہو جائیں اور ول سے سفارش کریں تو وہ ضرور ان کی بگڑی بنادے گا اور وہ ہستی تھی اللہ۔

اسی وقت خرم کی والدہ کے آنسو نکل آئے اور بے اختیار ہاتھ دعا کی صورت اٹھ گئے۔ وہ رورور کر اللہ سے بقیہ صفحہ 40 پر ملاحظہ فرمائیں



کرتے ہیں اور خرم کی کلاس کی ٹیچر کو خرم کو پاس کرنا پڑتا تھا کیونکہ وہ اپنے گھر کی واحد کفیل تھی اگر انکار کرتیں تو اپنی نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھتیں۔

اسی طرح وقت گزرتا گیا خرم ہر کلاس اسی طرح پاس کرنا گیا۔ حتیٰ کہ وہ اب انٹر میں بھی اپنے والد کی سفارش سے ہی آیا تھا اسکے ساتھ ساتھ خرم کی



میری نظر  
میری بہن  
آج بھی ایک  
سال کی ہیں

رفعت خان

HAPPY BIRTHDAY



پیاری بہنا  
اور  
گڑیا  
کو بہت بہت  
مبارک ہو



نورالنبیہ خان

ہماری پیاری بہن رفعت خان کی سالگرہ 5 جون 2016 کو  
جبکہ ہماری پیاری بیٹی نورالنبیہ کی پہلی سالگرہ دس جون 2016 کو ہے

منجانب  
لئیق احمد خان  
خانپور

اللہ پاک دونوں کو بہت خوشیاں نصیب کرے آمین کوئی دکھ  
کوئی غم نہ ملے سلامت رہیں زندگی میں بہت سی کامیابیاں سمیٹیں آمین



ایک ہنر مند عورت غربت کے اندھیرے دور کو سکتی ہے

# اجالا ٹریننگ سینٹر

انچارج: رفعت خان

اجالا ویلفیئر

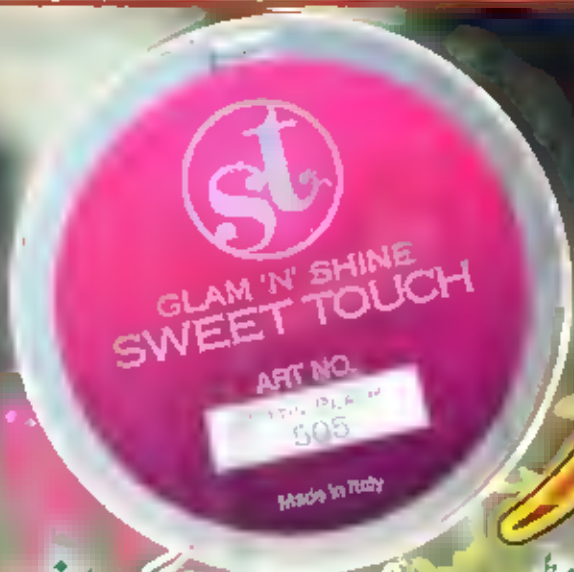
درد دنیا کا میرے دم سے اتر جائے  
ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے  
ہو میرا کام غریبوں کی حمایت کرنا  
درد مندوں سے غمگینوں سے نصرت کرنا



حق باذوق بچیوں کو سلائی، بارہرا اور کوکنگ کا کام فی سبیل اللہ سکھایا جاتا ہے

برائے رابطہ: انچارج اجالا ٹریننگ سینٹر 03413001039

## خانپور ضلع رحیم یار خان



# جگنو سٹا پنک سینٹر

ہر قسم کی بہتر اور معیاری کا سٹیٹیکس، بیوٹی پارلر اسٹم معیاری، چمکا کارمنٹس، جیولری اینڈ ڈیکوریشن

سوئیٹ ٹچ، کراؤن لون، بی کیوٹ میک اپ اور بے شمار لیس

کی ورائٹی کے ساتھ بارائیت خریداری کا واحد مرکز

## خانپور ضلع رحیم یار خان





☆☆☆

## دعا

توبیہ اطہر

تیری بارگاہ میں میرے خدا،

میرا سر رہے سدا جھکا ہوا۔

مجھے اپنی ایسی لگن لگا،

جو تیری رضا ہو میری رضا۔

تیرے نام سے کروں ابتدا،

تیرے نام پہ ہو میری انتہا۔

تیری بارگاہ میں میرے خدا،

میں ہر پل مانگوں یہی دعا۔

☆☆☆

## نظم

محمد جواد خان J.D.

حویلیاں بلوچستان

آنتار بتاتے ہیں کہ دیارِ یار سے لوٹ آئے ہو تم

مگر کیا ہوا۔۔؟ کیا بات ہے۔۔؟ کیوں خاموش ہو تم

غم دوراں و غم جاناں کے عادی ہیں اب نہ لو امتحان تم

نظروں سے نظریں ملاؤ اور ہر بات مجھے بتاؤ تم

پردہ بھی ایسا کیا پردہ کہ پردہ ہی بنا گئے ہو تم

پردہ جو ہم نے کیا تو پھر لپٹ کر رو گئے تم

نہ دور جاؤ ہم سے اتنا کہ نہ مل سکیں ہم

ڈھونڈتے پھرو گئے، مگر نہ پاسکو گئے ہمیں تم

☆☆☆

موضوع ہمارا  
شاعری آپ کیموضوع  
تجھے عشق ہو خدا کرے

## نظم

از: فرح بھٹو

تجھے عشق ہو خدا کرے،

کوئی تجھ میں روح بن کر بسا کرے،

پھر تجھ سے نہ وہ وفا کرے،

تیری جان کو وہ فنا کرے۔

تو مرض عشق میں رہا کرے،

تیری آنکھوں سے

ندیایں بہا کرے،

تو غم زدہ شعر سنا کرے

تجھے میری تڑپ کا شعور ہو،

میرے بارے میں تو پھر سوچا کرے

میرے دل کے داغ

تجھے یاد آئیں،

میرے زخم پھر لہورا لئیں۔

تیری بے رخی نے جو غم دیئے،

تو ان پر شرمسار ہوا کرے۔

تو میرے لمن کی دعا کرے،

مجھے تڑپ تڑپ کر مانگا کرے۔

رودر کر مجھ سے التجا کرے،

اس وقت میں تجھ کو تیری طرح ٹھکراؤں،

یہ خدا کرے

☆☆☆

## نظم

نور الہدیٰ

تجھے عشق ہو خدا کرے،

وہ اپنا آپ تجھ پر خدا کرے

تو جب جب اسے دیکھا کرے،

میری پر چھائی نظر آیا کرے

تو جب سنگ اسکے ہنسا کرے

تیری آنکھ بھی آنسو بہایا کرے،

تجھ پر جب کبھی غم آیا کرے

تجھے میری بات یاد آیا کرے،

تو سجدے میں رو کر دعا کیا کرے

جس کو دکھ دیئے وہ خوش رہا کرے،

تجھے عشق ہو خدا کرے

وہ اپنا آپ تجھ پر خدا کرے

☆☆☆

## نظم

ناہید اختر بلوچ

تجھے عشق ہو خدا کرے، میرا دل یہی صدا کرے!..

تو زلفیں رخ سے ہٹائے تو، ہر آنکھ تجھ کو ٹکا کرے!..

کبھی تو بھی درد سے ہوا آشنا، تیرا دل بھی تجھ سے دغا کرے!..

کبھی خواب بن کے تو آ ادھر، میری آنکھ تجھ سے گلہ کرے!..

بجھاپے عشق پہ ناز ہے، وہ حسین ہے تو ہوا کرے!..

یہ بات صاحبو جھوٹ ہے، وہ؟ اور کسی سے وفا کرے!..

تیرا چہرہ، چہرے ڈرہا، سدا پھول بن کے کھلا کرے!..

میں درد کیوں پھروں ناہید، میرا رب ہی مجھ کو عطا کرے!..

☆☆☆

## نظم

منال شاہ

تجھے عشق ہو خدا کرے

تو جس سے بھی وفا کرے

وہ پھر تجھ سے دعا کرے

شب قید کی تنہائی میں

تو ٹوٹ کے جو رویا کرے

تیرے درد کی نہ کوئی دوا کرے



تجھے عشق ہو خدا کرے  
تجھے سوچنا میرا مشغلہ  
تجھے دیکھنا میری آرزو  
بس تجھے دیکھنا تجھے سوچنا  
میرا دل یہ فیصلہ کرے  
تجھے عشق ہو خدا کرے  
ہر پل میرے خیالوں میں  
تو بھی اسی طرح تڑپا کرے  
تیرے واسطے میں جیا کروں،  
میرے واسطے تو جیا کرے  
تو بھی اسی طرح تڑپا کرے  
تیرے واسطے میں جیا کروں  
میرے واسطے تو جیا کرے  
تجھے عشق ہو خدا کرے

☆☆☆

## نظم

فاطمہ حسینی

تجھے عشق ہو خدا کرے،  
تو میری طرح سے جلا کرے  
میرے دل کی دھڑکنوں کی صدا،  
نہ سنے گی نہ رکے کبھی  
میرے بندھونٹوں نے تیرا نام،  
لیا بار بار تو پلٹ کے کبھی رکا نہیں  
میرے دل نے کی یہی بددعا،  
تجھے عشق ہو خدا کرے  
تو میری طرح سے جلا کرے،  
وہ پورے چاند کی چاندنی  
وہ نئی رتوں کی نئی اسٹنگ،  
وہ بہاررت وہ سنگھاررت  
میں نے تیرے بغیر گزار دی،  
میرے آنسوؤں نے دعایہ کی  
تجھے عشق ہو خدا کرے،

تو میری طرح سے جلا کرے  
رضوانہ صدیقی  
تجھے عشق ہو خدا کرے،  
جس سے تو وفا کرے  
تجھ سے وہ جفا کرے،  
تیرے لب پہ آہ ہوا کرے  
تجھے عشق ہو خدا کرے،  
تو صبح و شام بے کل رہا کرے  
تیرے درد کی ناکوئی وہا کرے،  
تو ہجر میں یونہی رلا کرے،  
تجھے عشق ہو خدا کرے

## نظم

سنبل بٹ

تجھے عشق ہو خدا کرے،  
کیوں میرا دل یہی دعا کرے  
کچھ سنے چکنا چور ہوئے،  
کچھ زخم بھی اب ناسور ہوئے  
میرا دل یہ رورہ فریاد کرے،  
تجھے عشق ہو خدا کرے  
تو بھی شدت سے چاہے کسی کو،  
پھر راتوں کی نیند حرام کرے  
تجھے خود کی بھی خبر نا ہو،  
تو اسی کی یاد میں جلا کرے  
تجھے عشق ہو خدا کرے،  
پھر وہ وہ تیرے اندر دھڑکا کرے  
لبو بن کے تیری نس نس میں دوڑا کرے،  
وہ جو سانس لے تو جیا کرے  
تجھے عشق ہو خدا کرے،  
اک کھیل وہ بھی تجھ سے کھیلے  
تجھ کو چاہ کے وہ پھر چھوڑ دے،  
تیرا دل بھی وہ توڑ دے  
تیرے سنے چور چور کرے،

تجھے مرنے کے لیے پھر چھوڑ دے  
جب ساتھ تمہارا سب چھوڑ دے،  
پھر میں لوٹ آؤں گی  
تجھے سینے سے لگاؤں گی،  
تیرے ہر زخم پہ مرہم بن جاگی  
کوئی تو سنبل کی پوری دعا کرے،  
تجھے عشق ہو خدا کرے

☆☆☆

## نظم

عائشہ پرویز

خدا کرے تجھے بھی عشق ہو جائے،  
ٹوٹ کے سہی،

پر میری چاہت کی قدر ہو جائے  
بھری محفل میں عشق کی توہین کرے گا،  
خدا کرے تو بھی تلاش یار میں بھٹک جائے  
یک بار نہ پلٹے سو بار بلانے پر،  
خدا کرے تو بھی یادوں میں بکھر جائے  
میری تکلیف پہ ہنستے تھے دیوانہ کہہ کر،  
خدا کرے احساس محبت میں تو بھی تڑپ جائے  
خدا کرے تجھے بھی عشق ہو جائے،  
ٹوٹ کے سہی پر میری چاہت کی قدر ہو جائے

☆☆☆

آئندہ شمارے کے لئے موضوع ہے

"دل"

آپ بھی شاعری میں دلچسپی رکھتے ہیں تو اس  
سلسلے سے جڑ کر قلم کی روشنی میں موجود شعراء کی  
لڑی میں شامل ہو جائیں۔ اپنے اشعار، نظم، غزل  
qalamkiroshni@gmail.com  
پر ہمیں ای میل کریں یا دفتر قلم کی روشنی پی او بکس  
نمبر ۱ خانپور ضلع رحیم یار خان پر ارسال کریں۔



اللہ نے اشیا کی حقیقت کا علم تم سے چھپا لیا اس لیے کوئی چیز تمہیں اچھی لگے یا نہ لگے اس کے خلاف نہ کہو۔ (شیخ عبدالقادر جیلانی)

☆☆☆

### بقیہ مکالمہ۔۔۔

پندرہنہائی کر سوں۔ اللہ رب العزت اس میگزین کو "دن گئی، رات چگنی" ترقی دے اور اللہ کرے زور قلم اور زیادہ آمین۔ ثم آمین

رفعت خان: آمین۔ ثم آمین۔ اچھا آپ! اب مجھے اجازت دیں کیونکہ آپ کو اپنے بہت سے کام کرنے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بچوں کو دین و دنیا دونوں کی بھلائیاں عطا کرے۔ آمین۔ اللہ حافظ

رضیہ رحمن: فی امان اللہ

قارئین محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں ہوں گے اور اپنے پسندیدہ میگزین "قلم کی روشنی" کا شدت سے انتظار کر رہے ہوں گے۔ لیجیے میگزین الحمد للہ آپ کے ہاتھوں کی زینت بن چکا ہے۔ اس میں آپ کے لیے ایک دلچسپ مقابلہ "مکالمہ نگاری" کا سلسلہ بھی شروع کیا جا رہا ہے۔ نمونے کا مکالمہ حاضر ہے۔ اسے پیش نظر رکھ کر آپ اگلے شمارے کے لیے ایک عدد مکالمہ لکھ ڈالیے جس کا موضوع ہو "دو دوستوں کے درمیان" سوشل میڈیا کے نئی نسل اثرات؟" کے موضوع پر مکالمہ۔

### بقیہ۔۔۔۔۔ اردو لکھنے کی اہمیت

آج کل اردو کے سوفٹ ویئر کے ذریعے ہی کتابوں کی تحریر و تصنیف کی جا رہی ہیں، مدارس میں یا کسی بھی ادارے میں ہر طرح کی تحریر کو لکھنے کے لیے اردو کے سوفٹ ویئر بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں جدید دور کا تقاضا ہے کہ ہم لوگ وقت کے ساتھ چلیں اور اردو کے فردغ کے لیے نئی چیزیں سیکھنی پڑیں تو ہم وہ لازمی سیکھیں گے کیوں کہ اسی میں ہماری کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

اقوال کسی بھی مفکر کی تعلیمات کا نچوڑ ہوتے ہیں، ذخیرہ اقبال کا مطالعہ کرنے سے ہمارے لیے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ ہم کم سے کم وقت میں زیادہ افکار تک رسائی حاصل کر سکیں۔ ایک صاحب دانش کی تعلیمات کو اگر ایک درخت سے تشبیہ دی جائے تو اقبال اس شجر سایہ دار کا پھل ہوتے ہیں یوں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اقبال کی صورت میں صدیوں کے تجربات چند لمحوں میں ہمارے حاشیہ ذہن پر پھیل جاتے ہیں۔ اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم نے یہ سلسلہ شروع کیا اور پچھلے دنوں ہمارے فیس بک کے صفحے "قلم کی روشنی میں" پر اقبال زریں کا مقابلہ کروایا گیا جس میں اول دوم سوم آنے والوں کے اقبال انعام کے طور پر اس رسالے کی زینت بنائے جا رہے ہیں۔ آپ سب قارئین خواتین و حضرات بھی اپنے لکھے اقبال یا منتخب اقبال ہمیں بھیج سکتے ہیں لیکن اگر کہیں سے انتخاب کریں تو اس کا حوالہ ضرور دیں۔ جزاک اللہ

انسان کو کامیابی حاصل کرنے کوئی نہیں روک سکتا۔

☆ کسی کے کردار پر کچھ اچھا لنے والا زندگی میں کبھی نہ کبھی اسی کچھ میں خود بھی جا گرتا ہے

انعام سوم..... افشاں شاہد

- لفظ پھول بھی ہوتے ہیں اور خار بھی اب آپ پر منحصر ہے کہ آپ سامنے والے کو پھول دینا چاہتے ہیں یا خار۔

- زیادہ بولنا آپ کی اہمیت کو کم کر دیتا ہے۔

- کبھی بھی کسی کا دل نہ دکھائیں کیونکہ آپ کے سینے میں بھی دل دھڑک رہا ہے۔

### آپ کے ذاتی اقبال

انعام اول..... ناہید اختر بلوچ

☆ اللہ تعالیٰ ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، تو اس قرب کی حفاظت بھی ایسے کرو جیسے اپنی شہ رگ کی کرتے ہو

☆ معاشرے کی فلاح یہ نہیں کہ ہر ایک کو "نگا" کر کے اس کے عیوب ظاہر کر دیے جائیں۔

بلکہ اصل فلاح یہ ہے کہ ان عیوب کو درگزر کا "لباس" پہنا دیا جائے

☆ اگر کسی روتی ہوئی آنکھ کو ہنسانے کا ہنر رکھتے ہو تو سمجھ لو کہ سات خزانوں کی سنہری چابیاں تمہاری مٹھی میں ہیں

انعام دوم..... فرح بھٹو

☆ اللہ پر مکمل توکل انسان کو ہر دنیاوی ڈر و خوف سے نجات دلاتا ہے

☆ عورت کو محبت سے بڑھ کر غزت کی ضرورت ہوتی ہے

☆ انسان کا بہترین راز دان اللہ کے سوا کوئی نہیں

☆ بارش کے پہلے قطرے کے گرنے کے بعد برکھا کو برسنے سے اور اعتدال کا پہلا قدم اٹھانے کے بعد

### منتخب اقبال

- جس کسی نے مجھے ایک لفظ بھی پڑھا یا وہ میرا استاد ہے۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

- جو علم کو دنیا کمانے کے لیے حاصل کرتا ہے علم اسکے قلب میں جگہ نہیں پاتا ہے۔ (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ)

- جب خلقت کے پاس آؤ تو اپنی زبان کی نگہداشت کرو۔ (لقمان حکیم)



# آسان اور کارآمد ٹوٹکے

اچھی طرح ترکریں اور دس سے پندرہ منٹ کے بعد اسٹیج کے کھررے والے حصے سے رگڑ کر صاف کریں۔

۲۔ داغ والی سطح پہ کھانے والا نمک اچھی طرح چھڑک دیں پھر طرح بیکنگ سوڈا اچھی طرح چھڑک دیں اور آخر میں سرکہ سے ہلکا ہلکا گیلا کریں کہ فوم بن جائے تیس منٹ تک چھوڑ دیں پھر رگڑ کر صاف کر لیں۔

۳۔ لیموں کو آدھا کاٹ کر کٹے ہوئے حصے پہ لیکوڈ سوپ لگا کر چولہے پہ رگڑیں اور صاف کر لیں۔

۴۔ تھوڑے سے تیل میں صاف کپڑا تر کر کے پہلے سے صاف کیے ہوئے چولہے پر پھیریں اور پھر دوسرے صاف کپڑے سے دوبارہ صاف کر لیں۔ چولہا چمک اٹھے گا۔

باورچی خانے کا نام لیتے ہی ذہنی پروے پہ جن بنیادی چیزوں کے خاکے سب سے پہلے ابھرتے ہیں ان میں ”چولہا“ بھی شامل ہے۔ کھانا پکانے کے



دوران اکثر و بیشتر کچھ نہ کچھ چولہے پہ گر جاتا ہے اسی وقت صاف نہ کرنے پر داغ جم جاتے ہیں اور صاف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ہم چند ایک آزمودہ ٹوٹکے آپ کو بتاتے ہیں۔۔

۱۔ چولہے پہ جہاں داغ لگے ہوں وہ سطح سرکہ سے

دبئی گھی ۱ کپ۔۔ ناریل پاؤڈر ۱/۲ کپ  
چینی (پسی ہوئی) ۱ کپ۔۔ انڈہ (بڑا) ۲ عدد  
الائیچی پاؤڈر ۱ چائے کا چمچشمش ۱/۳ کپ۔۔  
بادام پستے (کٹے ہوئے) ۱/۲ کپ۔

طریقہ:۔۔ ایک بڑے پیالے میں انڈے اور چینی کو اچھی طرح پھینٹ لیں کہ چینی حل ہو جائے اور اس آمیزے کو ایک طرف رکھ دیں۔

۲۔ ایک کڑاہی کو گرم کر کے آئچ بہت ہلکی کر لیں اور دبئی گھی ڈال دیں گرم ہوتے ہی اس میں الائیچی ڈال دیں پھر اس میں ملک پاؤڈر اور ناریل پاؤڈر ڈال کر مسلسل چھپے ہلاتے ہوئے بہت ہلکی آئچ پہ ہلکا سنہرا ہونے تک بھونیں پھر اس میں سویاں اور بادام پستے (تھوڑے سے سجاوٹ کے لیے الگ کر لیں) ڈال کر ۲ منٹ تک بھونیں اور آئچ بند کر دیں پھر فوراً انڈے اور چینی کا آمیزہ ڈال کر اچھی طرح ملا لیں (آمیزہ اتنا گرم ہوگا کہ انڈہ فوراً

## بقیہ۔ آپ کا باورچی خانہ

شیر خرمایاں (باریک چوراکی ہوئیں) ۳/۴ کپ  
دبئی گھی ۱ کپ۔۔ ناریل پاؤڈر ۱/۲ کپ  
چینی (پسی ہوئی) ۱ کپ۔۔ انڈہ (بڑا) ۲ عدد  
الائیچی پاؤڈر ۱ چائے کا چمچشمش ۱/۳ کپ  
بادام پستے (کٹے ہوئے) ۱/۲ کپ۔

طریقہ:

۱۔ ایک بڑے پیالے میں انڈے اور چینی کو اچھی طرح پھینٹ لیں کہ چینی حل ہو جائے اور اس آمیزے کو ایک طرف رکھ دیں۔

۲۔ ایک کڑاہی کو گرم کر کے آئچ بہت ہلکی کر لیں اور دبئی گھی ڈال دیں گرم ہوتے ہی اس میں الائیچی ڈال دیں پھر اس میں ملک پاؤڈر اور ناریل پاؤڈر ڈال کر مسلسل چھپے ہلاتے ہوئے بہت ہلکی آئچ پہ ہلکا سنہرا ہونے تک بھونیں پھر اس میں

سویاں اور بادام پستے (تھوڑے سے سجاوٹ کے لیے الگ کر لیں) ڈال کر ۲ منٹ تک بھونیں اور آئچ بند کر دیں پھر فوراً انڈے اور چینی کا آمیزہ ڈال کر اچھی طرح ملا لیں (آمیزہ اتنا گرم ہوگا کہ انڈہ فوراً پک جائے گا)۔ اور ڈش میں ڈال کر چھچھ سے دبا کر ایک سا کر لیں اور بقایا بادام پستے چھڑک کر من پسند

معزز قارئین: آپ بھی کچھ نیا بنا

نے میں مہارت رکھتے ہیں تو اپنی

عمدہ نرا کیب بھیج دیجئے قلم کی روشنی

رسالہ میں۔ کھانا ہو بیٹھانہ ہو یہ کیسے

ممکن ہے؟ آپ کی اپنی یعنی عظمیٰ

فردوس آپ کے لیے بیٹھے میں لائی

ہیں خاص نئی ترکیب۔

قتلیاں کاٹ لیں۔ مزیدار کرچی ملکی قتلیاں خود کھائیں اور اوروں کو بھی کھلائیں۔

پک جائے گا)۔ اور ڈش میں ڈال کر چھچھ سے دبا کر ایک سا کر لیں اور بقایا بادام پستے چھڑک کر من پسند قتلیاں کاٹ لیں۔ مزیدار کرچی ملکی قتلیاں خود کھائیں اور اوروں کو بھی کھلائیں۔

☆☆☆

بچے

انتخاب: بلقیس، پاکپتن

☆ جس بچے پر اعتبار نہیں کیا جاتا وہ دھوکہ دینا سیکھتا ہے

☆ جس بچے کا ہر وقت مذاق اڑایا جائے وہ بزدل بن جاتا ہے

☆ جس بچے پر ہر وقت تنقید کی جائے وہ ہر چیز کو رد کرنا سیکھتا ہے

☆ جس بچے کو ہر وقت مار پیٹ کا سامنا ہوتا ہے اس کی صلاحیتیں دب جاتی ہے

☆ جس بچے پر شفقت جاتی ہے وہ محبت سیکھتا ہے



ہمارا معاشرہ ہمارا ملک پاکستان جو ۱۸ کڑوڑ کی آبادی اپنے اندر سمایا ہوا ہے جو ایک مسلم ریاست کہلاتا ہے اس معاشرے میں انسان ہی انسان کی صحت و جان کا دشمن بن بیٹھا ہے اگر معاشرہ دیانتداری اور ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض سرانجام دیں تو نسلیں خوشحالی کی طرف گامزن ہو سکتی ہیں آج پاکستان جیسے مسلم ممالک میں کھانے پینے کی کوئی بھی اشیاء ملاوٹ سے پاک نہیں نیز ہر اشیاء میں ملاوٹ اور گندگی کا زہر ملایا جا رہا ہے جو روز کھانے میں استعمال ہو رہا ہے غیر قانونی گھروں میں کھولی گئیں فیکٹریاں جہاں پان، سٹکنکے، اچار، نمکو، املیاں، مایونیز جو روز مرہ میں استعمال ہوتی ہیں یہ اشیاء نہایت گندگی اور صحت کے اصولوں کے خلاف تیار کی جاتی ہیں جو متوسط طبقہ بچت بازاروں میں خریدتا ہے گٹر کا پانی، لال، بیگ اور غیر معیاری سامان ان میں شامل کر کے یہ زہر نما اشیاء عوام تک پہنچائی جاتی ہیں جو دن بہ دن صحت کی تباہی کا باعث بن رہی ہے کراچی جیسے بڑے شہر میں غیر قانونی بڑی چھوٹی فیکٹریاں اور ان میں تیار کیا جانے والا زہر نما سامان لمحہ فکریہ ہے جنہیں کوئی پوچھنے والا نہیں پولیس سے لے کر اعلیٰ حکام تک کسی کی بھی توجہ ان مسائل کی طرف مبذول ہوتی نظر نہیں آتی یہی ماہرین کے مطابق کھانے، پینے کی چیزوں کو صاف ستھرے ماحول میں تیار کیا جانا چاہیے اور صفائی کا خاص خیال بھی رکھنا چاہیے مگر ان احتیاتی تدابیر دھری کی دھری رہے گی ہیں جبکہ ان اشیاء کی تیاری ناقص ماحول میں انتہائی گندگی سے بھرے ماحول میں تیار کی جاتی ہیں گندے برتن اور مضر صحت سامان ان میں شامل کیا جاتا ہے اور ٹھنڈے مشروبات کی تیاری کی صورت حال بھی انتہائی خراب ہے کچرے کے ڈھیر سے اٹھائی گچراشیم سے بھر پور بوتلوں میں ٹھنڈے کے

نام پر زہر پلایا جا رہا ہے دوسری طرف دودھ جو انسانی صحت کے لیے حد سے زیادہ مفید ہے جو بچے جو ان سب کی صحت کی نشوونما کے لیے بہت ضروری ہے مگر منافع خور افراد اس میں بھی ملاوٹ کا زہر ملا کر چند پیسے کمارہے ہیں زیادہ منافع کے لیے گوالے دودھ میں پانی، کھاد، اور گھٹیا قسم کے تیل شامل کرتے ہیں گائے بھینسوں کو خطرناک ٹیکے لگاتے ہیں ٹیکوں سے جانور کے ہارمونز اور اس کے دودھ کی مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے ٹیکوں سے منافع خوروں کی چاندنی تو ہو گئی لیکن انسانی زندگی داؤ پر لگ جاتی ہے جانوروں کی تولیدی سکت ختم اور اوسط عمر ۲ سے ۳ سال ہو جاتی ہے ماہرین کے مطابق ان ٹیکوں سے دودھ کا ذائقہ تبدیل ہو جاتا ہے ٹیکوں سے نہ صرف جانوروں کو ہی نقصان نہیں پہنچ رہا بلکہ لوگوں کو طرح طرح کی بیماریاں لگ رہی ہیں یہ مضر صحت دودھ انسانوں میں آنتوں کی بیماری معدہ اور جگر کا کینسر اور کالاریقان پھیلا رہا ہے جبکہ خواتین میں چھاتی کا کینسر پھیل رہا ہے ان خطرناک ٹیکوں کے خالق امریکا سمیت بیشتر ممالک نے اس پر پابندی لگا دی ہے لیکن پاکستان میں نہ صرف یہ درآمد کیا جا رہا ہے جبکہ پاکستان میں یہ ٹیکہ ۵۰۰ سے ۶۰۰ روپے میں کھلے عام دستیاب ہے رہائشی علاقوں میں جگہ جگہ قانون کی سرپرستی میں ذبح خانے جو وہاں کے رہائشیوں کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں جہاں بیمار لاغر زخمی جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے اور ان بیمار زخمی جانوروں کا گوشت پورے کراچی میں سپلائی کیا جاتا ہے دوسری طرف لاہور جیسے بڑے تاریخی شہر میں انہی منافع خوروں کی چاندنی عروج پر پہنچ چکا ہے یہاں کے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر انہیں کافی عرصے تک حرام اور مضر صحت گوشت کھلایا جاتا رہا ہے ایک رپورٹ کے مطابق

۲ لاکھ گدھوں کی کھالیں برآمد کی گئیں ہیں جو انتہائی فکر کی بات ہے یہاں تک کہ بڑے ہوٹلوں کے مالکان اور نامور ہوٹل اس کالے دھندے میں آگے آگے موجود ہیں اور عوام کو حلال کے نام پر حرام کھلا رہے ہیں کئی ہوٹل کو اس بے حسی کی انتہا پر سیل کیا جا چکا ہے دو لاکھ سے زائد گدھوں کا گوشت کھانے والی لاہور کی عوام کس سے پوچھیں؟ کس سے سوال کرے؟ اسلام ہمیں ملاوٹ اور بے ایمانی سے کوسوں دور رہنے کا حکم فرماتا ہے ایسے لوگ بے ضمیر اور مفاد پسند ہیں جو چند پیسوں کے لیے اپنا ایمان بیچ رہے ہیں ان مسائل میں حکام اور حکومتی ادارے بھی خاموشی کا گھونٹ پیے بیٹھے ہیں مسلم ریاست میں مسلم افراد کا ملاوٹ اور ناجائز منافع خوری کا معاشرے میں بڑھتا رہتا ہے لمحہ فکریہ ہے جو بے حسی کی انتہا کو چھو رہا ہے عوام کو ایسے حالات میں اپنی آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے تاکہ منافع خور اپنے انجام کو پہنچے حکام کو سختی سے ان غیر قانونی کارخانوں اور فیکٹریوں کو سیل کرنے کے عمل کو تیز کرنا چاہیے تاکہ لوگ اور انکی صحت تندرست رہے صحت ہے تو سب کچھ ہے... اللہ ان بے ضمیر لوگوں کو ہدایت دے جو پیسوں کے لیے ایمان بیچ رہے ہیں.... اور حکام کو اپنا کردار بہتر طور پر ادا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ لوگ موت کے منہ میں جانے سے بچ سکیں.. ( )

☆☆☆

محترم قارئین...

آپ سب کو قلم کی روشنی کا پہلا جریدہ کیسا لگا؟  
آپ کے جواب اور آپ کی قیمتی آراء کے منتظر  
رہیں گے ہمیں خط لکھنا مت بھولیں گے  
لکھنے کے لیے ہمارا پتہ نوٹ فرمائیے:

دفتر قلم کی روشنی

پی او بکس نمبر: خانپور ضلع رحیم یار خان



دعا کرنے لگی کہ "اے اللہ! تو ہی واحد ہستی ہے جس کا در ہمیشہ کبلا رہتا ہے۔ تو کسی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجتا تیرا ہی در ہے جہاں سے جو مانگو ملتا ہے۔ میں اپنے ہاتھوں کی ہوئی غلطی اپنے بیٹے کو جیل میں دیکھ کر بھگت رہی ہوں۔ تو میری مدد کر تیرے علاوہ کوئی میری مدد نہیں کر سکتا یہ دنیا دار مجھے اس مشکل وقت میں تنہا چھوڑ گئے پر تو اپنے بندے کو تنہا نہیں چھوڑتا۔ اے اللہ! میری مدد کر اور میرے بیٹے کو راہ راست پر لادے۔"

دوسری طرف خرم خود بہت پچھتا رہا تھا وہ اپنے آپ کو اپنے گھر تباہ ہونے کا قصور بارٹھہرا رہا تھا اور اس وقت کو کوس رہا تھا جب اس کے والد نے اسے پاس کرنے کے لئے کس طرح سفارش کی تھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک خرم اپنے لئے آسانیاں ہی ڈھونڈتا رہا تھا اور آج اسی کی سزا بھگت رہا تھا حالانکہ اسے اسکی ٹیچر کہا کرتی تھی "آج تو تم اپنے والد کی سفارش سے پاس تو ہو گئے ہو لیکن یہ تمہارے لئے نقصان کا باعث ہے اور اس طرح تم دوسرے طالب علموں کا حق مارتے ہو۔"

خرم اس وقت ان کی باتیں سن کر مسکرایا کرتا تھا اور دل میں سوچتا کہ میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے پر آج وہ واقعی میں مشکل میں تھا اور اب کوئی اس کے سفارش کرنے والا بھی نہیں تھا۔

وہ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگنے لگا کہ ایک دفعہ اسے موقع ملے تو اپنے سارے برے کام چھوڑ دے اور توبہ کر لے اور آگے پورے دھیان اور توجہ سے پڑھائی مکمل کریگا۔ وہ رہتے رہتے اللہ تعالیٰ سے روز دعائیں مانگتا رہتا۔

تین چار دن گزرنے کے بعد اسے رہا کر دیا گیا کیونکہ یہ اس کی پہلی غلطی تھی اور پچھلے ریکارڈ میں وہ کبھی بھی کسی جرم میں حوالات نہیں آیا تھا۔ خرم کو رہا اسی شرط پر کیا گیا تھا کہ اب وہ کوئی غلط کام نہیں کرے گا اور دل لگا کر اپنی پڑھائی مکمل کرے۔ خرم نے وعدہ

کیا کہ اب وہ کوئی غلط کام نہیں کرے گا اور بری صحبت سے دور رہے گا اور دل لگا کر پڑھے گا۔

## انعام دوم۔۔۔ عروج فاطمہ سیدہ محنت صلہ دیتی ہے

"امی ہمارے حالات کب بد لیں گے؟" کامران نے اپنی ٹوٹی ہوئی جیومیٹری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "بیٹا نا امید نہیں ہوتے۔ دیکھنا ایک دن ہمارے پاس سب کچھ ہوگا۔" کامران کی امی نے شفقت بھرے انداز سے کہا "امی حامد کے ابو نے اسے اتنی خوبصورت سائیکل تحفہ کی ہے کہ میں تو بس اسے دیکھتا ہی رہ گیا میری تو نظریں ہی نہیں ہٹی تھیں اس سے۔" کامران کو حامد کی سائیکل یاد آگئی "بیٹا جو لوگ مہنگی چیزیں خرید سکتے ہیں ان کے لیے تو کوئی پریشانی نہیں ہوتی لیکن دوسرے اخراجات کے متعلق بھی تو سوچنا پڑتا ہے۔ تم تو اتنے لائق ہو ایک نہ ایک دن تم ضرور کچھ نہ کچھ بن جاؤ گے۔" کامران کی امی کے یہ الفاظ اسے ہمت دیتے تھے۔

آج کلاس میں عام دنوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی ہلچل تھی۔ آج زلٹ سنایا جانا تھا۔ سب بچوں کے دلوں کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔ کسی کو بھی اپنی پوزیشن کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔ سرارسلان جیسے ہی درس گاہ میں داخل ہوئے ہر طرف سناٹا چھا گیا۔ کیونکہ سرارسلان کافی سختی سے پیش آتے تھے۔ لیکن کامران ان کو بہت عزیز تھا۔ وہ تعلیمی میدان کی ہر بازی جیت جاتا تھا "پہلی پوزیشن آئی ہے کامران احمد کی۔" سرارسلان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کامران کے گلے میں خوبصورت سا پھولوں کا ہار پہنایا گیا۔ انعام کے طور پر کہانیوں کی کتاب ارسلان کو دی گئی۔ یہ وہ کتاب تھی جو کامران بازار سے نہیں خرید سکتا تھا کیونکہ یہ کتاب بہت مہنگی تھی لیکن آج محنت اور جدوجہد کی بدولت کامران کو وہ ہی کتاب تحفے کے طور

پر مل گئی تھی۔ خوشی کی بدولت کامران کی آنکھوں میں نمی آگئی "کچھ کہنا چاہو گے ارسلان؟" سرارسلان نے مائیک کامران کی طرف کرتے ہوئے سوال کیا "میری کامیابی اللہ پاک کے ساتھ کی وجہ سے اور اساتذہ کرام کی محنت، محبت اور شفقت کی وجہ سے حاصل ہوئی۔ میری ماں نے مجھے گر کر اٹھنا سکھایا ہے۔ میری ماں میری ڈھال ہے۔ مجھے جب بھی کوئی تکلیف پہنچی ہے میری ماں نے مجھے ہمت دی ہے۔ امی میں تو کچھ بھی نہیں میری ہر کامیابی کی آپ حق دار ہیں۔ کامران یہ کہتے ہوئے اسٹیج سے نیچے اتر گیا اور پھولوں کا خوبصورت ہار اپنی ماں کو پہنا دیا۔ تالیوں کی گونج نے کامران کی خوشی کو مزید بڑھا دیا۔ آج کامران کو احساس ہو رہا تھا کہ محنت کبھی رازیاں نہیں جاتی۔ ہمیں بہت سے تفریح کے مواقع میسر آتے ہیں جو اس وقت تو ہمیں بہت پرکشش لگتے ہیں۔ لیکن اگر ہم بس یہ سوچ لیں کہ اس وقت کی ہماری جدوجہد ہمیں بہت آگے لے جا سکتی ہے۔ تفریح اور کھیل وغیرہ کے لیے تو ساری زندگی پڑی ہے لیکن تعلیم کا یہ قیمتی وقت پھر ہاتھ نہیں آتا تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔ کامران کی والدہ لوگوں کے کپڑے سیلائی کر کے کامران کی پڑھائی کے اخراجات پورے کرتی تھیں کیوں کہ کامران کے ابو کا تو بہت عرصہ قبل انتقال ہو گیا تھا۔ گھر میں وہ ہی افراد تھے ایک کامران اور اس کی والدہ۔ کامران کی امی نے کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا یا۔ کامران کے والد کے انتقال کے بعد سلائی سیکھ لی اور محلے والوں کے کپڑے ہی کر گھر اور کامران کی تعلیم کے اخراجات پورے کیے۔ صبر شکر کے دو سال گزر گئے۔ کامران اب دسویں جماعت کا طالب علم تھا۔ طبیعت میں سنجیدگی آگئی تھی۔ اب اس نے حالات سے سمجھوتہ کر لیا تھا۔ زندگی نے اسے وقت سے پہلے سمجھا کر دیا تھا۔ وہ اب قسمت سے شکوہ نہیں کرتا تھا۔ فارغ وقت میں اپنی والدہ کا ہاتھ



## انعام سوم --- نامہ غزل

### کاروبار

ماما ماما بھائی کو دیکھیں مجھے کتنا تنگ گزارا ہے بھانجے  
ہوئے آئی اور نازیہ بیگم کے پیچھے چھپ گئی۔

"نہیں ماما یہ زہبیہ چڑیل جھوٹ بول رہی ہے  
دیکھیں اس نے میری ہوم ورک کی کاپی کا کیا حشر کیا  
ہے اور جب میں نے دیکھا تو بھاگتے ہوئے یہاں  
آگئی "جیاد نے کاپی دکھاتے ہوئے کہا جس  
پہ جا بجا ٹیڑھے میڑھے پھول بنے ہوئے تھے۔

"ماما میں تو فلاور بنا رہی تھی " زہبیہ نے معصومیت  
سے آنکھیں پلپلاتے ہوئے کہا: زہبیہ بیٹا ایسا نہیں  
کرتے اب بھائی کو اسکول میں ڈانٹ پڑے گی اور  
آپ کو فلاور بنانے تھے تو آپ مجھ سے کہتی ہیں آپ کو  
نیو کاپی دلا دیتی "نازیہ بیگم نے زہبیہ کو سمجھاتے ہوئے  
کہا۔ "لیکن ماما آپ کے پاس تو پیسے نہیں تھے نا تو  
کیسے دلاتی ابھی صبح ہی تو ماما نے آپ سے پیسے  
مانگے تھے کہ انہیں اپنی بیٹی کے لیے کاپی لانی ہے اور  
آپ نے ان سے کہا تھا آپ کے پاس کوئی پیسے دیے  
نہیں ہیں " زہبیہ نے ان کو اپنے صبح کے رویے کے  
بارے میں بتایا۔ فاروق صاحب اور نازیہ بیگم کے در  
ہی بچے تھے جیاد اور زہبیہ یہ سب لوگ خوشی دلا میں  
رہتے ان کے ساتھ زہبیہ اور جیاد کے دادا جی بھی  
رہتے تھے جیاد آٹھ سال کا جب کہ زہبیہ پانچ سال کی  
پیارے سی بچی تھی وہ نہایت ذہین تھی عمو ماما اس عمر کے  
بچے ایسی باتیں نہیں کرتے جیسی وہ کر جاتی تھی اسے  
لوگوں کو بہت غور سے سننے کی عادت تھی بظاہر یوں لگتا  
کہ وہ اپنے کھیل کود میں لگن ہے لیکن اچانک سے کسی  
بھی بات کے بیچ میں حصہ لیکر سب کو حیران کر دیتی تھی  
اس کا زیادہ تر وقت اپنے دادا جی کے ساتھ گزارتا تھا جو  
اسے بہت پیارا اور مان سے سمجھایا اور سکھایا کرتے تھے  
اور وہ بلاشبہ ایک ذہین بچی تھی اسے سیکھنے کے لیے زیادہ

بتاتا تھا۔ اس کے تمام دوست کافی امیر تھے۔ لیکن  
اب کامران ان کی چیزوں کو دیکھ کر احساس کمتری میں  
بتلا نہیں ہوتا تھا۔ دسویں کے امتحانات قریب تھے اور  
بجلی کے بار بار جانے نے کامران کو پریشان کر رکھا تھا۔  
رات کے وقت پڑھنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس کا بھی  
کامران نے حل نکال لیا۔ کامران بازار سے موم  
بتیاں خرید لایا۔ اب اندھیرا چھا جانے کے بعد وہ موم  
بتی کی روشنی میں پڑھا کرتا تھا۔ کامران کے دوستوں  
کے گھر جدید بجلی کے آلات اور جنریٹر کی سہولت موجود  
تھی۔ مگر کامران اب مشکلات کا عادی ہو گیا تھا۔  
پندرہ دنوں میں امتحانات ختم ہو چکے تھے۔ نتیجہ آنے  
سے قبل تمام طالب علموں کو اچھے سے اچھے کالج میں  
داخلہ لینے کی فکر لاحق ہو گئی۔ ہر کسی کی یہ خواہش تھی کہ  
اس کا داخلہ بہترین سے بہترین کالج میں ہو جائے اور  
اس مقصد کے حصول کے لیے عمدہ نمبروں کا آنا بے حد  
ضروری تھا۔ آج نتیجہ آنا تھا۔ کامران کو سب سے  
زیادہ انتظار تھا کیونکہ اس کا آسرا تو اس کے نمبر ہی  
تھے۔ اتنی رقم تو اس کی والدہ کے پاس نہ تھی کہ وہ کالج  
کی فیس بھر سکیں۔ اور پھر انتظار کی گھڑی ختم ہو گئی۔  
کامران کی اس پورے حلقے میں پہلی پوزیشن آئی تھی۔  
اس کے تعلیمی اخراجات کی ذمہ داری حکومت نے اٹھا  
لی۔ ہر طرف کامران کے چرچے تھے۔ کامران کو تو  
یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ اسے یہ سب ایک خواب لگ  
رہا تھا۔ وہ تو اخبار کی خبروں کا حصہ بن گیا تھا۔ ہر کالج  
یہ چاہتا تھا کہ کامران ان کے کالج میں داخلہ لے۔  
کامران کو آج بہت خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ زندگی  
کے اس سفر میں اس کی والدہ کے ساتھ نے اسے  
مضبوط بنایا تھا۔ اسے زندگی سے محبت کرنا سکھائی۔  
کامران کو آج بہت اعلیٰ کر دیا کرتا تھا کیونکہ اس نے  
غریبی دیکھی تھی۔ کامران کو اپنی والدہ کے الفاظ یاد آ  
گئے "دیکھنا ایک دن ہمارے پاس سب کچھ ہوگا۔"

محنت نہیں کرنی پڑتی تھی۔  
بی بی نازیہ بیگم بہت حیران ہوئیں کیونکہ جس  
وقت کا یہ واقعہ تھا اس وقت وہ اپنے سامنے پرلز کے  
پیس پھیلائے ان میں پوری طرح لگن تھی  
"وہ بیٹا اس وقت نہیں تھے مگر اب ہیں " وہ نظریں  
چراتے ہوئے اپنی چھوٹی سی بچی سے جھوٹ بول رہی  
تھیں تاکہ اس کے ذہن پہ برے اثرات نہ پڑیں  
"آپ کو جو چاہیے آپ مجھ کو بتا دینا میں آپ کو دلا  
دوگی لیکن آئندہ بھائی کی کاپیاں خراب نہیں کرنا"  
نازیہ بیگم نے زہبیہ کو سمجھاتے ہوئے کہا  
"او کے ماما پھر آپ مجھے ایک رنگوں والی زہبیہ اور  
رنگ بھرنے والی کتاب دلا دیں " زہبیہ نے  
معصومیت سے کہا۔

"لیکن کیوں بیٹا وہ تو آپ کے پاس پہلے سے ہی  
ہے پھر کیوں " نازیہ بیگم نے حیرت سے کہا  
"وہ ماما مجھے رنگ بھرنے والا اچھا لگتا ہے لیکن ماما بابا  
کی بیٹی کے پاس نہیں ہے یہ سب اور ہم ساتھ کھیلتے ہیں  
تو پھر ہمیں دوسرا کھیل کھیلنا پڑتا ہے جب اس کے پاس  
بھی ہوگا تو ہم مل کر رنگ بھرا کریں گے " زہبیہ نے پر  
جوش لہجے میں اپنی بات نازیہ بیگم کو سمجھائی  
"اچھا ٹھیک ہے میں لا دوں گی پھر آپ دونوں ساتھ  
میں کھلنا " نازیہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا  
شام میں دونوں بچے اپنے دادا کے ساتھ بیٹھے ان  
سے اچھی اچھی باتیں سیکھ رہے تھے  
"دیکھو بچوں کبھی کسی کا دل نہیں دکھانا چاہیے ہمیشہ  
سب کی مدد کرنی چاہیے " دونوں بچے دادا کی بات سن  
کر زور شور سے ہاں کے انداز میں سر ہل رہے تھے  
جیسے سب سمجھ گئے  
"تو بتا بچوں آج آپ دونوں نے کسی کی مدد کی یا  
نہیں " دادا سبق دیتے دیتے پوچھ بیٹھے  
"دادا جی آج میں نے ایک بزرگ کو سڑک پار  
کر دانی " جیاد نے پر جوش لہجے میں بتایا



"اور تم نے زوبیہ بیٹا دادا جی نے زوبیہ سے ہو چھا تو اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا کہ آج اس نے کسی کی مدد نہیں کی اتنے میں فاروق صاحب گھر آگئے وہ کافی سامان اپنے ساتھ لائے تھے

"السلام علیکم ابا جان" فاروق صاحب نے اپنے ابا جان کو سلام کیا اور بیار لینے کے لیے جھک گئے "وعلیکم السلام بیٹا جیتے رہو" دادا جان نے جواب دے کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرا

"کیا ہوا فاروق آپ دفتر سے واپسی پر خریداری پر چلے گئے تھے کیا" نازیہ بیگم نے دریافت کیا "جی بیگم میری ترقی ہوئی تھی تو سوچا آپ سب کے لیے تحفے تحائف لیتا چلوں" فاروق صاحب نے سارا سامان ان کے حوالے کرتے ہوئے کہا

فاروق صاحب کو دیکھتے ہی دونوں بچے دوڑتے ہوئے ان کے قریب آئے اور نازیہ بیگم سے تحائف دیکھنے کے لیے ضد کرنے لگے

وہ مسکراتے ہوئے شاپر کھول کر انہیں ان کے لیے لائے گئے تحفے دکھانے لگیں جیاد کے لیے ریموٹ کنٹرول والی گاڑی اور سوٹ تھے اور زوبیہ کے لیے گڑیا کا سیٹ اور دو پیارے پیارے فرائک تھے ایک پنک کھڑکا اور دوسرا فیروز کی کھڑکا

وہ گڑیا اور فرائک کو ہاتھ میں لیے بے تحاشہ خوش تھی اور کھوئے کھوئے انداز میں فرائک پہ ہاتھ پھیر رہی تھی اور دوسرے ہی لمحے وہ گڑیا کے سیٹ سے ایک گڑیا الگ کر رہی تھی اور الگ کرنے کے ساتھ ہی ایک ہاتھ میں گڑیا اور دوسرے ہاتھ میں ایک فرائک پکڑے وہ دروازہ پار کر گئی تھی اسے اپنی آج کی نیکی کرنے کا موقع مل گیا تھا اور نازیہ بیگم کے ہونٹوں پر ناگواری پھیل گئی

چھوٹی موٹی چیزوں کی حد تک تو ٹھیک تھا مگر زوبیہ کے اس طرح کوئی بھی سامان اٹھا کر دینے کے وہ خلاف تھیں مگر وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتیں تھیں کہ زوبیہ

ابھی چھوٹی تھی اسے ان باتوں کی کوئی سمجھ نہ تھی مگر وہ خیالوں میں گم سوچ رہیں تھیں کہ ایسا کیا کیا جائے کہ زوبیہ کا یہ پاگل پن کچھ کم ہو وہ دن بدن جو دل میں آتا اٹھا کر کسی کو بھی دے دیتی تھی

"چلو بچو اٹھو اسکول کے لیے دیر ہو جائے گی جلدی سے نیچے آ جا ناشتہ ریڈی ہے" دونوں بچوں کے کمرے ادپری منزل پر تھے نازیہ بیگم دونوں کو آوازیں دیتے ہوئے جلدی جلدی ٹیبل پر ناشتہ لگا رہیں تھیں "یا لسی خیر" انہوں نے دھڑام کی آواز پہ جب سراٹھا کر دیکھا تو جیاد میٹرھیوں سے لڑھکتا ہوا نیچے آ رہا تھا اترتے ہوئے شاید اس کا پیر پھسل گیا تھا وہ دوڑتی ہوئی اس کے پاس گئیں اور اس کے سر سے نکلتے ہوئے خون کو دیکھ کر اپنی چیخوں پر قابو نہ رکھ سکیں

فاروق صاحب دوڑتے ہوئے آئے اور جلدی سے جیاد کو اٹھا کر ہسپتال کے لیے دوڑ گئے نازیہ بیگم ان کے ساتھ تھیں

زوبیہ سہمی ہوئی سی کھڑی تھی کہ دادا جان نے اس سے کہا

"بیٹا دعا کر اللہ بچوں کی دعائیں فوراً قبول کرنا کہتا ہے یہ شدید بھائی کے لیے دعا کرنے لگی۔ جیاد کا خون بہہ چکا تھا اور اس بلڈ گروپ او نیکیٹیو اتنا نایاب ہے کہ کم ہی لوگوں میں پایا جاتا ہے اسکی زندگی خطرے میں تھی اور نازیہ بیگم کے آنسو تھے کہ رکتے ہی نہ تھے اچانک سے سامنے سے مالی بابا آئے اور انہوں نے بتایا کہ ان کے خون کا گروپ جیاد بیٹے سے مل گیا ہے

"صاحب جی آپ پریشان نہ ہوں جیاد بیٹا کو کچھ نہیں ہوگا" مالی بابا نے فاروق صاحب کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا

"آپ کے دونوں بچے اتنے پیارے ہیں کہ نجانے کتنے لوگ ان کے لیے دعا کرتے ہیں پھر انہیں کیسے کچھ ہو سکتا ہے" اور نازیہ بیگم اب مالی بابا کو

دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں کہ ان کے بچے تو اللہ سے کاروبار کرتے ہیں اور اللہ سے کاروبار کرنے والوں کو تو کبھی نقصان ہو ہی نہیں سکتا بعض سبق ہم بڑے نہیں بلکہ بچے ہمیں سکھاتے ہیں اور یہ سوچ ذہن میں آتے ہی ان کے لبوں پر مسکراہٹ اور دل میں روشنی پھیل گئی۔

نوٹ: سب کی لکھی کہانیاں بہت عمدہ تھیں۔ جیننے والوں کو بہت بہت مبارک ہو اللہ کرے زور قلم اور زیادہ ان باتوں کا خاص خیال رکھا کیجئے کہ مقابلہ میں جو تحریر شامل کریں وہ آپکی اپنی ہو پہلے سے شائع نہ ہوئی ہو انگلش کا استعمال اس رسالے میں نہ کیا جائے ہمارا مقصد اردو کو فروغ دینا ہے اور اس میں آپ سب کا ساتھ پھول میں خوشبو کے مترادف ہے جزاک اللہ خیر

### بقیہ۔۔۔ الجھنیں سلجھنیں

مانند، عبارت آرائی کی شان والی) ۲۔ بوند باندی (تھوڑی تھوڑی بارش) ۳۔ پیہا (زرد رنگ کا ایک خوش آواز پرندہ) ۴۔ دست قدرت (طاقت، اختیار) ۵۔ رقص بزل (ذبح کئے ہوئے جانور کا پھڑکنا، تڑپنا) ۶۔ عشق حقیقی (اللہ تعالیٰ کا عشق، حب الہی) ۷۔ گل ناشگفتہ (کلی، غنچہ، کنواری) ۸۔ نادانستگی (نادانیت، لاعلمی، بے خبری) ۹۔ واجب التعظیم (تعظیم کرنے کے لائق) ۱۰۔ ہچکچاہٹ (جھجک، تامل) ۱۱۔ یک بارگی (دفعتا، یکا یک، اچانک) ۱۲۔ اراضیات (ارضی کی جمع) ۱۳۔ جد دل بندی (خانہ دار ترتیب) ۱۴۔ صومعہ نشین (راہب، تارک دنیا) ۱۵۔ کپکپاہٹ (کپکپی، لرزدہ، تھر تھری)۔

الجھنیں سلجھنیں پیرا گراف اور ذہنی مشق حل کر کے اپنے نام پتہ کے ہمراہ پی او بکس نمبر ۱ خانپور ضلع رحیم یار خان پر 15 جون 2016ء تک بھیج دیں دیر سے بھیجنے والوں کو مقابلہ میں شامل نہیں کیا جائے گا نتائج کا اعلان ہر ماہ کیا جائے گا مگر اس سلسلے کے انعامات سے ماہی کی بنیاد پر دیئے جائیں گے۔ (☆☆☆)



# پیاری کہانیاں

انچارج  
صداقت حسین ساجد

## ”کایا پلٹ“

نوریہ مدثر۔ سیالکوٹ

’چلو ناگل! سچی بڑا مزہ آئے گا۔ سوچو تو مزے دار  
امرد اور کھٹی اٹی۔۔ امم مم مم۔ میرے تو منہ میں ابھی  
سے پانی آرہا ہے۔‘

دس سالہ ایاز اپنی چھ سالہ بہن گل بیاض کو رامے  
انگل کے گھر سے آم چوری کرنے پر قائل کر رہا  
تھا۔ اودے اودے، نیلے، پیلے، پھولوں میں گھری  
وادی کے شمال میں ان کا گھر تھا۔ دونوں ایک ہی اسکول  
میں پڑھتے تھے۔ گل کو اسکول جانا اچھا لگتا تھا۔ پر ایاز کو  
نئی نئی اچھی اچھی باتیں سیکھنے کی بانہست نئی نئی شرارتیں  
کرنا اچھا لگتا تھا۔ اسکول کے راستے میں رامے انگل کا  
گھر پڑتا تھا۔ رامے انگل اپنے غصے کی وجہ سے بہت  
مشہور تھے۔ کوئی بھی ان کے گھر سے باہر جھانکتے آم  
کے درخت سے ننھی منی کیریاں توڑنے کی ہمت نہیں  
کرتا تھا۔ خدا جانے ایاز کو کیا سوچھی جو وہ ان کیریوں کو  
توڑنے کا سوچ رہا تھا اور گل کو بھی منارہا تھا۔

’چلو ناگل! سچی بڑا مزہ آئے گا۔ سوچو تو مزے دار  
امرد اور کھٹی اٹی۔۔ امم مم مم۔ میرے تو منہ میں ابھی  
سے پانی آرہا ہے۔‘

’پر بھیا یہ تو چوری ہوئی نا! اور آپ کو پتا ہے نا! کہ  
چوری کرنا اچھا نہیں۔‘

’نہیں گل یہ چوری نہیں ہے۔ چوری تو وہ ہوتی  
ہے جو منہ پر کپڑا باندھ کر ہاتھ میں بڑے والی گن پکڑ کر  
کرتے ہیں۔ وہ لوگ گندے چور ہوتے ہیں۔‘ ایاز  
نے سمجھا رہے تھے۔

’ہاں۔ جیسے بابا سے کبھی ان کے دوست ملنے  
آئیں تو بابا بھی کہہ دیتے ہیں جا کر کہو کہ میں گھر پر نہیں

ہوں۔ بابا کہتے ہیں یہ جھوٹ نہیں ہوتا۔ ہم بھی چوری  
نہیں کر رہے۔‘ گل فوراً بولی ”بالکل۔ اب کل ہم وہ  
کیریاں توڑیں گے۔“

اگلے روز اسکول سے واپس آتے وقت دونوں بہن  
بھائی رامے انگل کے گھر کے پاس آکر رک گئے۔  
’بھیا! اگر رامے انگل کو پتا چل گیا تو؟‘ گل ڈر  
رہی تھی۔

’ادو ہو گل! ڈرو نہیں۔ اس وقت رامے انگل سو  
رہے ہوں گے۔ اور یاد رکھو یہ چوری نہیں ہے۔‘

اب میں دیوار پر چڑھتا ہوں۔ میں کیری توڑ کر  
نیچے پھینکوں گا۔ تم پکڑتی جانا۔ ٹھیک!۔‘

ایاز نے دیوار پر چڑھنے سے پہلے کہا۔ دیوار پر  
چڑھنا آسان تھوڑی تھا۔ یہ پھسلا ایاز کا پاؤں اور وہ  
دھڑام سے نیچے آگرا۔ گھٹنا چیل گیا۔ گل تو ایاز کی چوٹ  
دیکھتے ہی رو دینے لگی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی ایاز  
نے ایک پتھر اٹھالیا۔

’ہم اس پتھر سے نشانہ لگا کر وہ توڑیں گے۔‘ ایاز  
نے گل کا جواب سنے بنا ہی پتھر درخت پر چھوٹی شاخ پر  
دے مارا۔ پر یہ کیا؟ وہ پتھر شاخ سے ٹکرا کر سیدھے گل  
کے ماتھے پر آگرا۔

گل تو چیخ مارتے ہی رو دینے لگی۔ اس کے ماتھے  
سے خون نکل رہا تھا۔ ایاز کے تو ہاتھ پیر ہی پھول گئے۔

گل کے رونے کی آواز سن کر رامے انگل گھر سے باہر  
آگئے۔ جب رامے انگل نے اس کے ماتھے سے خون  
ڈکھتا دیکھا تو سب سمجھ گئے۔ انہوں نے دونوں بچوں کو  
اپنے ساتھ اندر چلنے کو کہا۔

’بیٹا! اگر آپ کو آم چاہیے تھے تو مجھے کہہ  
دیتے۔ میں خود ہی توڑ دیتا۔ اگر کوئی خطرناک چوٹ  
لگ جاتی تو؟‘ رامے انگل نے گل کی پٹی کرتے  
ہوئے کہا۔

’انگل آپ کے غصے سے ڈر لگتا ہے۔ اور ایاز بھیا  
نے کہا تھا کہ یہ چوری نہیں ہے۔‘ گل نے ایاز کے منہ  
کو دیکھتے ہوئے کہا۔  
اس وقت رامے انگل بہت شرمندہ نظر آ رہے  
تھے۔ وہ جانتے تھے کہ سبھی ان کے غصے سے خائف  
ہیں۔

’دیکھو بچو! یہ بھی چوری ہی ہے۔ کسی کی چیز بنا  
اجازت لے لینا، اسے چرا کر خود استعمال کر لینا، غلط  
ہے۔ چوری چاہے کوئی بڑا کرے یا چھوٹا کرے، چوری  
ہی ہے۔ ایک مرتبہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے عہد میں  
چوری ایک اونچے خاندان کی عورت نے کی۔ پر  
آپ ﷺ نے اس کی سفارش رد کر دی اور اسے بھی وہی  
سزا ملی جو ایک چور کو ملتی ہے۔ بیٹا! اسی طرح جھوٹ  
چھوٹا ہو یا بڑا جھوٹ ہی ہے۔‘

’اور انگل ہماری ٹیچر کہتی ہیں کہ اللہ پاک ہماری ہر  
حرکت کو دیکھتے ہیں۔ اور اللہ پاک گندے لوگوں سے  
ناراض ہو جاتے ہیں۔‘ گل کہہ رہی تھی۔ ایاز کے  
چہرے سے شرمندگی عیاں تھی۔ وہ دل ہی دل میں اپنی  
شرارتوں سے توبہ کر رہا تھا۔ رامے انگل نے دونوں  
بچوں کو ان کے گھر چھوڑا اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ آم  
پکنے پر خود انہیں توڑ کر دیں گے۔ رامے انگل نے خود  
میں مثبت تبدیلی پائی۔ بھلا کیا؟ یہی کہ بچوں سے مل کر  
باتیں کر کے ان کے غصے کا جن ددر ہو چکا تھا اور وہ مسکرا  
رہے تھے۔

## جادو کا دستاں

طلحہ محمود ساجد

فہد کے گاہوں میں میلا لگا ہوا تھا۔ وہاں خوب رفتی  
تھی۔ رنگ برنگے کپڑے پہنے بچے بہت خوش دکھائی  
دے رہے تھے۔ میلے میں کھانے پینے کی چیزوں کے  
علاوہ کھلونے، بیگ، ٹوپیاں، ٹوکریاں اور دوسری بہت  
سی چیزوں کی چھوٹی چھوٹی دکانیں بھی ہوئی تھیں۔ بچے



نے انہیں بہت سلیقے سے رکھا ہو۔

محنت کے کامیابی حاصل کر کے نہیں آتا۔

اپنی پسند کی چیزیں دیکھ رہے تھے اور ان میں سے کچھ خرید بھی رہے تھے۔ فہد اس وقت ٹویپوں کی ایک دکان پر کھڑا تھا۔ مختلف رنگوں کی طرح طرح کی ٹویپاں دیکھتے ہوئے اچانک اس کی نظر ایک دستانے پر پڑی۔ فہد نے دستانہ اٹھا لیا اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔ دستانے کی پہلی انگلی سبز اور سفید تھی۔ دوسری کارنگ نیلا اور کاسنی، تیسری کا پیلا اور خاکی اور چوتھی کارنگ نیلا اور سرخ تھا جب کہ انگوٹھے کارنگ کالا اور سفید تھا۔ یہ دیکھ کر اس نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ کتنا خوب صورت دستانہ ہے۔ اس نے پوری دکان دیکھ ڈالی، لیکن اس کا دوسرا دستانہ نہ ملا۔ فہد نے دستانہ اپنے ہاتھ میں پہن لیا۔ دستانہ اس کے ہاتھ میں پورا آ گیا تھا اور اسے گرمی اور نرمی کا خوش کن احساس ہونے لگا۔ دکان کے مالک نے اس کی دلچسپی اور خوشی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”بیٹا! تم اسے لے سکتے ہو۔ چوں کہ یہ ایک ہی ہے، اس لیے میں تم سے اس کی قیمت نہیں لوں گا۔“

فہد یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے دکان دار کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چل دیا۔ اس نے پوری دوپہر وہ دستانہ پہنے رکھا اور اسے جلد ہی احساس ہو گیا کہ یہ دستانہ تو جادوئی ہے۔ جب دو گھر پہنچا تو اس نے دستانے والا ہاتھ جیسے ہی دروازہ کھولنے کے لیے بڑھایا، دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ فہد کو یہ سب بہت عجیب لگا اور وہ گھر میں داخل ہو گیا۔ پھر وہ اپنے کمرے کی کھڑکی کی طرف بڑھاتا کہ اسے کھول سکے۔ ابھی

اس نے کھڑکی کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ اپنے آپ کھل گئی۔ فہد نے اپنی انگلیاں سختی سے بند کیں، تو کھڑکی بند ہو گئی۔ یہ دیکھ کر فہد خوشی سے سوچنے لگا کہ یہ تو واقعی جادوئی دستانہ ہے اور یہ بہت کچھ کر سکتا ہے۔

فہد کے کمرے میں اس کے کھلونے بکھرے پڑے تھے۔ اس نے کھلونوں کی طرف دستانے والے ہاتھ سے اشارہ کیا، تو تمام کھلونے اپنے آپ الماری میں چلے گئے اور اتنی اچھے ترتیب سے رکھے گئے جیسے کسی

شام کو فہد کو ایک نئی بات کا پتا چلا۔ جیسے ہی اس نے اسکول کا کام کرنے کے لیے بستے کی طرف ہاتھ بڑھایا، اس کے بستے سے کتابیں اور کامیاں باہر نکلیں، کامیاں اپنے آپ کھل گئیں اور قلم جلدی جلدی تمام جوابات کامیوں پر لکھنے لگا۔ آخری صفحے پر ایک خوب صورت سی تصویر بھی بن گئی۔

فہد کی اسکول کی زندگی کا یہ ہفتہ بہترین ثابت ہوا۔ اس نے ہر امتحان میں سب سے زیادہ نمبر لیے۔ اسی طرح کھیل کے میدان میں بھی اس نے شان دار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے فٹ بال کے میدان میں پانچ گول بنائے۔ باسکٹ بال کے ایک کھیل میں پانچ پوائنٹ حاصل کیے۔ اس نے ہر جگہ بغیر کسی محنت کے کامیابی حاصل کر لی، لیکن اس سب کے باوجود جلد ہی وہ اس کام سے اکتا گیا، کیوں کہ ہر جگہ بغیر کسی محنت کے اسے شان دار کامیابی مل رہی تھی۔

ایک دن اس نے اسکول سے چھٹی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے سوچا کہ پورے ہفتے میں سب سے زیادہ نمبر لے چکا ہوں، اس لیے ایک دن کی چھٹی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس دن گرمی بہت تھی اور وہ نہر میں نہانا چاہتا تھا۔ نہر اس کے گاؤں کے پاس واقع جنگل میں بہتی تھی۔ اس نے جیسے ہی دستانے کی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا، تو وہ ہوا میں اڑنے لگا۔ جلد ہی وہ نہر پر پہنچ گیا۔ نہر کے کنارے پر جا کر اس نے نیچے کی طرف اشارہ کیا، تو وہ زمین پر اتر گیا۔ اس وقت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس نے کچھ دیر ایک درخت کے نیچے آرام کیا۔ سیب اور کیلے کھائے اور پھر پچھلے ہفتے پیش آنے والے واقعات پر غور کرنے لگا۔ اس نے سوچا کہ میں جو اشارہ کرتا ہوں، دستانہ وہ کام فوراً ہی کر دیتا ہے۔ ابھی تک تو اس جادوئی دستانے نے مجھے بہت فائدہ پہنچایا ہے، لیکن مزا نہیں آ رہا۔ محنت کر کے کامیابی حاصل کرنے میں جو مزا آتا ہے، وہ بغیر

ابھی وہ یہ سب کچھ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک اس کے دستانے والے ہاتھ نے حرکت کی۔ اسی لمحے فہد نے محسوس کیا کہ اس کا دستانے والا ہاتھ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ وہ چونک پڑا۔ ”یہ..... یہ یہ کیا ہو رہا ہے، میرا ہاتھ کیوں سرد ہوتا جا رہا ہے؟“

اس نے دستانہ پہن رکھا تھا، لیکن دستانے والے ہاتھ میں سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ فہد کو خوف محسوس ہونے لگا۔ اس نے دستانہ اتار دیا۔ دستانہ اترتے ہی سردی کی شدت ختم ہو گئی اور وہ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔ پھر اس نے اپنی قمیض اتاری اور نہر میں چھلانگ لگا دی۔ اسے تیراکی میں بہت مزا آ رہا تھا۔ اچانک اس نے ایک بندر کو ادھر آتے دیکھا۔ بندر اس کے کپڑوں کے پاس آ گیا اور انہیں دیکھنے لگا۔

”ارے! کہیں یہ بندر میرے کپڑے نہ اٹھالے۔“

فہد بولا اور جلدی سے نہر سے باہر نکلا اور اپنے کپڑوں کی طرف دوڑ لگا دی، لیکن اس کے پیچھے سے پہلے ہی بندر نے اس کا دستانہ اٹھایا اور اپنے سر پر رکھ لیا۔ پھر جیسے ہی دستانے کی انگلی آسمانی کی طرف ہوئی، بندر اڑنے لگا۔ فہد حیرت سے بندر کو آسمان پر اڑتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

پہلے تو اسے دستانے کھونے کا افسوس ہوا، لیکن جلد ہی اسے احساس ہو گیا کہ کامیابی جادو کے دروازے سے گزر کر حاصل تو کی جاسکتی ہے، لیکن اس کا مزا نہیں آتا۔ اصل کامیابی تو یہ ہے کہ آدمی محنت کا دروازہ استعمال کرے۔ محنت سے حاصل کی گئی کامیابی ہی میں مزا ہے۔ اب فہد کو احساس ہو گیا کہ دستانے کے جادو نے اسے جو کامیاں دلوائی تھیں، ان میں مزا کیوں نہیں تھا۔ پھر اس نے اپنے کپڑے پہنے اور گھر کی راہ لی۔

☆☆☆



# بچپن کے دن

محترم قارئین! السلام علیکم!

بچوں کے اس خوبصورت سلسلہ بچپن کے دن لے کر حاضر خدمت ہیں۔ آئندہ شمارے میں آپ بھی اپنے بچپن کی خوبصورت یادیں تازہ کریں اور لکھ بھیجیں، قلم کی روشنی، میں آپ ہمیں اپنے بچپن کا کوئی ایک خوبصورت قصہ ای میل یا پی اے بکس پہ ارسال کر سکتے ہیں۔

بچپن کے دن -----

میں شرارتی زیادہ نہیں تھا لیکن ہاں ضدی ضرور تھا..... لیکن سب کے ساتھ گھلتا ملتا اور سب کا خیال کرتا تھا..... کوئی خاص تو نہیں لیکن بچپن میں ایک بار کافی زیادہ کھانسی ہوئی تھی تو کھانسی کے شربت کی پوری شیشی پی لی بس پھر وہی ہوا شربت میں چونکہ نشہ ہوتا ہے تو ایک دن پورا سویا رہا اگلے دن بمشکل اٹھا۔۔۔ بچپن کے دن سب کی طرح مجھے بھی بہت یاد آتے ہیں۔

دانیال سعید۔ جدہ، سعودی عرب

☆☆☆

میں بچپن میں بہت شرارتی تھی۔ چھوٹے تھے تو ابو کے ساتھ ہر ہفتے چھٹی کے دن سب چچا زاد بھائیوں کے ساتھ نہر پہ جایا کرتے تھے۔۔۔ میں چھوٹی تھی تو معلوم نہیں تھا کہ نہر میں ڈوب بھی سکتے ہیں کیونکہ ہم سب بچوں کو ابو اور تایا جی باری باری نہر میں لے کر جاتے تھے۔۔۔ تو ایک دن میری بہن کو تایا ابو نے پانی میں چکر لگوا کر کنارے پہ کھڑا کیا اور وہ بھی وہیں کھڑی ہو کر کپڑے سکھانے لگی میں چپکے سے اس کے پیچھے گئی اور اسے پانی میں دھکا دے دیا وہ تو شکر کہ تایا ابو ابھی کنارے کے پاس ہی تھے اور بہن کو ڈوبنے سے بچا لیا ورنہ آج میری بہن پتا نہیں کہاں ہوتی۔۔۔ تو اس طرح میری شرارتیں بچپن میں خطرناک سی تھیں۔۔۔

صبا شبیر۔ جدہ، سعودی عرب

☆☆☆

بچپن میں ایک بار جب میں چھوٹی تھی (کیونکہ ای اکثر بتاتی ہیں تو پیپسی کی شوقین تھی) تو ایک بار پیپسی پینے کی بہت زیادہ ضد کرنے لگی کہ مجھے ابھی لا کر دیں۔۔۔ وہ بھی دکان سے نہیں بلکہ پیسے ڈال کر مشین سے نکال کر دیں۔۔۔ بابا نے کافی غصہ کیا میری اس ضد پر لیکن آخر کار بوتل دلوادی اور ساتھ ہی حکم دیا کہ اب یہ ساری ختم ہونی چاہے۔۔۔ اب بھلا چھوٹی بچی پورا ٹن کیسے پی سکتی ہے تو میں ایک گھونٹ پی لیتی پھر کہیں کو ہلا کر اس امید پہ ہلا کر دیکھ لیتی کہ شاید ختم ہو گیا ہے تو میری شکل بابا کے ڈر سے ایسی بن گئی تھی کہ ماما بتاتی ہیں کہ ان کو میری شکل سوچ کر آج بھی ہنسی آتی ہے

ادینہ آصف۔ لاہور

☆☆☆

میں شریف سی بچی تھی اور اتنی شریف کہ میں ہر کسی سے مار کھا کر گھرا جاتی تھی۔۔۔

ندا اختر۔ داراپور۔ گوجرہ

☆☆☆

میں کافی شریر تھی اور اپنے بچپن کے دوستوں کے ساتھ مل کر لوگوں کی گاڑیوں کے شیشے پھوڑ دیتی تھی۔۔۔

ندا محمد مقبول۔ لکھنؤ، انڈیا

☆☆☆

میں بچپن میں بہت باتونی تھی۔۔۔ جب میرے سب چچاؤں کے بچے ہمارے گھر آتے تو وہ مجھے اپنے ساتھ "چھپن چھپائی" والے کھیل میں شامل نہیں کرتے تھے کیونکہ میں بولتی جو تھی۔۔۔ ایک بار کھیل

شرع ہونے سے پہلے جس کمرے میں چھپن چھپائی کھیلی جانی تھی اس کمرے میں جا کر چھپ گئی اور جیسے ہی انہوں نے جی بھائی میں نے نکل کر سب کو زبردور سے تھپڑ لگائے اور پھر ظاہر ہے پکڑے جانے پہ جو میرے ساتھ ہوا ہوگا آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔

سیدہ عظمیٰ جمیل الدین۔ کراچی

☆☆☆

میں شرارتی نہیں بلکہ باتونی تھی ایک ہی بات یاد ہے اور سوچ کر آج بھی ہنسی آتی ہے کہ میں کا کروچ کے پاس جا کر کہتی تھی کمم۔ چااااا اور جب بازار جاتی تھی تو مٹھائی کی دوکان کے آگے روٹنا پیٹنا ڈال دیتی تھی کہ مجھے چاکلیٹ اور ٹافیاں چاہیے۔

اسریٰ اعجاز۔ جدہ، سعودی عرب

☆☆☆

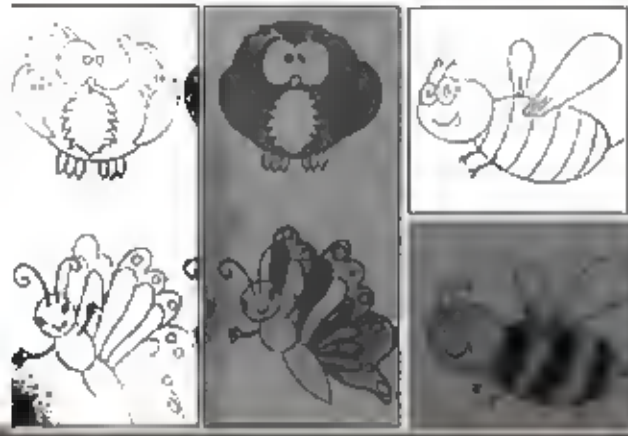
شرارتیں تو بچپن کا حصہ ہوتی ہیں۔۔۔ ہم لوگوں کے گھروں کی گھنٹیاں بجا کر تنگ کرتے تھے۔۔۔ اور ایک بار ہم نے امرود کھانے کا پلان بنایا اور ہمارے پڑوس میں گڈو بھائی رہتے تھے ان کے گھر گئے اور کہا کہ ہمیں آپ کے باغ کے امرود چاہیے کیونکہ آج ہمارے گھر مہمان آئے ہیں اور کھانے کو کچھ بھی نہیں ہے ہم یہ امرود مہمانوں کو کھلائیں گے۔۔۔ ہم اور ہمارے معصوم جھوٹ، اندازہ تو انہیں تھا لیکن انہوں نے ہمارے جھوٹ کو انجان بنتے ہوئے مان لیا اور گڈو بھائی نے بہت سارے امرود لا کے دے دیئے اس وقت لوگ کھلے دل کے ہوتے تھے۔۔۔!!

ممتاز فاطمہ۔ ریاض، سعودی عرب

☆☆☆

میں کوئی دو یا تین سال کی تھی اور اس عمر میں کیا علم کہ روپے کی کیا قدر ہوتی ہے اور کی یہ کہ نوٹ میں روپے ہوتے ہیں بس اتنا معلوم ہوتا ہے کہ کاغذ کا یہ ٹکڑا دکان پہ دیں تو مانی ملتی ہے۔ تو پھوپھو کے پانچ سو





خوشخطی ..... انچارج علیہ ملک

نوٹ: چھوٹے بچے اس مشق میں حصہ لیں

بچو! ان الفاظ کو خوشخط لکھ کر اور رنگ بھر کر یہ صفحہ اپنے نام پتہ کے ساتھ پہلے جلد ارسال کریں سب سے پہلے بھیجنے والے بچوں کو انعامات دیئے جائیں گے۔

- |           |          |            |
|-----------|----------|------------|
| ا۔ انگور  | ج۔ جہاز  | ٹ۔ ٹپنی    |
| ر۔ راکٹ   | س۔ سیب   | ص۔ صندوق   |
| ط۔ طوطا   | ع۔ عورت  | ف۔ فانوس   |
| ق۔ قلم    | ک۔ کتاب  | ش۔ شیر     |
| خ۔ غبارہ  | ل۔ لومڑی | م۔ موم بتی |
| ن۔ نارنگی | و۔ ورق   | ی۔ یکہ     |
- ☆☆☆

انچارج کوثرناز کے قہقہے، پیاری اور معلوماتی باتیں

قہقہے

جن: کیا تم ہے میرے آقا؟ انسان: میرے گھر سے امریکا تک کا سڑک بنا دو۔ جن: بہت مشکل ہے میرے آقا۔ انسان: پھر میری بیوی کو میرا فرماں بروار بنا دو۔ جن: سڑک ایک طرف ہو یا دوسری طرف!

☆☆☆

ایک سردار کا مرغیا بہار ہو گیا۔ سردار کا دوست بولا یار اسکا صدقہ اتار دھیک ہو جائے گا سردار نے بکرا لیا اور مرغی کا صدقہ اتار دیا۔

انتخاب: شاکستہ جمین، ملتان

☆☆☆

ایک سردار چینی کا تھیلا لایا اور یہ سوچ کر کہ! چینی کو مکوڑے نہ کھا جائیں چینی کے تھیلے پر نمک لکھ دیا عزیز اللہ خان خانپور

☆☆☆

”اچھی باتیں“

☆ محنت اپنی خاموشی کے ساتھ کہہ کہ تمہاری کامیابی شور مچا دے۔ ☆ بہترین انسان عمل سے پہچانا جاتا ہے ورنہ اچھی باتیں تو دیوار پر بھی لکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ ☆ خوشی انسان کو اتنا نہیں سکھاتی جتنا غم سکھاتا ہے، نیک بننے کی کوشش کرو جیسے حسین بننے کی کرتے ہو۔

☆ جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو کافی سمجھے وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ ☆ جو تمہیں تمہارے عیبوں سے آگاہ کرے وہ تمہارا بہترین دوست ہے۔ ☆ شکست کھانا بری بات نہیں شکست کھا کر ہمت ہار جانا بری بات ہے۔ ☆ خاموش انسان میں سوچنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔

☆ مسکرایٹ خوبصورتی کی علامت ہے اور خوبصورتی زندگی کی۔ انتخاب۔

بقیہ۔۔ اسلام اور عورت

اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد ہو اور اس کا (ماں کی طرف سے) (ایک بھائی یا ایک بہن ہو) یعنی اخیانی بھائی یا بہن (تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے جب کہ یہ تقسیم بھی (اس وصیت کے بعد) ہوگی (جو) (دارثوں کو) (نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض

( کی ادائیگی کے بعد۔ النساء، 12 : 4

10۔ قرآن حکیم ہی کی عملی تعلیمات کا اثر تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیوی سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہو کر عرض گزار ہوا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا نام فلاں فلاں غزوہ میں لکھ لیا گیا ہے اور میری بیوی حج کرنے جا رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم واپس چلے جاؤ تم واپس چلے جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج پر چلے جاؤ۔ اور اسی تعلیم پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمل پیرا رہے۔

بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد، باب 114 : 3، رقم: 2896

11۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کے لیے بھی اچھی تعلیم و تربیت کو اتنا ہی اہم اور ضروری قرار دیا ہے جتنا کہ مردوں کے لیے۔ یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ عورت کو کم تر درجہ کی مخلوق سمجھتے ہوئے اس کی تعلیم و تربیت نظر انداز کر دی جائے۔ آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

الرجل تکون له الم فیعلمها فیحسن تعلیمها، وید بہا فیحسن دہبہا، ثم یعقبا، فیتزوہ جہا، فله جران۔ اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے خوب اچھی تعلیم دے اور اس کو خوب اچھے آداب مجلس سکھائے، پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس شخص کے لئے دو ہرا اجر ہے۔

بخاری، الصحیح، کتاب الجہاد، باب فضل من سلم من اہل الکتابین، 1096 : 3، رقم: 2849

گویا مندرجہ بالا قرآنی آیات و احادیث نبوی سے پتا چلا کہ اسلام نے عورت کو معاشرے میں نہ صرف باعزت مقام و مرتبہ عطا کیا بلکہ اس کے حقوق بھی متعین کر دیے جن کی بدولت وہ معاشرے میں پرسکون زندگی گزار سکتی ہے۔۔۔۔۔☆☆☆



ہاکی ٹیم کو بیرونی ممالک بھیجنے کا بھی انتظام کرتی ہے۔ قاسم ضیاء فیڈریشن کے موجودہ صدر ہیں۔ ہاکی کا کھیل بھی کئی اقسام کا ہوتا ہے جیسا کہ فیلڈ ہاکی، آئس ہاکی، روڈ ہاکی، کواڈرولر ہاکی، ان لائن سلیج ہاکی اور اسٹریٹ ہاکی ہیں۔ ہمارے ہاں کھیل جانے والی ہاکی فیلڈ ہاکی ہی ہے۔ برصغیر اور دیگر ایشیائی ممالک میں ہاکی سے مراد فیلڈ ہاکی ہے جبکہ امریکا، کینیڈا اور دیگر ممالک میں ہاکی سے مراد آئس ہاکی ہے۔ ہاکی خاندان کا ایک ٹیم کھیل ہے۔ کھیل ایک گھاس کے میدان یا ایک ٹرف کے میدان پر کھیلا جاسکتا ہے۔ فیلڈ ہاکی کھیل گولی سمیت گیارہ کھلاڑیوں کی دو ٹیموں کے درمیان کھیلا جاتا ہے۔ لکڑی یا فائبر گلاس سے بنی مختصر لٹھی سے جسے ہاکی کہا جاتا ہے سے ریز کی گیند کے مشابہ سخت گول گیند کو مارا جاتا ہے۔ کھیل کا مقصد گیند کو مخالف ٹیم کے گول میں پہنچانا ہوتا ہے۔ گلی کوچہ ہاکی یا اسٹریٹ ہاکی کا کھیل برفانی ہاکی (ice hockey) کی طرز پر کھیلا جاتا ہے، مگر برفانی سطح کے بجائے سڑک (یا اس طرح کی سطح) پر کھیلا جاتا ہے۔ کھلاڑی عام جوتے پہنتے ہیں، یا roller skate۔ یہ کھیل زیادہ تر ایسے ممالک میں کھیلا جاتا ہے جہاں برفانی ہاکی مقبول ہے، مثلاً کینیڈا، جرمنی۔ جرمنی میں منعقد ہونے والے گلی کوچہ ہاکی کے فائنل میں پاکستان نے امریکا کو 2-5 سے ہرا کر کپ جیت لیا تھا۔ مگر آج کل پاکستانی ہاکی ٹیم زوال کا شکار ہو رہی ہے۔ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔ سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہاکی کے لیے پاکستان میں اس طرح کی اکیڈمیز نہیں ہیں جس طرح کرکٹ کے لیے ہیں۔ علاوہ ازیں ہاکی کی کورٹج بھی اس طرح نہیں کی جاتی جس طرح باقی کھیلوں کی ہوتی ہے۔ وسائل محدود فراہم کیے جا رہے ہیں۔ لوگوں کی دلچسپی ان وجوہات کی بنا پر پاکستان کے قومی کھیل میں کم ہو رہی ہے جو کہ قابل توجہ ہے۔ فی امان اللہ۔ ☆☆☆

معزز قارئین! السلام علیکم! ہمارے قومی کھیل سلسلہ لے کر حاضر خدمت ہیں ہم ہر شارے میں اپنے کسی ایک قومی کھیل سے نہ صرف متعارف کروائیں گے بلکہ کھیل کے متعلق معلومات بھی فراہم کریں گے جس سے نہ صرف بچے اپنے قومی کھیلوں کے متعلق جان سکیں گے بلکہ کھیلنے کا شوق بھی پیدا ہوگا ان شاء اللہ یہ سلسلہ بچوں بڑوں سب کی توجہ کا مرکز بنے گا امید ہے آپ اس سلسلے سے بہت لطف اندوز ہونگے۔ آپ کو ہمارا یہ سلسلہ کیسا لگا؟ ہمیں آپ کے خطوط کا بے حد انتظار ہے گا۔ اللہ سب کا حامی و ناصر ہو آمین مشہور قول ہے کہ صحت مند دماغ صحت مند جسم میں ہی ہوتا ہے اور جسم کو صحت مند بنانے میں کھیل بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جس معاشرے میں کھیل کے میدان آباد ہوتے ہیں اس معاشرے کی ترقی اور خوشحالی یقینی ہوتی ہے۔ یوں تو ہر کھیل اپنی اہمیت اور افادیت رکھتا ہے لیکن کچھ کھیل ایسے بھی ہوتے ہیں جو کسی ملک میں قومی کھیل کا درجہ پا لیتے ہیں۔ ان کی اہمیت اور افادیت کا اپنا ہی ایک مقام ہوتا ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ان کھیلوں کی اپنی ہی ایک تاریخ ہوتی ہے جو بعض دفعہ ملکی تاریخ کا بھی حصہ بن جاتی ہے۔

## ہاکی

اگر ہم پیارے ملک پاکستان کے حوالے سے بات کریں تو سر فہرست ہاکی کا نام ہی ہمارے ذہنوں میں آتا ہے۔ ہاکی پاکستان کا قومی کھیل ہے۔ یہ ایسا کھیل ہے جو دنیا کے قدیم اور مشہور کھیلوں میں شمار ہوتا ہے۔ پاکستان نے ہاکی کا عالمی کپ بھی چار بار جیتا ہے جو کہ ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ اور یہ اعزاز پاکستان کے لیے قابل فخر ہے۔ پاکستانی ہاکی ٹیم کا شمار دنیا کی بہترین ٹیموں میں ہوتا ہے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان کی ہاکی ٹیم دنیا کی بہترین ٹیموں میں پہلے نمبر پر براجمان ہے۔ ہاکی پاکستان کے ساتھ ساتھ بھارت کا بھی قومی کھیل ہے لیکن ہاکی کا پہلا عالمی چیمپئن اور زیادہ سے زیادہ مرتبہ عالمی فاتح بننے کا اعزاز پاکستان کے پاس ہے۔ ہاکی کا کھیل انیسویں صدی میں مقبول ہوا۔ اور دنیا کے اولمپک کھیلوں میں ہاکی کا کھیل بھی شامل تھا۔ کے بعد اسے اولمپک کھیلوں کے مقابلوں کی فہرست میں شامل کیا گیا۔ جدید ہاکی کا کھیل برطانیہ میں رواج پذیر ہوا۔ برطانوی فوج جہاں جہاں بھی قابض رہی اس نے وہاں ہاکی کا کھیل

بھی متعارف کروایا۔ اکیسویں صدی کے وسط تک یہ یورپ کا مقبول کھیل سمجھا جانے لگا۔ میدان:- ہاکی کا میدان ۱۰۰ گز لمبا اور ۶۰ گز چوڑا ہوتا ہے۔ گول پوسٹ ۴ فٹ چوڑی ہوتی ہے۔ گیند اور ہاکی کا وزن:- سفید رنگ کی گیند کا وزن ۴۵ اونس اور ہاکی کا وزن ۱۲ سے ۲۸ اونس تک ہوتا ہے۔ کھیل کا دورانیہ:- کھیل کا دورانیہ ۷۰ منٹ اور کھیل برابر رہ جانے پر ۲۰ منٹ اضافی دیے جاتے ہیں اور صورت حال تبدیل نہ ہونے پر پلٹتی سڑک بھی ملتے ہیں۔ کھلاڑیوں کی تعداد:- ہر ٹیم گیارہ کھلاڑیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہاکی کے لیے پاکستان میں ایک ادارہ جسے پی ایچ ایف یعنی پاکستان ہاکی فیڈریشن کہتے ہیں بنایا گیا ۱۹۴۸ء میں اس ادارے کا قیام وجود میں آیا۔ یہ ادارہ ملک میں ہاکی کے کھیل کو منظم و مربوط بنانے کا ذمے دار ہے۔ فوجوان اور باصلاحیت کھلاڑیوں کی تربیت اور تجربہ کار کھلاڑیوں کی تلاش میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ نیشنل ہاکی چیمپئن شپ اور آغا خان گولڈ کپ ہاکی ٹورنامنٹ کا اہتمام بھی فیڈریشن کرتی ہے۔ تاکہ میں ملک میں اچھے اچھے کھلاڑی پیدا کیے جاسکیں۔ فیڈریشن قومی



بیمار ڈاکٹر سے آپ نے خاتون ڈاکٹر بہت اچھی رکھی ہوئی ہے اس کا ہاتھ لگتے ہی میں ٹھیک ہو گیا، ڈاکٹر جانتا ہوں تھپڑ کی آواز مجھے بھی سنائی دی تھی۔

عورت سبزی والے سے اگر سبزی خراب نکلی تو پکی پکائی داپس دے جاؤں گی، سبزی والا: حاجی پھر آتے ہوئے ساتھ میں دو روٹیاں بھی لیتے آنا...!

☆☆☆

مالک نوکر سے: جا کر پودوں کو پانی دو، نوکر: لیکن جناب باہر تو بارش ہو رہی ہے نوکر نالائق کام چور کوئی بہانا نہیں چلے گا...!

☆☆☆

کوئی ایسی کہانی سنا جس میں سبق بھی ہو اور نتیجہ بھی ہو، میں اپنی پھوپھو کے گھر گیا اور وہ سو رہی تھی "سبق"... پھر پھوپھو آئی تو میں سو رہا تھا "نتیجہ" جیسا کر دے ویسا بھرو گے...!!

مسکراہٹ ایک ایسا انمول تحفہ ہے جو آپ بنا پیسہ خرچ کیے آسانی سے کسی کو بھی دے سکتے ہیں اور ہنسنا مسکرانا صحت کے لیے بہت مفید بھی ہے مگر ہمیشہ ایک بات ذہن میں ضرور رکھیں کسی کو دیکھ کر مسکرانے سے بہترین عمل کسی کو مسکرا کر دیکھنا ہے۔ خوش رہیں خوشیاں بانٹتے رہیں۔ آپ بھی اپنے تخلیق یا انتخاب کردہ مزیدار چمکے، لطیفے اور مزاح سے بھر پور تحاریر قلم کی روشنی میں شامل کرنے کے لیے ہمیں ای میل یا پی او بکس پہ بھیج سکتے ہیں

ایک سردار چھروانی میں آرام کر رہا تھا کہ اچانک

وہ کو نے آ کر کہا خبردار ذرا ادھر ادھر ہو تو گولی مار دوں گا

؟ سردار ہنس کر ہا ہا ہا ف اللہ اتنا پاگل اس میں

تو چھھر بھی داخل نہیں ہو سکتا۔ تمہاری اتنی بڑی گولی

کیسے داخل ہوگی؟

حاجی بشیر اپنے بیٹے سے: اگر تم امتحان میں فیل

ہو گئے تو آئندہ مجھے "ابا جان" مت کہنا۔ نتیجے کے

دن جب والد نے اس کے بارے میں پوچھا: تو بیٹا

بولا: "بس کیا سانس یا ربشیر۔ تو ابا کہنے کے قابل

☆☆☆

ایک آدمی پیپسی کی بوتل سامنے رکھ کر پریشان تھا وہ ست آیا پیپسی پی کر بولا یا کیوں اداس ہو؟ آدمی بولا یا آج کا دن ہی خراب ہے، صبح بیوی سے جھگڑا ہو گیا، راستے میں گاڑی خراب ہو گئی، دفتر لیٹ پہنچا تو باس نے دفتر سے نکال دیا اور اب خود کشی کے لیے اس بوتل میں زہر ملا یا تھا وہ بھی تو پی گیا۔

☆☆☆

### بقیہ...۔ انعامی مقابلہ کا قلم نگاری

والا بہت باشعور اور متقف ہو، حالات حاضرہ پر اس کی نگاہ ہو، قوم و ملت کے دین، ثقافتی، اجتماعی، سیاسی اور دیگر حالات سے واقف ہو نیز مختلف اور ملکی و غیر ملکی حالات، ضروریات اور حاجات سے واقفیت کے ساتھ ساتھ ان میں موازنہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، یا کم از کم ایک مقبول حد تک ان میں موازنہ کر سکتا ہو۔ یہ زحمان بھی سامنے آیا ہے کہ جب اپنے کسی پسندیدہ شخصیت یا عزیز کو خراج تحسین پیش کرنا ہو ہم اپنے قلم سے اس کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے سے بھی گریز نہیں کرتے جب کہ ہم جانتے ہیں سامنے والی شخصیت میں ایسی کوئی خوبی تا حال نہیں ہے اہم بات یہ کیا ہم سچ سے واقف ہیں؟ کیا ہم قلم کے ساتھ انصاف کر رہے ہوتے ہیں؟ موجودہ دور میں قلم کا استعمال جہاں خوشی و انبساط سے

سرشار کرتا ہے وہاں قلم کی بے حرمتی صدمہ و افسردگی سے دوچار کرتی ہے افسوس کہ بہت کم ہی ایسے احباب نظر آتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ لکھنے کی صلاحیت بھی دیتا ہے اور اس کی توفیق بھی، انہیں اولیات کی ترتیب کا صحیح فن بھی قدرت کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور تعمیری گفتگو کا سلیقہ بھی، ان کی تحریروں سے نہ صرف قوم و ملت مستفید ہوتی ہے بلکہ ان کا یہ عمل ان کے نامہ اعمال میں حسنت کی شکل میں جمع ہوتا رہتا ہے۔

ہم اللہ پاک سے دعا گو ہیں ہمیں قلم کی امانت کا ہمیشہ پاسبان بنائے رکھیں ہمارے زور قلم کو طاقت دیں سچ لکھنے کی، انصاف لکھنے کی، حق بات کہنے کا، موجودہ دور میں قلم کے ذریعے ہی ہم اپنی کھوئی ہوئی حیثیت کو دوبارہ پاسکتے ہیں حق و سچ کے ساتھ دشمنوں کو پچھاڑ سکتے ہیں۔

قلم کی زینت تاحیات برقرار رہے

☆☆☆

### بقیہ...۔ سولفظی کہانیاں

لہجے میں جھڑک دیا وہ ان استادوں میں سے تھی جو پڑھائی میں کمزور بچوں کو کسی قابل نہیں سمجھتے۔ ارصم کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ اس کے ہاتھ سے وہ تقریر کا پرچہ زمین پر گر گیا، جس میں اس نے "ایک اچھا استاد" کے موضوع پر اپنی کلاس لیچر کو مہربان اور نرم دل لکھا تھا۔

☆☆☆



# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### ہم خاص کیوں ہیں :-

- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ☆ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کپریسڈ کوالٹی
- ☆ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریخ
- ☆ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریخ
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

# WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan



Like us on  
Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1



انہوں نے انتہائی کھلے دل کے ساتھ پٹن کی تعویذ کی طرح تھیلی والی چائے بنا کر پیش کر دی۔

چائے ہماری تہذیب کا حصہ ہے اور لگتا ہے کہ ہمارے پاس تہذیب کا صرف یہی حصہ باقی رہ گیا ہے۔ لہذا چائے بنانے سے قبل اس تہذیب کی حفاظت کے لیے چند احتیاطی اسخیا ر کر لینا بہت لازم ہیں ورنہ یہ رہی سہی تہذیب بھی داغ مفارقت وے سکتی ہے۔ اگر چہ داغ اچھے ہوتے ہیں مگر بد تہذیبی اور چائے کا داغ بالکل بھی اچھا نہیں ہوتا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ بہترین چائے بنانے کے لیے ہمیشہ خالص ترین دودھ کا استعمال کریں۔ اس مقصد کے لیے گوالے سے حاصل شدہ دودھ کو تب تک اباتے رہیں جب تک وہ ابل ابل کر گوالے کے دودھ سے واپس بھینس کے دودھ میں تبدیل نہ ہو جائے۔ اگر چہ اس کوشش میں یہ احتمال بھی ہے کہ پانی اڑ جانے کے بعد صرف ویچگی کا خالی پینڈہ ہی باقی بچے۔۔۔

دوسری اہم بات ہے کہ چائے کو کپ میں ڈالتے ہوئے اور پیتے ہوئے یہ خیال لازمی رکھیں کہ کہیں چائے گر نہ جائے۔ اگر چائے نیچے گر جائے تو نہ صرف چائے ضائع ہو جائے گی بلکہ ساتھ میں آپ کے کپڑے بھی خراب ہو سکتے ہیں۔ یہ دو چیزیں یعنی چائے اور کپڑے ہی زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، ورنہ جسم پر گرم چائے گرنے کی وجہ سے جو چھالے وغیرہ بن جاتے ہیں وہ تو چند دنوں میں خود بخود ٹھیک ہو ہی جاتے ہیں۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ چھانی ہوئی چائے کے اندر اگر کچھ کالا کالا نظر آ جائے تو اس کو آسان سمجھی نہ لیں۔ دال میں اگر کچھ کالا نظر آ جائے تو وہ اتنے فکر کی بات نہیں، کیونکہ وہ ثابت سر بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن چائے میں اگر کالا نظر آ جائے تو وہ کبھی سے لے کر چیونٹی تک کچھ بھی ہونا ممکن ہے۔

اچھی بنی ہوئی چائے صدمہ بانڈ اور ایٹمی کی طرح انتہائی اہمیت کی حامل ہوتی ہے جو درخاندانوں کے

چائے تو بنا کے لے آنا۔ پستہ ذراتیز کر دینا۔ بازاموں کو زیادہ دم نہ دینا۔ ملائی کا تڑکھ لگا کے لانا۔ چائے کھانے کا چمچ سٹیل کا لانا، پچھلی بارر بڑا کا چمچ چائے سے نکرانکرا کے اپنا سر تڑوا بیٹھا تھا۔۔۔۔۔ اگر اس ٹھوس چائے کا حکم دینے والے کسی غریب طبقے سے ہوتے تو وہ دو تین اشخاص اکٹھے مل کر ہوٹل میں جاتے اور اپنے انداز میں کچھ یوں کہتے کہ اے چھوٹے! ایک چائے لے آ، لیکن چمچ ساتھ دلا لانا، ہم نے اکٹھے مل کر چائے کھانی ہے۔

چائے پینا اور پلانا نہ صرف آپس میں بے تکلفی کو بڑھاتا ہے بلکہ باہمی تعلق کو بھی مضبوط کرتا ہے۔ ایسے ہی ایک ڈاکٹر نے اپنے مریض سے پوچھا کہ آپ ناشتے میں کیا پیتے ہیں؟۔۔۔ چائے، دودھ یا پھر کافی؟۔ مریض نے جواب دیا کہ رہنے دیں ڈاکٹر صاحب!۔۔۔ تکلف نہ کریں۔۔۔ ڈاکٹر نے پہلے تو انتہائی عاجزی سے اپنا سر بلایا اور پھر انتہائی بے تکلفی سے اسے اسپتال سے باہر نکال دیا۔

بہت سے دوست ایسے ہوتے ہیں جن کی محفل میں جانے پر چائے بلا تکلف مانگی جاسکتی ہے۔ اس طرح کے ایک دوست کے گھر جانا ہوا تو محترم نے کھیر، چنا چاٹ، مکرونی چاٹ اور دہی بھلوں سمیت دیگر بہت سی لوازمات میرے سامنے رکھ دیں۔ اگرچہ پیٹ بھرا ہوا تھا مگر پھر بھی اس کا دل رکھنے کی خاطر میں نے کہہ دیا کہ پیش کی گئی اشیا میں سے تو کچھ بھی نہیں کھا سکوں گا لیکن اگر پٹن دی چاہے گی اے تے میں حاضر آں۔ میرے خیال سے انہیں بھی چاہتھی، لہذا وہ فوری طور پر زار و قطار مجھ سے لپٹ گئے۔ میں نے پہلے تو گرم جوشی سے ان کے ساتھ گلے ملنے کا عمل مکمل کیا اور پھر اپنی بات کی وضاحت کی کہ میں نے پٹن کی چائے مانگی تھی، لپٹنے کی چاد کا ذکر نہیں کیا تھا۔ یہ سن کر

کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر منہ بنانا چائے بنانے کی نسبت آسان کام ہے۔ منہ تو ایک سیکنڈ کے اندر بھی بہت عمدگی سے بنایا جاسکتا ہے مگر چائے بنانے میں چند منٹ لازمی ورکار ہوتے ہیں۔ بہر حال جس طرح ڈگری تو ڈگری ہوتی ہے، چاہے اصل ہو یا نقل، اسی طرح بنانا تو بنانا ہی ہوتا ہے، چاہے چائے کا بنانا ہو یا پھر منہ کا۔ اسی مناسبت سے نامور مزاحیہ شاعر انور مسعود کا ایک قطعہ پیش خدمت ہے:۔ اپنی زوجہ کے تعارف میں کہا ایک شخص نے، دل سے ان کا معترف ہوں میں، زبانی ہی نہیں چائے بھی اچھی بناتی ہیں میری بیگم مگر منہ بنانے میں تو ان کا کوئی ثانی ہی نہیں دنیا میں بہت سی مہارتوں کو یا سائنس کی فن کاری میں ڈالا جاتا ہے یا پھر مصور کی۔ لیکن چائے بنانا ایسی مہارت ہے جو کہ سائنس بھی ہو سکتی ہے اور مصوری بھی۔ یہ سو فیصد چائے بنانے والے پر منحصر ہے۔ اگر تو چائے کو ذمے داری سمجھ کر مجبوری سے بنایا جائے تو یہ ایک سائنس ہے۔ لیکن اگر پیار، محبت، خلوص اور چاہتوں کے ساتھ چائے بنائی جائے تو یہ ایک بہت اچھی مصوری بھی ہے۔

چائے بنانا اور چائے پینا خاص کیفیات ہیں لہذا ان کے لیے خصوصی الفاظ کا استعمال بھی کیا جانا چاہیے۔ جیسے پانی کی طلب کے لیے پیاس کا لفظ چلتا ہے، اسی طرح چائے کی طلب کے وقت جی ہاس کی الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ:۔ ایک کپ چائے بنا، بہت پیاس لگ رہی ہے۔۔۔۔۔ یہ بھی اللہ کا خاص فضل ہے کہ چائے ایک پینے والی چیز ہی ہے، کوئی کھانے والی چیز نہیں۔ ورنہ لوگوں کو کھانے کی بھوک لگنے کی بجائے ہر وقت چائے کی چوک ہی لگی رہتی۔ ہوٹلوں میں عجیب و غریب قسم کی آوازیں سنائی دیتیں۔ اے بھائی! آہمی پلیٹ















# اردو ادب اور الجھنیں سلجھانیں

ہم لگے ہیں آپ کے لیے ایک زبردست سلسلہ الجھنیں سلجھانیں

پیارے قارئین۔۔۔!!!

ہم کوئی بھی کام شروع کرتے ہیں چاہے وہ کاروبار، ہو یا سفری معاملات، لین دین کے مسائل ہوں یا شادی بیاہ کے معاملات، ہمیں اس میں لازمی طور پر مسائل پیش آتے ہیں، بہت ساری الجھنیں ہوتی ہیں جنہیں ہم صاحب رائے لوگوں کے تعاون و مشورے سے سلجھاتے ہیں، اور کئی کام ہوتے ہیں جن میں استاد کی ضرورت لازمی رہتی ہے اردو ادب کی خدمت بھی ایک ایسا ہی معاملہ ہے جس میں ہمیں بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے یوں تو صرف قاری بن کر ہر باذوق انسان لکھاری بن جاتا ہے اور اگر لکھاری کو استاد کا تعاون حاصل رہے تو وہ یقیناً پختہ لکھاری بن کر ادب کی دنیا میں نام پیدا ضرور کرتا ہے ہم نے آپ قارئین کی آسانی اور آپ کی ادبی حوالے سے پیش آنے والی الجھنوں کو سلجھانے کے لیے یہ سلسلہ شروع کیا ہے جس میں آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جائے گا، آپ کی الجھنوں کو سلجھانے کے ساتھ ساتھ اردو ادب کے حوالے سے دوسرے مسائل میں بھی کار خیر ہم بخوبی سرانجام دیں گے۔ آپ ادبی حوالے سے کسی بھی مسئلے کا شکار ہیں اور اس کا بہترین حل چاہتے ہیں تو اپنا مسئلہ ہم سے بیان کریں، ای میل کریں یا پی او بکس پر خط ارسال کریں اور اگلے شمارے میں اپنے مسئلے کا حل ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

## اردو ادب اور

## الجھنیں سلجھانیں

السلام علیکم! معزز قارئین، ہم قلم کی روشنی میں آپ کے لیے الجھنیں سلجھانیں کے نام سے ایک منفرد سلسلہ لے کر حاضر خدمت ہیں۔ ہمیں امید ہے آپ اس

سلسلے سے بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ سلسلہ نئے لکھنے والوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگا۔ اس سلسلے کا مقصد نئے لکھنے والوں کی اصلاح کرنا ہے۔ ہمیں امید ہے آپ سب قلم کی روشنی سے پختہ لکھاری بن کر ابھریں گے ان شاء اللہ۔ آپ لکھنا چاہتے ہیں مگر نہیں لکھ پارے، آپ کو کسی قسم کی کوئی دشواری پیش آرہی ہے؟ یا لکھنے کے لیے ضروری ہدایات چاہئیں؟ یا آپ اردو کے حوالے سے کوئی معلومات لینا چاہتے ہیں؟ یا اپنی تحریر کی نوک پلک سنوارنا چاہتے ہیں۔ تو بلا جھجک ہمیں خط لکھ سکتے ہیں یا ای میل کر سکتے ہیں یا ہمارے پیج قلم کی روشنی میں پیغام بھیج سکتے ہیں آپ اس سلسلے سے بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہم فی سہیل اللہ ہر ممکن آپ کا ساتھ دیں گے ہمارا مقصد اردو ادب کو فروغ دینا ہے اور نئے لکھاریوں کو آگے بڑھانا ہے۔ محبت مجھے ان جوانوں سے ہے ڈالتے ہیں جو ستاروں پہ کمند۔ اس سلسلے میں آپ کے لیے ایک ہی تحریر و بار پیش کی جائے گی جس میں املا کا فرق رکھا جائے گا آپ غلط املا کی نشاندہی کرتے ہوئے الفاظ معنی مشکل و آسان اردو اور اپنے جملوں (توضیحات) میں پختگی لائیں گے یہ ایک بہت دلچسپ اور منفرد سلسلہ ہوگا اس سلسلے کی بدولت آپ بہت جلد اردو اور اردو ادب کے بہت قریب ہو سکیں گے۔

تو آئیے قارئین کچھ سطریں نمونے کے طور پر ملاحظہ کیجیے اور یے گئے پیرا گراف سے درست توضیحات، املا کی نشاندہی کریں مکتوب نگاری سے آغا ز کرتے ہیں۔

پہلا پیرا گراف:

مکتوب نگاری۔ حصہ (اول) صحیح

(چھوٹے) بڑے فاصلوں (پر) رہنے والوں کے درمیان خط رابطے کا بہترین (ذریعہ) ہوتا ہے اگرچہ سائنس کی بدولت رابطے کے اور بھی ذرائع پیدا ہو چکے ہیں مثلاً ٹیلی فون، تار اور وائرلیس وغیرہ پھر بھی خط لکھنے کی ضرورت (میں کوئی کی نہیں آئی) کیونکہ دو آدمیوں کے درمیان رابطے کا یہ (ذریعہ) دوسرے ذرائع سے (زیادہ آسانی کے ساتھ میسر اور موثر ہے) دوسرے ذرائع زیادہ مہنگے (بھی ہیں) اور (تمام لوگوں کو دستیاب بھی نہیں)۔ (پھر یہ کہ) جس قدر تفصیل کے ساتھ خطوط کے (ذریعے) بات چیت ہو سکتی ہے ٹیلی فون اور تار وغیرہ کے (ذریعے ممکن) نہیں۔ خط کو (نصف) ملاقات کہا گیا ہے ملاقات میں جو گفتگو آسنے سامنے بیٹھ کر ہو سکتی ہے وہ خط میں لکھ کر ہوتی ہے، عام آدمی کے خطوط کی تو کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن (ممتاز) شخصیتوں کے خطوط بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ (ان خطوط سے ان کی زندگی اور ان کے زمانے کی زندگی پر خاص روشنی پڑتی ہے)۔ (گویا) خطوط سے کسی کی (سوانح عمری) مرتب کرنے میں بھی مدد ملتی ہے اور کسی زمانے کی تاریخ کو سمجھنے میں بھی

دوسرا پیرا گراف:

مکتوب نگاری۔ حصہ (اول)

بڑے فاصلوں پہ رہنے والوں کے درمیان خط رابطے کا بہترین ذریعہ ہوتا ہے۔ مگر سائنس کی بدولت رابطے کے اور بھی ذرائع پیدا ہو چکے ہیں مثلاً ٹیلی فون، تار، وائرلیس، وغیرہ پھر بھی خط لکھنے کی ضرورت کم نہیں ہوئی کیونکہ دو آدمیوں کے درمیان رابطے کا ذریعہ دوسرے ذرائع سے بہت آسانی کے ساتھ مل جاتا ہے دوسرے ذرائع زیادہ مہنگے ہوتے ہیں اور تمام لوگوں کے پاس نہیں ہوتے۔ اور جس قدر تفصیل کے ساتھ خطوط کے ذریعے بات چیت ہو سکتی ہے ٹیلی فون اور تار وغیرہ کے ذریعے نہیں۔ خط کو آدھی ملاقات کہا گیا ہے ملاقات میں جو گفتگو آسنے سامنے بیٹھ کر ہو سکتی ہے وہ خط میں لکھ کر ہوتی ہے، عام آدمی کے خطوط کی تو



کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن مشہور شخصیتوں کے خطوط بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان خطوط سے ان کی زندگی اور ان کے زمانے کے بارے میں بتاتے ہیں۔ خطوط سے کسی کی سوانہ عمری مرتب کرنے میں بھی مدد ملتی ہے اور کسی زمانے کی تاریخ کو سمجھنے میں بھی،

(نوٹ) چوں کہ یہ پیرا گراف نمونے کے طور پر پیش کیے گئے اور ہم نے صحیح پیرا گراف کی تصحیح کر دی مگر آپ اوپر کے دونوں پیرا گراف کو بغور ملائیں بار بار یہ مشق کیجئے جب تک کہ آپ کو واضح فرق سمجھ نہیں آ جاتا اس طرح آپ کو اردو بہتر کرنے میں بہت مدد ملے گی ان شاء اللہ۔ آئیے اب اگلے شمارے کے لیے آپ کو پیرا گراف دیتے ہیں اگلے شمارے کے لیے یہ مشق آپ کا امتحان ہے اس میں غلطیوں کی نشاندہی اور صحیح پیرا گراف کی تصحیح آپ نے خود کرنی ہے۔

پہلا پیرا گراف:

مکتوب نگاری (حصہ دوم)

جو آدمی جتنا اہم یا عظیم ہوتا ہے اس کے خطوط اتنے ہی زیادہ مفید اور کارآمد ہوتے ہیں۔ اس لیے دنیا کی ہر قوم اپنے مشاہیر کے خطوط کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ قائد اعظم اور علامہ اقبال کی سالگرہ یا برسی کے موقعوں پر اخباروں میں ان کے خطوط کے عکس شائع کیے جاتے ہیں۔ جو حال میں کہیں سے حاصل ہو سکے ہیں۔ بعد میں ان خطوط کو کتابی شکل میں بھی محفوظ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان خطوط سے قائد اعظم اور علامہ اقبال کی شخصیتوں اور ان کے خیالات و نظریات پر کچھ نئی روشنی پڑتی ہے اور انہیں ایک نئے نقطہ نظر سے سمجھنے میں مدد ملتی ہے، دنیا کی ہر زبان کے نثری ادب میں جہاں داستان، ناول، افسانہ، ڈراما، سوانح عمری اور تنقید وغیرہ کا سرمایہ ملتا ہے وہاں مشہور و ممتاز ادیبوں اور شاعروں کے خطوط کے مجموعے بھی ملتے ہیں ادب کی کوئی صنف نہیں لیکن دنیا کے ہر ادب کا ایک جزو ضرور ہیں۔ بعض ادیبوں اور شاعروں نے خط لکھنے میں ایسے کمال کا مظاہرہ کیا ہے کہ اگر وہ کچھ اور نہ لکھتے جب بھی وہ اپنے خطوط کی وجہ سے زندہ رہ سکتے تھے۔ اردو ادب میں غالب اسکی بہترین مثال ہیں۔

دوسرا پیرا گراف:

مکتوب نگاری (حصہ دوم)

جو آدمی جتنا اہم یا عظیم ہوتا ہے اس کے خط اتنے ہی زیادہ مفید اور کارآمد ہوتے ہیں۔ اس لیے دنیا کی ہر قوم اپنے مشیروں کے خطوط کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ مثال کے طور پر آپ دیکھتے ہیں کہ قائد اعظم اور علامہ اقبال کی سالگرہ یا برسی کے موقعوں پر اخباروں میں ان کے خطوط کو شائع کیا جاتا ہے۔ جو حال میں کہیں سے ملے ہیں۔ بعد میں ان خطوط کو کتابی شکل میں بھی محفوظ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ان خطوط سے قائد اعظم اور علامہ اقبال کی شخصیتوں اور ان کے خیالات و نظریات پر کچھ نئی روشنی پڑتی ہے اور انہیں ایک نئے نقطہ نظر سے سمجھنے میں مدد ملتی ہے، دنیا کی ہر زبان کے نثری ادب میں جہاں داستان، ناول، افسانہ، ڈراما، سوانح عمری اور تنقید وغیرہ کا سرمایہ ملتا ہے وہاں مشہور و ممتاز ادیبوں اور شاعروں کے خطوط کے مجموعے بھی ملتے ہیں ادیبوں اور شاعروں کے خطوط ادب کی کوئی صنف نہیں لیکن دنیا کے ہر ادب کا ایک حصہ ضرور ہیں۔ بعض ادیبوں اور شاعروں نے خط لکھنے میں ایسے کمال دیکھائے کہ اگر وہ کچھ اور نہ لکھتے تو بھی وہ اپنے خطوط کی وجہ سے زندہ رہتے۔ اردو ادب میں غالب اسکی بہترین مثال ہیں۔

(نوٹ) آپ اوپر کے دونوں پیرا گراف کو بغور ملائیے، بار بار یہ مشق کیجئے جب تک کہ آپ کو واضح فرق سمجھ نہیں آ جاتا۔ آپ کو اردو بہتر کرنے میں بہت مدد ملے گی ان شاء اللہ۔ صحیح الفاظ اور جملوں کی نشاندہی کرتے ہوئے صحیح پیرا گراف کو پین کے ہمراہ اپنا نام پتہ لکھ کر ارسال کریں۔ یا ای میل کریں۔

☆☆☆

مشق مغز

بڈیوں سے بنی انسانی کھوپڑی ایک صندوق کی سی حیثیت رکھتی ہے اور اس کے اندر ایک خاکی رنگ کا مادہ ہوتا ہے، جسے ہم ”مغز یا دماغ“ کہتے ہیں۔ اس

کی حیثیت سردار کی سی ہے جس کا کام جسم کے اعضاء کو قابو میں رکھنا اور احکام صادر کرنا ہے۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسانی دماغ تنزیلی کا شکار ہونے لگتا ہے جس کی بدولت سوچنے سمجھنے کی صلاحیت متاثر ہونے لگتی ہے اور اکثر و بیشتر بھولنے کی شکایت ہونے لگتی ہے۔ دماغی کھیل، ورزش، صحت بخش خوراک اور متحرک رہنے کے ذریعے بھولنے کے اس عمل میں بہتری لائی جاسکتی ہے۔ پیچیدہ ذہنی مشقوں اور مختلف طرز کی پیملیوں سے دماغ کا استعمال بھرپور طریقے ہونے لگتا ہے جس سے وہ تروتازگی محسوس کرتا ہے ورنہ اگر دماغ کو استعمال میں نہ لایا جائے تو وہ ناکارہ اور کٹھ ہونے لگتا ہے تو دوستوں ہم بھی آپ کے لئے دماغی مشق لائے ہیں تو آئیے سلسلہ شروع کرتے ہیں آپ کو حروف سے بھرا ڈبہ اور اردو زبان کے پندرہ الفاظ و مرکبات مع معنی دیئے جا رہے ہیں تاکہ الفاظ واضح ہو جائیں۔ آپ کسی بھی رخ سے ان حروف کو ملا کر الفاظ کو ڈھونڈیے۔ پیارے قارئین! ذہنی مشق حل کریں۔

مغز مشق (۱)

م	ج	ن	ا	ظ	ی	م
ر	م	ت	س	ن	ا	غ
ا	ی	ت	پ	ا	ر	ل
ب	ک	ق	ی	ن	ج	پ
ن	ج	ی	د	ن	ا	ل
ٹ	گ	ق	ہ	ا	ر	ن
ہ	م	ج	ی	ب	ا	ت
م	ظ	ق	پ	پ	ش	ق
ب	ی	ث	خ	ت	ر	ا
ا	ن	م	د	ت	ک	ہ
م	ہ	ع	س	ق	ت	س
ف	ت	گ	ک	ب	ر	ا
گ	ش	ل	م	س	پ	ا
ب	ا	ن	ک	ک	پ	ک
س	د	ع	س	ج	ہ	گ

الفاظ و مرکبات: ۱۔ انشا پر دازانہ (ادیب کی بقیہ صفحہ 42 پر ملاحظہ فرمائیں)





دو سہیلیوں رفعت خان اور رضیہ رحمن کے درمیان "مکالمہ نویسی" کے موضوع پر مکالمہ

(رضیہ رحمن کے گھر کے دروازے پر لگی ہوئی گھنٹی بجتی ہے، ملازمہ دروازہ کھولتی ہے اور اندر آ کر بتاتی ہے کہ باجی! رفعت خان نام کی کوئی خاتون آپ سے ملنے آئی ہیں۔ رضیہ رحمن جلدی سے دروازے کی طرف بڑھتی ہے اور استقبال کرتے ہوئے یوں گویا ہوتی ہے)

رضیہ رحمن: السلام علیکم، رفعت! آئیے آئیے تشریف لائیے۔ آج ایک طویل عرصے کے بعد آپ سے ملاقات پر دلی خوشی ہو رہی ہے۔

رفعت خان: وعلیکم السلام، رضیہ باجی! واقعی آج کافی عرصہ بعد آپ سے ملاقات ہو رہی ہے۔ آپ سنائیے آپ کیسی ہیں؟

رضیہ رحمن: الحمد للہ، میں بالکل خیریت سے ہوں۔ آپ سنائیے کیا حال ہے؟ کیا مصروفیات ہیں؟ رفعت خان: الحمد للہ، میں بھی بالکل خیریت سے ہوں۔ اور آپ کو یہ سن کر یقیناً خوشی ہوگی کہ میں عنقریب ایک ماہانہ رسالہ نکال رہی ہوں۔ اسی سلسلے میں آپ سے کچھ معلومات درکار ہیں۔

رضیہ رحمن: (خوشی سے) اچھا! ماشاء اللہ، یہ تو بہت ہی خوشی کی بات ہے، اور اس سلسلے میں اگر میں آپ کے کسی کام آسکوں تو یہ میرے لیے بہت خوش نصیبی کی بات ہوگی۔

(اتنے میں ملازمہ موسم کی مناسبت سے ٹرے میں رکھے ہوئے ٹھنڈے مشروب کے گلاس لیے ہوئے آتی ہے اور میز پر رکھ دیتی ہے۔ رضیہ مشروب کا ایک گلاس رفعت کی طرف بڑھاتی ہے اور دوسرا گلاس خود پکڑ لیتی ہے۔ مشروب پینے کے ساتھ ساتھ گفتگو بھی جاری رہتی ہے۔)

رفعت خان: اس رسالے کی اشاعت کا بنیادی مقصد نہ صرف نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا ہے بلکہ انہیں اردو کی مختلف اصناف لکھنے کا طریقہ کار بھی سکھانا ہے۔ رسالے کی سب سے پہلی اشاعت میں ہم قارئین کو مکالمہ نویسی کے طریقہ کار سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔ سو آج آپ سے ایک اچھا مکالمہ لکھنے کے طریقہ کار اور اصول و ضوابط پر بات کرنا چاہتی ہوں۔

رضیہ رحمن: رفعت! مکالمہ اردو کی ایک بہت اہم صنف ہے۔ صرف تحریر ہی نہیں روزانہ کی گفتگو میں بھی مکالمہ بہت اہمیت کا حامل ہے، تو کیوں نہ ہم مکالمہ نگاری پر ہی ایک مکالمہ کر لیں؟ آپ مجھ سے سوال کرتی جائیں، میں آپ کو جواب دیتی جاؤں گی۔

رفعت خان: جی آپ یہ تو اصلی مکالمہ ہو جائے گا جو یقیناً فرضی مکالمے سے زیادہ موثر ہوگا۔ آپ یہ بتائیے کہ مکالمہ کس زبان کا لفظ ہے اور اس کا مطلب کیا ہے؟

رضیہ رحمن: مکالمہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہم کلام ہونا، گفتگو، سوال و جواب ہیں۔ اصطلاحی طور پر دو یا دو سے زیادہ افراد کی روبرو یا آمنے سامنے گفتگو مکالمہ کہلاتی ہے۔ یوں تو ہر شخص چھوٹا موٹا مکالمہ لکھ سکتا ہے مگر مکالمہ نگاری یا مکالمہ نویسی ایک باقاعدہ فن ہے۔

رفعت خان: آپ! ایک اچھا مکالمہ لکھنے کے لیے کن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے؟

رضیہ رحمن: رفعت! سب سے پہلے تو جس موضوع پر مکالمہ لکھنا ہو، اس موضوع کے بارے میں معلومات کا ہونا ضروری ہے۔ معلومات ایسی ہونی چاہئیں کہ موضوع کے حق اور مخالفت دونوں میں استعمال کی جاسکیں۔

رفعت خان: مکالمے کا آغاز کیسے کیا جائے؟ رضیہ رحمن: مکالمے سے پہلے کرداروں کی ملاقات کا منظر اور پس منظر بیان کر دینا چاہیے۔ یعنی ملاقات کہاں اور کیسے ہو رہی ہے؟ مثلاً دو دوست کالج کے گیٹ پر ملتے ہیں۔۔۔ ایک دوست کالج میں کھانے پینے کی دکان پر بیٹھا ہے، دوسرا اسے ڈھونڈتا ہوا آتا ہے اور وہاں بیٹھ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ مسلمان ہونے کے ناتے السلام علیکم کے الفاظ سے گفتگو کا آغاز کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔ مکالمے کا آغاز ہی موضوع کے بارے میں ہو تو وہ غیر فطری سا لگے گا اس لیے ادھر ادھر کی ایک دو باتوں کے بعد اصل موضوع کی طرف آئیں گے تو وہ انداز زیادہ بہتر معلوم ہوگا۔

رفعت خان: آپی مکالمہ کی زبان کیسی ہونی چاہیے؟ رضیہ رحمن: وہ مکالمہ اچھا تصور کیا جاتا ہے جس میں روزمرہ کی گفتگو، عام بول چال کا انداز اور سادہ و عام فہم زبان کا استعمال کیا جائے۔ مکالمے کو خشک و عجز نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس میں ایک مناسب حد تک گفتگو، دلچسپی اور بر جستگی ہونی چاہیے۔

رفعت خان: آپی اکثر لوگ سوال کرتے ہیں کہ مکالمہ کی طوالت کتنی ہو یا مکالمہ کتنے صفحات پر مشتمل ہو؟ رضیہ رحمن: (ہنستے ہوئے) جی رفعت! اکثر طالبات ہم سے بھی یہ سوال کرتی ہیں جس کا جواب یہ ہے کہ مکالمہ کو مختصر مگر جامع ہونا چاہیے۔ مکالمہ میں غیر ضروری تفصیلات اور لمبی چوڑی تقریروں سے گریز کرنا چاہیے۔

رفعت خان: آپی! مکالمہ کے کرداروں کو کن باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے؟ رضیہ رحمن: ایک تو یہ کہ مکالمہ میں دونوں کرداروں



# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### ہم خاص کیوں ہیں :-

- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ☆ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کپریسڈ کوالٹی
- ☆ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریخ
- ☆ ایڈ فری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا
- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریخ
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤسنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

← ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

← ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

# WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan



Like us on  
Facebook

[fb.com/paksociety](http://fb.com/paksociety)



[twitter.com/paksociety1](http://twitter.com/paksociety1)



کو اظہار خیال کا برابر موقع دینا چاہیے، ایک کردار کہے اور دوسرا سنا کرے جیسی کیفیت نہیں ہونی چاہیے، دوسری اہم بات یہ کہ گفتگو میں تہذیب و شائستگی اور ادب، آداب کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ

سخ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں اور مکالمے کردار کے تعلیمی اور سماجی مرتبے کے مطابق ہونے چاہئیں۔ مثلاً اگر ان پڑھ طبقے کا نمائندہ کردار فلسفیانہ گفتگو کرنے لگے یا کوئی پروفیسر عامیانہ گفتگو کرنے لگے تو یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اور ہاں انسان کو روبرو گفتگو میں بھی تہذیب و شائستگی کا خیال رکھنا چاہیے لیکن تحریری گفتگو کے لیے تو ادب و شائستگی شرط اول ہے۔ مثلاً اگر آپس کی گفتگو میں "یار" آپ کا تکیہ کلام ہے تو تحریر میں اس لفظ کا تکرار مناسب معلوم نہیں ہوگا۔

رفعت خان: جی آپ! آپ کی بات بالکل درست ہے اچھا یہ بتائیں کہ مکالمہ تحریر کرتے وقت کوئی خاص انوکھی بات بھی ہوتی ہے؟

رضیہ رحمن: جی ہاں! رموز اوقاف کا استعمال ایک بہت خاص نکتہ ہے جس کا کچھ لوگ خیال نہیں رکھتے، حالانکہ بعض اوقات محض رموز اوقاف کے عدم استعمال کی وجہ سے بات کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے اور نوبت لڑائی جھگڑوں تک جا پہنچتی ہے۔

رفعت خان: براہ مہربانی! کچھ رموز اوقاف بھی بتادیں اور اس کی مثال سے وضاحت بھی کر دیں۔

رضیہ رحمن: رموز اوقاف سے مراد وہ علامتیں ہیں جو تحریر اور گفتگو دونوں میں استعمال ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی تلاوت میں بھی رموز اوقاف کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ علامتیں ہمیں سمجھاتی ہیں کہ کہاں مختصر وقفہ کرنا ہے؟ کہاں مکمل ٹھہرنا ہے؟ اگر سوال ہے تو سوالیہ (?) نشان لگانا چاہیے۔ کہیں کسی کو مخاطب کرنا ہے تو ندائیہ (!) کی علامت استعمال ہوگی۔ کسی

جذبے کا اظہار کرنا ہے تو فحاشیہ (!) کی علامت استعمال کریں گے۔ مختصر ٹھہرائے کے لیے سکتہ کی علامت (،) استعمال ہوتی ہے۔ سکتہ سے زیادہ ٹھہرنا ہو تو وقفہ (!)، اقوال اور وضاحتی جملوں کے لیے رابطہ (:), عبارت میں کسی بات کی تفصیل سے پہلے تفصیلیہ (-:), جملہ کا اختتام کے لیے ختمہ (-), جملہ معترضہ کے لیے قوسین ( )

کسی کے قول یا کسی عبارت کے الفاظ نقل کرنے کے لیے، کسی کتاب کا نام لکھنا ہو یا کسی خاص لفظ کی طرف متوجہ کرنا ہو تو ابتدا اور آخر میں "واوین" " " کی علامت استعمال ہوتی ہے۔ ضرورت کے باوجود ان کا استعمال نہ کرنے سے بات کا مفہوم بدلنے کا خدشہ ہوتا ہے۔ مثلاً بیٹھو امت جاد کا مطلب ہے کہ میری خواہش ہے کہ ابھی مزید بیٹھو، ابھی نہ جاؤ۔ لیکن اگر درمیان میں سکتہ یا قومه نہ لگایا جائے تو بات بدل جائے گی اور کچھ یوں ہو جائے گی کہ بیٹھو امت، جاؤ یعنی رموز اوقاف کے استعمال نہ کرنے سے خواہش ہی بدل جائے گی اور کچھ یوں ہو جائے گی کہ بیٹھنے کے بجائے چلے جاؤ۔

اچھا یہ بتائیے کہ مکالمہ کا اختتام کیسے کیا جائے؟ رضیہ رحمن: رفعت! مکالمہ کو اچانک ختم نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے فطری اور منطقی موڑ پر اختتام پذیر ہونا چاہیے۔ اختتام میں بھی موضوع کے علاوہ ایک دو باتیں ہونی چاہئیں۔ مثلاً نماز کا وقت ہو رہا ہے اس لیے اب مجھے اجازت دیں یا میری ای میرا انتظار کر رہی ہوں گی، اس لیے اب میں چلتا ہوں، وغیرہ وغیرہ۔ اور ہاں رخصت ہوتے وقت دونوں کردار "السلام علیکم" کے الفاظ کے ذریعے یا اللہ حافظ، فی امان اللہ کے الفاظ کے استعمال سے ایک دوسرے کو دعا ضرور دیں۔ بات کا آغاز بھی دعا سے اور اختتام بھی دعا سے۔

رفعت خان: آپ! کچھ اور اہم باتیں جو مکالمہ نویسی کے

لیے ضروری ہوں، براہ مہربانی وہ بھی بتادیں۔ رضیہ رحمن: جی رفعت! ایک اچھے مکالمہ کے پانچ (5) حصے ہوتے ہیں:

(i) ابتداء (ii) کشمکش (iii) نقطہ عروج (iv) سلجھاؤ (v) اختتام

یعنی مکالمہ لکھتے وقت بتدریج آگے بڑھنا چاہیے۔ رفعت خان: آپ! براہ مہربانی اس بات کی تھوڑی سی مزید وضاحت کر دیں۔ رضیہ رحمن: جی کیوں نہیں، مکالمے کا جب آغاز کیا جائے تو اس میں معلومات دی جائیں کہ کس موضوع پر بات ہو رہی ہے۔ اس کے بعد بات کو الجھایا جائے۔ دونوں کرداروں کی طرف سے دیے جانے والے دلائل مضبوط ہونے چاہئیں تاکہ محسوس ہو کہ مکالمے کا کوئی حل نہیں نکل سکتا۔ پھر آہستہ آہستہ ایک کے دلائل کمزور کرتے جائیں اور دوسرے کے مضبوط، اسے سلجھاؤ کہتے ہیں۔ اختتام میں فتح ہمیشہ نیکی یا اچھی بات کی ہونی چاہیے۔

رفعت خان: آپ! آج کا مکالمہ تو الحمد للہ زبردست رہا۔ یہ مکالمہ ہمارے رسالے "قلم کی روشنی" کے تمام قارئین کے لیے بالعموم اور مکالمہ نویسی میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بالخصوص بہت مفید رہے گا۔ میں اپنی اور اپنے جریدے کے پورے گروپ کی طرف سے آپ کی بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مکالمہ نگاری کے حوالے سے اس مکالمہ کے لئے، اپنے قیمتی وقت میں سے ہمیں وقت دیا اور اتنی مفید معلومات فراہم کیں۔ جزاک اللہ خیراً، بہت بہت شکریہ۔ مجھے امید ہے کہ آپ آئندہ بھی ہمارے قارئین کو اسی طرح قیمتی معلومات فراہم کرتی رہیں گی۔

رضیہ رحمن: رفعت خان! آپ کا بھی بے حد شکریہ کہ آپ نے مجھے اس قابل سمجھا اور مجھے یہ سنہری موقع فراہم کیا کہ میں مکالمہ نگاری کا شوق رکھنے والوں کی بقیہ صفحہ 37 پر ملاحظہ فرمائیں



پچھلے دنوں ایک مقابلے کا انعقاد کیا گیا جس کا موضوع تھا کہ "پاکستان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ کیا ہے؟" ہم نے بھی لکھنے کا ارادہ کیا مگر سوچا کہ کیوں نہ اس سلسلے میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق لوگوں کی رائے معلوم کر لی جائے تاکہ ہمارا مضمون زیادہ متوازن اور حقیقت سے قریب تر ہو۔ اس سلسلے میں ہم نے اپنے نامہ نگار دوستوں سے رابطہ کیا اور انہیں اپنے مسئلے کا بتایا اور ان سے مدد مانگی۔ کچھ کوشش ہم نے خود کی۔ انہوں نے جو کچھ بتایا وہ حاضر خدمت ہے۔

ہمارے نمائندے نے جب وزیر اعظم سے ملاقات کی تو وہ خوبصورت جدید طرح کے انگریزی لباس میں ملبوس بیرون ملک روانہ ہو رہے تھے۔ انہوں نے انگریزی میں فرمایا کہ ایک بڑی جماعت کا دھرنا اور میٹرو بس میں تاخیر سب سے بڑی وجہ ہے۔ شہر انگریزی میں جاتے جاتے کہنے لگے کہ قومی زبان پر شرمندہ ہونے اور اپنی مصنوعات کو فروغ نہ دینا بھی اسی سلسلے میں آتا ہے۔

تحریک انصاف کے قائد سے جب پوچھا گیا تو اس وقت وہ مرغن کھانوں سے بھری میز پر کھانے سے انصاف کر رہے تھے۔ ان کا کہنا کہ ملک کی ترقی میں اصل رکاوٹ شفاف انتخابات کا نہ ہونا ہے۔ مزید فرمایا کہ لوگ بھوک اور قحط سے مر رہے ہیں، اگر عوام کو کھانا اور تعلیم مل جائے تو پاکستان ترقی کر سکتا ہے۔ یہی سوال جب اسفند یارولی کے پاس آیا تو ان کا کہنا تھا کہ ملکی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ کالا باغ ڈیم ہے۔ اگر اس منصوبے کو ختم کر دیا جائے تو ملک دن دو گنی رات چوگنی ترقی کرے گا۔ جب آصف علی زرداری سے یہ سوال کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ مفاہمت کی سیاست کے بغیر ملک آگے نہیں بڑھ سکتا۔ لندن میں

الطاف حسین سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اپنے مخصوص لہجے میں گنگنایا کہ 'پردے میں رہنے دو۔۔۔ پردہ نہ اٹھاؤ'۔ پھر انہیں خیال آیا کہ یہ سنجیدہ سوال ہے تو کہنے لگے کہ مہاجرین کو ان کے حقوق دیے بغیر ترقی دیوانے کا خواب ہی ہے۔ جب یہی سوال وزیر اعلیٰ سندھ سے کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ سائیں ہمیں نہیں پتا۔ زرداری صاحب سے پوچھ کے جواب دوں گا۔

سیاستدانوں سے مایوس ہو کر ہم نے سوچا کہ دوسرے شعبوں میں معقول لوگوں کی کمی نہیں۔ ہمیں امید تھی ہماری گتھی کچھ مشکل سے ہی سہی مگر سلجھ جائے گی۔ ہمیں ڈاکٹر ایک سڑک پر احتجاج کرتے نظر آئے۔ ہم حیران کہ اسپتال میں مریضوں کو کس کے حوالے کر کے آئے ہیں؟ مگر

یہ ہمارا مرد درو تھوڑی ہے۔ ہمیں اپنے کام سے مطلب رکھنا چاہیے سو ہم نے ایک ڈاکٹر کو روکا اور اپنا سوال دہرایا۔ انہوں نے ایک لمبے وقفے کیا؟ پھر کہنے لگے کہ جب تک ڈاکٹروں کی تنخواہیں نہیں بڑھائی جاتیں، یہ سب ایسا ہی رہے گا۔

اگلے روز ہماری ملاقات ایک انجینئر سے ہوئی۔ یہ صاحب پیروزگار تھے۔ ہم نے ان سے ملکی مسئلے کا حل پوچھا تو ان کا کہنا تھا کہ جب تک ملک کے پڑھے لکھوں کو نوکری نہیں ملے گی ملک آگے کیسے بڑھے گا؟ بات ان کی بھی بجاتھی مگر یہ بھی باقی افراد کی طرح ذاتی مسائل میں ہی گم تھے۔

پھر ہمیں ایک فوجی جرنیل ملے۔ ان سے ہم نے پوچھا تو کہنے لگے کہ ملک کا انتظام سیاست دانوں کے پاس ہے جو اس کو چلانے کے اہل نہیں۔ اگر ملک کی باگ دوڑ فوج کے حوالے کر دی جائے تو ملک میں دووہ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں گی۔ اس سلسلے میں

انہوں نے پچھلے فوجی ادوار کی مثالیں دی کہ ان میں ملک نے کیسے ترقی کی۔

اب ہماری اگلی منزل ایک دانشور تھے۔ ان کے کالم ملک کے بڑے بڑے اخباروں میں چھپتے ہیں۔ ان سے ہم نے پوچھا تو ان کا کہنا تھا کہ حکومت کے کاغذ پر جبری معاوضہ لگا کر سرسبز زیادتی کی ہے۔ اس سے حکومت کی علم و شہنشاہ عیاں ہو جاتی ہے۔ کاغذ اخبار و رسائل کا بنیادی جزو ہے۔ اگر یہ مہنگا ہوگا تو اخبار و رسائل عام لوگوں کی دسترس سے باہر ہو جائیں گے اور یوں ان کی ذہنی نشوونما میں بہتری نہیں آئے گی۔ بھلا ذہنی پسماندہ معاشرہ بھی ترقی کر سکتا ہے؟

دانشور کے گھر سے نکل کر ہم اپنے گھر رواں تھے کہ ہمیں عمر اکمل ایک مال میں خرید و فروخت کرتے نظر آئے۔ اب تک ہم ماہرین کی رائے سے مایوس ہو چکے تھے مگر سوچا کہ چلو کھلاڑی کی بھی رائے جان لیں۔ انہوں نے دنیا دیکھی ہے سو یقیناً وسیع النظر ہوں گے۔ ہم نے سوال کیا تو جواب آیا۔۔۔ "جب تک انصاف نہیں ہوگا ملک کیسے ترقی کرے گا؟ مجھے خواہ مخواہ کھیل کی صف سے نکال دیا گیا۔ اس سے پہلے کامران بھائی اور عدنان کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ اگر ہمیں انصاف نہیں مل رہا تو عام لوگوں کو کیا ملے گا۔ اب آپ خود جان لیجئے کہ ملک کی ترقی نہ کرنے کی وجہ کیا ہے۔

اب ہمارا دل ماہرین سے اچاٹ ہو چکا تھا۔ ہم نے سوچا کہ کیوں نہ عام لوگوں سے ہی پوچھ لیا جائے۔ ایک دوکان دار سے پوچھا تو کہنے لگا کہ حکومت اگر چیزیں سستی کر دے تو لوگوں کو ہر چیز باسانی مہیا ہوگی اور ملک ترقی کرے گا۔

ایک بینک کے باہر سابقہ تنخواہ لینے والے بزرگ بقیہ صفحہ 57 پر ملاحظہ فرمائیں



# یہ کیا ہے؟

## محسن بھائی اور قاتل بھائی

یہ ان دنوں کی بات ہے جب امریکا میں خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ ان دنوں عظیم امریکی اداکار ایڈون بوتھ ریل کے ذریعے سے نیویارک سے نیوجرسی گیا۔ جب وہ نیوجرسی میں اترا، تو لوگوں کا ایک ہجوم اسے دیکھنے لیے اٹھ آیا۔ اس ہجوم کی زد میں آکر ایک لڑکا پلیٹ فارم سے عین اس وقت پڑی پر گر پڑا جب ایک انجن چلا آ رہا تھا۔

اتفاق سے ایڈون سامنے ہی کھڑا تھا۔ وہ لپک کر لڑکے کے پاس پہنچا۔ اسے اٹھالیا۔ یوں اس کی جان بچ گئی۔ ایڈون کی اس حاضر دماغی اور دلیری نے اس کی شہرت میں مزید اضافہ کر دیا۔ وہاں موجود لوگوں نے اسے خوب داد دی۔ یوں اس نے اپنا نام امریکی تاریخ میں سہرے حروف سے لکھوایا۔

بعد میں اس لڑکے نے اس واقعے کے بارے میں اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ جب ہجوم کا ریل آیا، تو وہ اپنے آپ پر قابو نہ پاسکا اور پڑی پر جا گرا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اسی وقت ایک آدمی نے اس کے کوٹ کا کالر پکڑا۔ اسے اٹھنے میں مدد دی اور چبوترے پر لے آیا۔ جب اس نے اپنے مددگار کا شکریہ ادا کرنا چاہا، تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سامنے ایڈون بوتھ کھڑا ہے۔ دو ہفتے بعد کا ذکر ہے کہ ایڈون کو امریکا کی فوج کے سربراہ جنرل الائنز ایس گرانٹ کے دفتر سے ایک تعریفی خط ملا۔ اس خط سے پتا چلا کہ ایڈون نے جس لڑکے کو بچایا تھا، وہ امریکی صدر ابراہام لنکن کا بیٹا رابرٹ لنکن تھا۔ ایڈون نے بہادری کا جو کارنامہ سر انجام دیا تھا، اس نے لنکن خاندان میں بوتھ خاندان کو متعارف کروادیا، لیکن قسمت کی ستم ظریفی دیکھیے کہ کئی

# منال صبا

ماہ کے بعد ایڈون کے بھائی ولکنز بوتھ نے صدر ابراہام لنکن کو قتل کر ڈالا۔

## دو بھائی..... حادثہ ایک جیسا

جولائی 1975ء کی بات ہے کہ یورپی اور امریکی اخبارات نے یہ خبر نمایاں طور پر پہلے صفحے پر شائع کی کہ جزیرہ برمودا کے علاقے ہملٹن میں ایک کار نے سترہ سالہ موٹر سائیکل سوار اسکائٹ لارنس ایبن کو مار ڈالا۔ اس خبر کی خاص بات یہ تھی کہ پچھلے جولائی کو اسی گلی میں اسکائٹ کا بڑا بھائی بھی اسی ٹیکسی نے مار ڈالا تھا۔ دونوں لڑکے سترہ سال کے تھے۔ دونوں ایک ہی موٹر سائیکل چلا رہے تھے۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ دونوں بھائیوں کی قاتل کار ایک ہی تھی۔ مسافر بھی وہی تھے اور ڈرائیور بھی وہی۔ ایک جیسے کردار جب امریکا کے مشہور کارٹونسٹ بینک کچم نے 'ڈینس دی مینک' اخبارات کی زینت بنایا، تو بحر اوقیانوس کے پار برطانیہ میں چند گھنٹے پہلے ایک مزاحیہ سیریز 'دی پیانو' کا شمارہ نمبر ۴۵۲ دکانوں پر پہنچا۔ اسی شمارے میں ایسا کارٹون کردار پہلی بار جلوہ گر ہوا جس نے اپنے خالق ڈیوڈ لا کو عالمی شہرت یافتہ کارٹونسٹ بنا دیا۔ اس کارٹون کردار کا نام بھی 'ڈینس دی مینک' تھا۔ ان کرداروں کے نہ صرف نام ایک تھے بلکہ وہ ایک ہی دن منظر عام پر آئے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں تھا کہ ان میں سے کسی نے دوسرے کی نقل ماری ہو۔ وہ دونوں نہ صرف ایک دوسرے سے ناواقف تھے بلکہ انہیں تو یہ بھی پتا نہیں تھا کہ سمندر پار دوسرا فن کار بھی اس جیسا کارٹون کردار ہی تخلیق کر رہا ہے۔ نام کے علاوہ ان کرداروں میں کچھ بھی مطابقت نہیں تھی۔ بینک کچم نے اپنے شرارتی بیٹے کو دیکھ کر اپنا کردار تخلیق

کیا تھا جب کہ ڈیوڈ لا کا کردار ایک سابق مزاحیہ سیریز کیلون اینڈ ہوٹس کے کردار کیلون کا نیا جنم تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ وہ علیحدہ علیحدہ اپنا کام جاری رکھیں گے۔ ان فن کاروں کے کرداروں نے اپنی اپنی جگہ خوب شہرت پائی۔

محترم قارئین: آپ بھی دلچسپ معلوماتی خبریں ہمیں بھیجنا چاہتے ہیں تو اپنے نام پتہ رابطہ نمبر کے ہمراہ ہمیں ای میل کریں یا پی او بکس پر خط ارسال کریں، شکریہ۔ (☆☆☆)

**بقیہ... پاکستان کی ترقی میں رکاوٹ**  
موجود تھے۔ ہم نے ایک صاحب سے پوچھا تو کہنے لگے کہ جہاں بزرگوں کو دن بھر وہو پ میں کھڑا رکھا جائے اور ذلیل کیا جائے بھلا وہ ملک کیسے ترقی کرے گا؟ حکومت ہمارے مسائل حل کرے اور دعائیں لے تو ملک بھی ٹھیک ہو جائے گا۔

ایک مسجد کے امام سے ملاقات ہوئی۔ ان کی بیگم نے حال ہی میں وفات پائی۔ ان کا جواب کچھ یوں تھا۔ 'یہ اللہ کا ہم پر عذاب ہے۔ ہم نے شادی کو مشکل کر دیا ہے۔ ہماری خواتین بڑی تعداد میں غیر شادی شدہ ہیں۔ اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ بچیوں کی شادیاں کریں۔ اگر کوئی ہم پلہ رشتہ نہیں ملتا تو رنڈوے اور بیوہ مردوں سے شادی کر دیں مگر گھر نہ بٹھائیں۔ اس سے اللہ خوش ہوگا اور ملک ترقی کرے گا۔ اس شاندار منطق کے بعد ہم نے مزید کسی اور سے رائے طلب نہیں کی۔ ہم نے جان لیا کہ اس ۱۸ کروڑ والی آبادی کے ملک کے ۸۱ کروڑ بنیادی مسائل ہیں۔ ہر کسی کا ذاتی مسئلہ ہی اس کی نظر میں قومی مسئلہ ہے اور اس کے مسئلے کا حل ہی ملکی ترقی کا ضامن ہے۔ ہر کوئی اپنا حق مانگ رہا ہے خواہ وہ اس کا مستحق ہو یا نہ ہو اور کسی کی نظر فرض پر نہیں۔ یہی ہماری ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

☆☆☆



کو پڑھایا جا رہا ہے، ہمارے تعلیمی اداروں میں اردو لازمی مضمون کی حیثیت رکھتا ہے اور ساتھ ہی وہاں پر طالب علموں کو اردو میں کئی مضامین پڑھائے جاتے ہیں اور ان کی تحریری آزمائش بھی کی جاتی ہے جس سے ان کی صلاحیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور وہ معاشرے کی اصلاح کا باعث بنتے ہیں اور اپنے وطن کی خدمت کرتے ہیں۔ اردو ادب کے فروغ کے لیے بہت سی لائبریریاں قائم کی گئی ہیں تاکہ ہر قسم کی معلومات مل سکیں۔

مثلاً داستان، افسانے، کہانیاں، ناولز، سفر نامے، تاریخی مضامین اور شعرو شاعری کی کتابیں ہمارے لیے لائبریری میں با آسانی دستیاب ہیں جس سے اردو کے چاہنے والے اپنا مطالعہ وسیع کر سکتے ہیں۔ آج کل پرنٹ میڈیا کی ترقی اور شہرت کی بنیاد انٹرنیٹ ہے جس کے ذریعے کوئی بھی بندہ با آسانی کسی بھی ملک کی خبریں اردو زبان میں پڑھ سکتا ہے، ایک ایک پل کی خبر گھر بیٹھے مل جاتی براہ راست اخبار پڑھنے کی بھی سہولت انٹرنیٹ پر موجود ہے، بہت سے اخبارات روزانہ چھپے ہوتے ہیں جنہیں ہم کسی بھی وقت انٹرنیٹ پہ پڑھ سکتے ہیں اور پرانے اخبارات بھی ہماری سہولت کے لیے ویب سائٹ پر موجود ہوتے ہیں۔ اردو لکھنے کے لیے اب ہمیں قلم اور کاغذ کی بھی ضرورت نہیں بلکہ ہم سب کی سہولت کے لیے انٹرنیٹ پر بہت سے ایسے پروگرام موجود ہیں جس کو ایک بار کمپیوٹر میں انسٹال کرنے کے بعد ہم اردو رسم الخط میں اپنی تحریر کو خوبصورتی کے ساتھ لکھ سکتے ہیں اور اس کو پرنٹ بھی کر سکتے ہیں۔ (بقیہ صفحہ 37 پر ملاحظہ فرمائیں)

رہے ہیں اور معاشرے میں اپنی زبان کو اپنے خوبصورت الفاظ میں عام کرتے ہیں یہ ان کی اپنی مادری زبان سے سچی محبت کا عملی ثبوت ہے۔

اردو ایک قدیم زبان ہے جو کہ برسوں سے لکھی اور پڑھی جاتی ہے پر اب لوگوں نے اس کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ موبائل فون کے مختصر پیغامات کے لیے اردو زبان کی سہولت نہیں تھی اس لیے اردو رسم الخط میں پیغام دینا ناممکن تھا تو لوگوں نے اس کی جگہ رومن اردو یعنی انگریزی رسم الخط کے ذریعے پیغام بھیجنا شروع کیا اور انٹرنیٹ پر بھی اب یہی طریقہ رائج ہو گیا ہے بہت سے لوگ اردو رسم الخط کی جگہ باقاعدگی سے رومن اردو کو ہی استعمال کرتے ہیں اور اب تو لوگوں نے اردو کی جگہ رومن میں ہی کتابیں لکھنا شروع کر دی ہیں جو کہ اردو زبان لکھنے والوں کے لیے لمحہ فکریہ ہیں۔ اب انٹرنیٹ اور موبائل فون پہ بھی اردو رسم الخط موجود ہوتا ہے اور انٹرنیٹ پر بھی "یونی کوڈ" کے نام سے اردو رسم الخط کے لیے یہ سوفٹ ویئر بہت مشہور ہے اور بھی مختلف سوفٹ ویئر موجود ہیں اس لیے اب رومن اردو کا استعمال غیر ضروری ہو گیا ہے لیکن اس کے برعکس اب لوگ رومن اردو کو ہی لکھنا زیادہ پسند کرتے ہیں اور مختلف اخبارات، اشتہارات اور میل جول میڈیا پر کثرت سے رومن اردو کے استعمال نے ہماری مادری زبان اردو کو اردو رسم الخط میں لکھنے کی اہمیت کو کم کر دیا ہے جو کہ بہت ہی دکھ کی بات ہے۔

اہل قلم نے بہت سی کتابیں اردو کے فروغ کے لیے لکھی ہیں جن کے کچھ حصے آج بھی اردو کی وری کتابوں میں شامل ہیں اور ہماری نوجوان نسل کی بہتری کے لیے بہت سے تعلیمی اداروں میں اردو زبان

اردو ہے جس کا نام ہی جانتے ہیں داغ مارے جہاں میں دھوم ہماری زبان کی ہے اردو ہماری قوی زبان ہے یہ ہر گھر میں کثرت سے بولی جاتی ہے اور یہ وہی اردو ہے جو کہ بچپن سے سنی اور بولی جاتی ہے، ہر شخص با آسانی اردو زبان پڑھ بھی سکتا ہے اور لکھ بھی سکتا ہے۔ اردو زبان اور پاکستانی لازم و ملزوم ہیں، اردو میں بہت سی کتابیں آئے دن چھپتی رہتی ہیں بہت سے لوگ اردو زبان کی اہمیت کے لیے مختلف سیمینار اور کانفرنسیں بھی منعقد کراتے ہیں تاکہ آنے والی نسل اپنی قومی زبان کی اہمیت سے واقف رہے اور ان میں اردو زبان کے حوالے سے شعور پیدا ہو۔

اردو ادب کے فروغ کے لیے مختلف جرائد روزانہ کی بنیاد پر شائع ہوتے ہیں، ہفتہ وار جریدے، رسائل اور مختلف ڈائجسٹ ہر مہینے ہماری دسترس میں ہوتے ہیں اور جس سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ساتھ ہی ہماری اصلاح بھی ہوتی رہتی ہے۔ اردو پڑھنے کے ساتھ ساتھ ہمیں لکھنا بھی آنا چاہیے کیونکہ اردو ہر ادارے میں رائج ہے، ہماری شناخت ہے، باہمی اتحاد کا ذریعہ ہے اور ہماری ترقی کا زینہ بھی ہے بہت سے ملکوں کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ وہ ہر جگہ پہ صرف اپنی مادری قومی زبان کا استعمال کرتے ہیں اور اپنی زبان کو کسی دوسری زبان پر فوقیت نہیں دیتے یہی وجہ ہے کہ دوسری قومیں آج ترقی یافتہ ہیں اور دنیا بھر میں وہ اپنا نام بنا رہی ہیں۔ اردو ادب کے لیے اہل قلم دن رات جدوجہد کرتے ہیں تاکہ ہم اپنی قوی زبان کو سمجھ سکیں اور ان کے قلم کی روشنی سے ہر جگہ ان کا پیغام پھیلا سکیں اہل قلم ہی ہیں جو اپنی زبان کو فروغ دے

ان شاء اللہ اگلے شمارے میں ہم آپ کو اردو ان پیج کی اہمیت اور اس کے استعمال کا طریقہ سکھائیں گے۔ اگر آپ کو کوئی بھی سوال کرنا ہو تو بلا جھجک ہمیں ای میل کریں یا ہمیں دفتر قلم کی روشنی پی او بکس نمبر 1 خانپور ضلع رحیم یار خان کے پتہ پر خط ارسال کریں







ہوں آخر وہی ہمارا ملک ہے اور ہماری پہچان ہے۔ مجھے پاکستان کا کھانا اور ثقافت بہت پسند ہے۔ سب سے بڑھ کر وہ اسلامی ملک ہے۔ میرا پیغام یہ ہے کہ ہم جہاں بھی رہیں گے جتنی نسلیں بھی بڑھ جائیں مگر کہلائیں گے پاکستانی ہی، اس لیے پاکستانیوں کو چاہیے کہ اپنے وطن سے پیار کریں اور اپنے مسلمان اور پاکستانی ہونے پر فخر کریں۔

☆☆☆

عظمیٰ اکرم۔ جدہ، سعودی عرب

میں پینتیس سال سے سعودی عرب جدہ میں رہائش پذیر ہوں۔ میرا وطن پاکستان بہت خوبصورت اور دلکش ہے۔ سعودی عرب میں رہنا زیادہ بہتر لگتا ہے کیونکہ یہاں کی سب سے منفرد بات یہ ہے کہ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہیں اور جب دل چاہتا ہے زیارت کو چلے جاتے ہیں اس سے بڑھ کر خوش نصیبی اور کیا ہوگی۔ پاکستان کے تاریخی مقامات سب سے زیادہ پسند ہیں۔ ہم وطنوں کے لیے یہی دعا ہے کہ اللہ پاک سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور آپس میں اتفاق و محبت سے رہنے کی توفیق دے۔ آمین۔

☆☆☆

خان شاہین کمال۔ جدہ، سعودی عرب

میں سعودی عرب میں پینتیس سال سے مقیم ہوں۔ وطن کے لیے بہت کچھ سوچتا ہوں کہ وہاں سعودیہ کی طرح اسلامی نظام ہو اور ملک سے لوٹ مار ختم ہو۔ رہنے کے لیے اپنے ملک سے بہتر کوئی ملک نہیں۔ ہمارے سر کا ایک شعر ہے۔۔۔ ”جب دیس میں دل گھبراتا ہے۔۔۔ پر دیس کا عالم کیا ہوگا۔“ ہمارا ملک جب بنا تھا تو اسلامی ملک تھا اور اب برائے نام وہ گیا ہے ہم چاہتے ہیں اسے ایک اسلامی ملک بنایا جائے جو لوٹ مار سے پاک ہو اور سب لوگ اپنا ملک کچھ کر کام کریں اور آپس میں اتفاق و محبت سے رہیں۔

☆☆☆

عثمان محمد۔ ویانا، آسٹریا

تیرہ سال سے آسٹریا میں رہ رہے ہیں۔ وطن کے لیے تب سوچ پر وہاں چڑھتی ہے جب دہشت گردی سے دہشت پھیل جاتی ہے، جب بچوں کو اپنے گناہ چھپانے کے واسطے کوڑے دان میں پھینک دیا جاتا ہے، جب ملک کو عوام گالی دیتے ہیں۔ بجلی نہ ہونے پر کیونکہ یہی بجلی صرف کرکٹ کے کھیل کے اوقات میں پوری طرح مہیا کی جاتی ہے۔ سہولیات زندگی کے لحاظ سے زندگی برائے زندگی گزارنی ہو تو آسٹریا ہی بہتر ہے بہ نسبت پاکستان کے، اور اگر زندگی کھل کر مٹی کی دلکش خوشبو کے ساتھ، مینھی ہو اور اس کے ساتھ، گنگناتی فضاؤں کے ساتھ گزارنی ہو تو ”پاک پاک پاکستان“۔ پاکستان کے لیے یہ بات کہوں گا کہ ”ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی“۔ ہم وطنوں سے یہ کہنا چاہوں گا کہ دوسروں پہ الزام لگانے، حکمرانوں کو گالی گلوچ دینے، ذمے دار ٹھہرانے سے پہلے یہ دیکھو کہ آپ کا اپنا کیا کردار ہے!

☆☆☆

شہزاد امین۔ جدہ، سعودی عرب

میں سعودیہ میں پچھلے آٹھ سال سے رہ رہا ہوں۔ اپنے ملک کو بہت یاد کرتا ہوں۔ سعودی عرب میں رہنا زیادہ بہتر لگتا ہے کیونکہ یہاں زیادہ امن و سلامتی ہے، برکت ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ یہاں اللہ کا گھر ہے۔ پاکستان کے لیے صرف پانچ الفاظ کا استعمال کروں گا کہ ”مجھے پاکستان سے محبت ہے“۔ اور ہم وطنوں کے لیے یہی کہوں گا کہ اللہ پاک سب کو دن دگنی رات چگنی ترقی دے اور ہر مشکل وقت سے محفوظ رکھے۔ آمین

☆☆☆

چوہدری اسماعیل۔ جدہ، سعودی عرب  
چھبیس سال سے سعودی عرب میں رہائش پذیر ہیں۔ اللہ پاک پاکستان کو سدا سلامت رکھے اور امن

کا دور دورہ ہو۔ سعودیہ میں رہنا زیادہ بہتر لگتا ہے کیونکہ یہاں سے کاروبار کا آغاز کیا اور یہاں ہی آباد ہیں۔ پاکستان کے بارے میں اچھی بات یہ کہ میرے شناخت پاکستان سے ہے اور میں پاکستانی کہلاتا ہوں۔ ہم وطنوں کے لیے یہی کہنا چاہوں گا کہ محنت کریں، ملک کا نام روشن کریں۔ پاکستان کی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔

☆☆☆

زارا اسد۔ جدہ، سعودی عرب

سعودی عرب میں انتیس سال سے رہائش پذیر ہیں۔ اپنے ملک سے بہت پیار ہے اور بہت یاد کرتی ہوں۔ سعودیہ میں پلے بڑھے ہیں تو یہاں رہنا بہتر لگتا ہے اور سب سے بڑی بات اللہ تعالیٰ کے گھر جب دل چاہے چلی جاتی ہوں اس سے خوش نصیبی کیا ہو گی؟ پاکستان کے لیے یہی کہوں گی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کے حالات بہتر کرے اور وہاں رہنے والوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔ اپنے ہم وطنوں کے لئے پیغام دعا کی صورت ہے کہ ”تمام پاکستانیوں کو دن رات ترقی دے، ہر مشکل سے محفوظ رکھ اور حلال رزق کمانے کی توفیق دے۔ آمین۔“

☆☆☆

قلم کی روشنی: کوپن برائے انعامی سلسلہ برائے

**الجهنن سلجھنن** شمارہ نمبر

نام.....  
ولدیت.....  
عمر.....  
تعلیم.....  
پتہ.....  
رابطہ نمبر.....

منجانب:

آپ کا اپنا خرید: ماہنامہ قلم کی روشنی پاکستان

کوپن یہاں سے کاٹیں.....



"قلم کی روشنی" صفحہ اور گروہ پہ ۲۹ مارچ سے ۲ اپریل تک منعقد کئے گئے "بہترین متحرک اور سرگرم اراکین" کے مقابلے میں پہلے دس ممبران جو صفحہ اور گروہ پہ سب سے سرگرم اور متحرک رہتے ہوئے سب سے زیادہ نقاط حاصل کئے ان دس خوش نصیب اراکین کا تعارف ان کی زبانی آپ سب کی خدمت میں پیش ہے۔

افشاں شاہد۔۔۔۔۔ کراچی

اسے مزید عروج عطا فرمائے (امین)۔

☆☆☆

انمول شیخ۔۔۔۔۔ حیدرآباد۔ سندھ

السلام علیکم

مجھے اللہ نے 1 جنوری کو دنیا کی خوبصورتی میں اضافہ کرنے، خوشیاں اور روشنیاں بکھیرنے کے لیے بھیجا۔ تمام بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی ہوں اور لاڈلی بھی... اردو ادب میں دلچسپی کے باعث اردو میں ایم اے کیا۔ شاعری میری غذا ہے.. شاعری میرا عشق ہے.. اس کے علاوہ داستان، احوال، افسانہ وغیرہ بھی لکھتی رہتی ہوں.. فطرتا شوخ و چنچل ہوں خوش رہنا اور سب کو خوش رکھنا اولین ترجیحات میں شامل ہوتا ہے۔

کو کنگ کرنا بہت پسند ہے الحمد للہ سب ڈشیز بہت شوق سے اچھی بنا لیتی ہوں۔ کھانے میں نخر نہیں کرتی ہر کھانے کو اللہ کا فضل اور عنایت سمجھ کے کھاتی ہوں.. رنگوں میں شوخ رنگ پسند ہیں خوشبوؤں کی عاشق ہوں۔ کتابوں میں لگن رہتی ہوں میرا مشغلہ بھی کتابیں پڑھنا ہے.. عمیرا احمد اور ماہا ملک پسندیدہ مصنفہ ہیں.. اور شاعروں میں ناصر کاظمی، پروین شاکر، اور نوشی گیلانی بے حد پسند ہیں.. گھومنا پھرنا سیر کرنا بہت اچھا لگتا ہے بھائی جان کی بدولت پاکستان کے خوبصورت ترین مقامات کی سیر کا موقع ملا... سب سے بڑی خواہش اللہ تعالیٰ بارگاہ میں حاضری، حج و عمرہ کرنا شامل ہے.. آخر میں اس بات کے ساتھ اجازت چاہوں گی "ہومیو پیتھک انسان نہیں، اگر کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو خدار کسی کو نقصان بھی نہ پہنچائیں"

۱۵ اور باقی سرگرمیاں کم ہیں شاعری سے خاصہ شغف نہ

تعارف اب ہم کوئی خاتون اول تو ہیں نہیں جو ہمارا تعارف بے حد مختلف ہوگا تو چلیے جناب اب ہم تعارف کرواتے ہیں اپنا بلکہ سیدھا سا ہا سا میرا نام افشاں شاہد ہے میرا تعلق کراچی سے ہے مجھے لکھنے کا بے حد شوق ہے جس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ پہلے صرف میں شاعری کرتی تھی نویں کلاس میں پہلا شعر لکھا تھا اور یہ سلسلہ اب تک جاری و ساری ہے اور کچھ عرصے سے اب میں آرٹیکل، کہانیاں اور افسانے بھی لکھ رہی ہوں۔ قلم کی روشنی اور اس جیسے دوسرے گروپ کے مقابلوں میں حصہ لے کر میری لکھنے کی صلاحیتیں اور نکھر رہی ہیں میری کہانیاں شاعری اور آرٹیکل مختلف اخبارات اور ڈائجسٹ میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں کم لکھوں لیکن اچھا لکھوں۔

☆☆☆

ارم فاطمہ۔۔۔۔۔ لاہور

میرے والد محمد علی اسپیشل بچوں کے اسکول کے پرنسپل تھے۔ انہی کی خواہش پر گورنمنٹ کالج لاہور سے اردو ادب میں ماسٹرز کیا۔ وہ اخبار میں آرٹیکلز لکھا کرتے تھے۔ میری خواہش ہے ادب کی دنیا میں میرا نام بھی سرفہرست ہو قلم کی روشنی گروپ کی وساطت سے اور میم رفعت خان کی مدد سے اس خواب کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھ دیا ہے اب تک وہ افسانے اور ایک آرٹیکل اخبار کی زینت بن چکے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ سوشل میڈیا پر ادب اور نئے لکھنے والوں کی ترقی میں قلم کی روشنی نمایاں کا کردگی دکھا رہا ہے اللہ

صرف رکھتے ہیں بلکہ کرتے بھی ہیں حال ہی میں بطور شاعرہ شاعری بھی ایک میگزین کا حصہ بنی تعارف کے لیے سطر میں محدود ہیں ورنہ ہم آدھے صفحے میں بیان ہونے والی ہستی نہیں (بڑا قبضہ جی ہاں قبضہ بڑا چھوٹا بھی ہوتا ہے) عادتاً مزاجا کیسی ہوں یہ تو احباب بتا سکتے ہیں لیکن سب کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھنا اچھا لگتا ہے لیکن تھوڑی موڈی ضرور ہوں اور پسند نہ پسند بھی اسی حساب سے ہے۔ جتنی سطروں کی حدود بتائی تھی وہ یقیناً تجاوز کر گئی ہے ابھی کے لیے اتنا ہی کافی ہے باقی پھر کبھی سہی۔۔۔

خدا و طن عزیز اور اسکے باسیوں پر اپنا خصوصی کرم فرمائے آمین تم آمین

☆☆☆

نوید بھٹہ۔۔۔۔۔ ملتان

السلام علیکم! نام نوید بھٹہ ہے، ملتان کا رہنے والا ہوں اور کنسائل مل میں کام کرتا ہوں۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اپنے ماں باپ اور دوست احباب کی عزت اور قدر کریں

☆☆☆

سنبل بٹ۔۔۔۔۔ بورے والا

میں بورے والا شہر کی رہنے والی ہوں۔ ماما کی نظر میں میں بہت بھلکڑی ہوں، فطرتاً تھوڑی کام چور ہوں شاید اس کی وجہ سستی ہے جو جان نہیں چھوڑتی۔ مجھے پھلوں میں سیب، انگور، آلو بخارے اور کیلے بہت پسند ہیں۔ اور کھانے پینے کی شوقین ہوں۔ کرکٹ میرا پسندیدہ کھیل ہے۔ شاعری اور غزلیں پڑھنا اچھا لگتا ہے مگر یاد نہیں رہتی۔ ناولز پڑھنے پسند ہیں۔

☆☆☆

نوٹ: قارئین! آپ بھی آگے بڑھ کر انعامات جیتنا چاہتے ہیں اور اپنا خوبصورت تعارف قلم کی روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں تو ہمارے گروپ ویج قلم کی روشنی کے زیادہ سے زیادہ پیغامات کو پسند کیجئے اور اپنے خیالات کا اظہار کیجئے شکر یہ (☆☆☆)





حسن کا جب سامنے آتا ہے تو ہماری نظریں ہمارا دماغ سب کچھ بھلا کر صرف اسی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ ہم خود بھی ایسا نظر آنے کے لیے سوچ بچار میں پڑ جاتے ہیں کہ آخر ایسی کون سی کریمیں اس حسینہ نے استعمال کیں ہیں جو انھیں سب سے منفرد بنا رہی ہیں ہم اپنے حسن کو نکھارنے کے کوشاں ہونے لگتے ہیں اور ہمیں ایسا کرنا بھی چاہیے اس لیے کہ اللہ نے ہر انسان کو حسین پیدا کیا ہے اور اس حسن کی حفاظت بھی بہت ضروری ہے کہ ہماری ذرا سی غفلت ہمارے حسن کو ماند کر سکتی ہے، اب اکثر مسئلہ یہ ہوتا کہ صاحب حیثیت تو مہنگی کریمیں استعمال کر لیتے مگر کچھ لوگ آج مہنگائی کے دور میں یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتے جبکہ حسین نظر آنے کا حق ہے راصل ہم ان گھریلو ٹونکوں کو بھول بیٹھے ہیں جو ہمارے چہرے کی حفاظت بھی کرتے تھے اور حسن کو نکھارتے بھی تھے ہم جزی بوٹیوں اور گھریلو ٹونکوں کی طرف بھی آپکی توجہ دلائیں گے اور جدید طرز کے نسخے ٹونکے بتائیں گے آپ نے اپنے آپ کو نکھارنا ہے تو ہمارے آزمودہ ٹونکوں کو نظر انداز مت کیجئے گا اس لیے ہم ہر ماہ اس میگزین میں اپنے بیوٹی پارلر کے ساتھ حاضر ہوں گے اور اس صفحے پر آپ کو پارلر کے موضوع پر اہم اہم باتیں اور مشورہ جات سے نوزیں گے اور دیسی ٹونکے لیے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اگر آپ کے پاس بھی کوئی آزمودہ ٹونکا ہو، یا حسن کو نکھارنے کا دیسی نسخہ ہو تو ہمیں اپنے نام پتے اور رابطہ نمبر کے ساتھ ہمارے فیس بک کے صفحہ قلم کی روشنی یا پھر ہمارے پی او بکس نمبر پر بھیج دیں۔ ان شاء اللہ ہم اسے آپ کے نام سے رسالے کی زینت بھی بنائیں گے اور مزید اپنا تعاون بھی شامل کریں گے۔

## لہسن کے فوائد

ویسے تو لہسن پاکستان میں بیشتر کھانوں میں استعمال کیا جاتا ہے مگر کیا آپ اس کے فوائد جانتے ہیں؟ یقیناً بیشتر افراد کو اس جزی بوٹی نما سبزی کے بیشتر فوائد کے بارے میں علم نہیں جیسے غیر متوقع طبی فوائد، خوبصورتی اور گھر کی مرمت وغیرہ کے لیے اس کا استعمال۔

اگر آپ بھی ان افراد میں سے ایک ہیں تو لہسن کے یہ چند حیران کن فوائد جاننا ہو سکتا ہے کسی موقع پر کام آجائے۔  
بالوں کو اگاائیں

لہسن آپ کے بالوں کے گرنے کے مسئلے کو ختم کر سکتا ہے جس کی وجہ اس میں شامل ایک جزی بوٹی نما سبزی کی بھرپور مقدار ہے، یہ سلفر کمپائونڈ پیاز میں بھی پایا جاتا ہے اور ایک طبی تحقیق کے مطابق بالوں کے گرنے کی

روک تھام کے لیے موثر ہے۔ لہسن کو کاٹ لیں اور اس کی پوتھیوں کو سر پر ملیں۔ آپ تیل میں بھی لہسن کو شامل کر کے مساج کے ذریعے یہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

کیل مہاسوں کا خاتمہ

یہ کیل مہاسوں کے لیے ملنے والی ادویات کا مرکزی جز



تو نہیں مگر لہسن ایک قدرتی علاج ضرور ہے جو کیل مہاسوں کو ختم کر سکتا ہے۔ اس میں موجود اینٹی آکسائیڈنٹس بیکٹریا کو ختم کرتے ہیں تو لہسن کی پوتھی کو کیل مہاسے پر گرنا موثر ثابت ہو سکتا ہے۔

نزلہ زکام کی روک تھام اینٹی آکسائیڈنٹس سے بھرپور ہونے کے باعث آپ کی غذا میں لہسن کی شمولیت جسم کے دفاعی نظام کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اگر نزلہ زکام کا شکار ہو جائیں تو دل مضبوط کر کے لہسن کی چائے پی لیں۔ اسے بنانے کے لیے لہسن کو پیس کر پانی میں کچھ منٹ تک ابالیں، اس کے بعد چھان کر پی لیں۔ آپ اس میں تھوڑا سا شہد یا ادراک بھی ڈالتے تو بہتر کرنے کے لیے شامل کر سکتے ہیں۔

وزن کو کنٹرول کریں

لہسن جسمانی وزن کو کنٹرول کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق لہسن سے بھرپور غذا سے چربی کے ذخیرے اور وزن میں کمی ہوتی ہے۔ اس کا فائدہ اٹھانے کے لیے لہسن کو روزانہ اپنی غذا کا حصہ بنانے کی کوشش کریں۔

چھسروں کو دور بھگائیں

سائنسدان پر یقین تو نہیں ایسا کیوں ہوتا ہے مگر ایسا نظر آتا ہے کہ چھسروں کو لہسن پسند نہیں۔ ایک تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ جو لوگ لہسن کے پیسٹ کو اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مل لیتے ہیں انہیں چھسروں کا ڈر نہیں رہتا۔ اس کے لیے آپ لہسن کے تیل، پیٹرو لیم جیل اور موسوم کو ملا کر ایک سلوشن بنالیں جو چھسروں سے تحفظ دینے والا قدرتی نسخہ ثابت ہوگا۔

ہونٹوں پر زخم سے نجات

شدید ٹھنڈ میں ہونٹوں کا پھٹ جانا یا زخم ہو جاتا کافی عام ہوتا ہے تو اس کے علاج کے لیے پیسے ہوئے لہسن کو کچھ دیر تک متاثرہ جگہ پر لگائے رکھیں۔ اس میں شامل قدرتی سوجن کش خصوصیات درد اور سوجن کم کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ ☆☆☆☆

ان شاء اللہ اگلے شمارے میں آپ کو بیوٹی ٹپس اور گھریلو ٹونکے بھی بتائیں جائیں گے اگر آپ کا کوئی بھی مسئلہ ہے تو آپ ہمیں خط لکھ کر مشورہ کر سکتے ہیں یا ہمیں ای میل کر سکتے ہیں۔ ( )



# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی پیشکش

## یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

### ہم خاص کیوں ہیں :-

- ☆ ہائی کوالٹی پی ڈی ایف فائلز
- ☆ ہر ای بک آن لائن پڑھنے کی سہولت
- ☆ ماہانہ ڈائجسٹ کی تین مختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ☆ ہر ای بک کا ڈائریکٹ اور ریڈیو م ایبل لنک
- ☆ ڈاؤنلوڈنگ سے پہلے ای بک کا پرنٹ پر یو ہر پوسٹ کے ساتھ
- ☆ پہلے سے موجود مواد کی چیکنگ اور اچھے پرنٹ کے ساتھ تبدیلی
- ☆ مشہور مصنفین کی کتب کی مکمل ریج
- ☆ ہر کتاب کا الگ سیکشن
- ☆ ویب سائٹ کی آسان براؤزنگ
- ☆ سائٹ پر کوئی بھی لنک ڈیڈ نہیں
- ☆ سیریم کوالٹی، نارمل کوالٹی، کپریڈ کوالٹی
- ☆ عمران سیریز از مظہر کلیم اور ابن صفی کی مکمل ریج
- ☆ ایڈفری لنکس، لنکس کو ایسے کمانے کے لئے شرنک نہیں کیا جاتا

We Are Anti Waiting WebSite

واحد ویب سائٹ جہاں ہر کتاب ٹورنٹ سے بھی ڈاؤنلوڈ کی جاسکتی ہے

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے بعد پوسٹ پر تبصرہ ضرور کریں

↳ ڈاؤنلوڈنگ کے لئے کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ہماری سائٹ پر آئیں اور ایک کلک سے کتاب ڈاؤنلوڈ کریں

اپنے دوست احباب کو ویب سائٹ کا لنک دیکر متعارف کرائیں

# WWW.PAKSOCIETY.COM

Online Library For Pakistan



Like us on Facebook

fb.com/paksociety



twitter.com/paksociety1



# آپ کے خطوط

السلام علیکم

گروپ ویج قلم کی روشنی کو دن گئی رات چوگنی ترقی کرتے دیکھتی ہوں تو دلی خوشی ہوتی ہے۔ گھریلو مصروفیات کی بنا پر فیس بک کا اتنا استعمال نہیں کر پاتی لیکن جب بھی وقت ملتا ہے چکر لگاتی ہوں اور اگرچہ گروپ ویج کی کسی ایکٹیویٹی میں کبھی حصہ نہیں لیا لیکن خبر سب رکھتی ہوں۔ میں آزاد کشمیر کے دور دراز کے ایک گاؤں کی رہائشی ہوں جہاں خط و کتابت کا نظام تقریباً تعطل کا شکار ہے ایسے میں گروپ ویج ”قلم کی روشنی میں“ کے ذریعے اپنی تحریروں کو دنیا سے متعارف کرانے کا ایک بڑا ذریعہ مجھ جیسی کئی بہنوں کو میسر آیا جس کا سہرا رفعت خان کے سر ہے، بہت خوشی ہوتی ہے یہ سب دیکھ کر، اور جب ایک دوست کی زبانی رسالہ ”قلم کی روشنی میں“ کی اشاعت کی خبر سنی تو دل باغ باغ ہو گیا اور خوشی کو بیان کرنے کے لیے میرے پاس لفظوں کا خزانہ کم پڑ گیا۔ رفعت خان صاحبہ کی کاوشوں کو سلام، میں نے فوراً کاغذ سنبھالا اور فوراً ایک خط تحریر کیا اس امید کے ساتھ کہ اس پہلے میگزین کے پہلے خطوط میں میرا خط بھی ان خوبصورت صفحات کی زینت بنے گا تو میری امید پوری ہو جائے گی نا۔؟ (مریم عثمان آزاد کشمیر)

جواب:

علیکم السلام بہت شکر یہ مریم عثمان آپ کا خط ملا بہت خوشی ہوئی آپ سب کی محبتیں ہیں جن کی بدولت ہم ایک خوبصورت سفر کی جانب رواں دواں ہیں کوشش کریں گے کہ ہم آپ سب کی امیدوں پہ پورا اتر سکیں۔ دعاؤں میں ہمیشہ اسی طرح یاد رکھیے گا اور خط لکھ کر اپنے خوبصورت خیالات کا ظہار کرتے رہئے گا اللہ سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔ جزاکم اللہ خیر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پیاری آپی رفعت خان

صاحبہ میں جب شروع شروع میں فیس بک کی طرف آئی تو کسی طرح آپ کی دوست لسٹ میں شامل ہو گئی جس طرح عام طور پر لڑکیاں میری لسٹ میں شامل ہو رہی تھیں تو میں بھی آپ کو عام لڑکی سمجھتی رہی لیکن جس دن آپ نے مجھے اپنے صفحہ قلم کی روشنی کے لیے دعوت دی تو میں نے وہ صفحہ اپنی فیس بک میں شامل کر لیا تو جب میں نے اس صفحے کو دیکھا تو میں بہت حیران ہوئی کہ ماشاء اللہ سے آپ تو ادیبہ ہیں اور آپ کی محبتوں سے کتنے لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں تو میرا مسئلہ یہ تھا کہ میں کافی عرصہ سے لکھنے والوں کے ساتھ وابستہ ہوں لیکن کبھی قلم اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی ایک دن میں فیس بک کی بھول بھلیوں میں لگن تھی کہ آپ کا اشتہار کشمیر کے حوالے سے پڑھا تو ڈرتے ڈرتے قلم ہاتھ میں تھا اور کاغذ پر اٹھی سیدھی لکھیں کچھ دیں اور پھر اس کو پھاڑ دیا کہ یہ بے ڈھنگے سے الفاظ مجھے کہیں شرمندہ نہ کر دیں لیکن پھر دوبارہ ہمت کر کے لکھنا شروع کیا اور انہی ٹیڑھے میڑھے الفاظ کو فیس بک پر لکھ کر آپ کو بھیج دیے لیکن الحمد للہ آپ نے نہ صرف میری حوصلہ افزائی کی بلکہ مجھے انعام سے بھی نوازا خدا آپ کی عمر و راز کرے اور اب آپ کا اشاعت کی طرف آنے کا سن کر دل باغ باغ ہو گیا کہ آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گی اور ہماری تحریروں کی نوک پلک سنوار کر ہمیں بہترین مواقع عنایت فرمائیں گی آپ کی محنتوں اور کوششوں کو دیکھ کر ایک شعر یاد آ گیا جو آپ کی نظر ہے

حیران ہوئی کہ ماشاء اللہ سے آپ تو ادیبہ ہیں اور آپ کی محبتوں سے کتنے لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں تو میرا مسئلہ یہ تھا کہ میں کافی عرصہ سے لکھنے والوں کے ساتھ وابستہ ہوں لیکن کبھی قلم اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی ایک دن میں فیس بک کی بھول بھلیوں میں لگن تھی کہ آپ کا اشتہار کشمیر کے حوالے سے پڑھا تو ڈرتے ڈرتے قلم ہاتھ میں تھا اور کاغذ پر اٹھی سیدھی لکھیں کچھ دیں اور پھر اس کو پھاڑ دیا کہ یہ بے ڈھنگے سے الفاظ مجھے کہیں شرمندہ نہ کر دیں لیکن پھر دوبارہ ہمت کر کے لکھنا شروع کیا اور انہی ٹیڑھے میڑھے الفاظ کو فیس بک پر لکھ کر آپ کو بھیج دیے لیکن الحمد للہ آپ نے نہ صرف میری حوصلہ افزائی کی بلکہ مجھے انعام سے بھی نوازا خدا آپ کی عمر و راز کرے اور اب آپ کا اشاعت کی طرف آنے کا سن کر دل باغ باغ ہو گیا کہ آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گی اور ہماری تحریروں کی نوک پلک سنوار کر ہمیں بہترین مواقع عنایت فرمائیں گی آپ کی محنتوں اور کوششوں کو دیکھ کر ایک شعر یاد آ گیا جو آپ کی نظر ہے

اردائے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو  
ظلام خیز موجوں سے دہ گھرایا نہیں کرتے  
آخر میں دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کو دن گئی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے آمین۔

والسلام (حیا عبداللہ۔ کراچی)

علیکم السلام پیاری مصباح بہت خوشی ہوئی آپ



کاپی راسا خط پڑھ کر بہت ساری محبتوں سے نوازنے کا شکر یہ اللہ پاک آپ کو لمبی صحت والی عمر عطا کرے آمین، رہے سلامت آنگن تیرا، شاد رہو آباد رہو۔ آمین۔

☆☆☆

السلام علیکم! مدیرہ اعلیٰ، قلم کی روشنی، میں ہر لکھنے والے لکھاری کی فین ہوں میں جاسوسی ناول، خواتین، شعاع پاکیزہ کی مستقل قاریہ ہوں اس وقت میری عمر پچاس برس ہونے کو ہے نظر کمزور ہونے کے باوجود اب بھی شوق سے رسائل پڑھتی ہوں میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں اس لیے آپ کی سرگرمیوں پر نظر ضرور رکھتی ہوں اور ہمیشہ دلی خوشی ہوتی ہے جب آپ کا ہر کام سماجی اور پاکستان کی بہتری کے لیے دیکھتی ہوں قلم کی روشنی رسالہ کی اشاعت یقیناً آپ کی مثبت سوچ اور پاکستان کے روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ بہت بے صبری سے رسالہ قلم کی روشنی کا انتظار رہے گا۔ آپ جیسے محبت وطن لکھاری پاکستان کا قیمتی اثاثہ ہیں اللہ آپ کو سلامت و شاد رکھے اللہ آپ کو ڈھیروں کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔ شکیلہ بی بی ملتان۔

علیکم السلام! پیاری شکیلہ آپ کی محبتوں کے لیے ممنون ہوں آپ کا انتظار ختم ہوا اللہ کے فضل سے رسالہ قلم کی روشنی آپ کے ہاتھوں میں ہے، آپ تو ماشاء اللہ پختہ قاریہ ہیں ہمیں آپ کے تبصرہ کا شدت سے انتظار رہے گا کہیں بھی کچھ اصلاح کی ضرورت محسوس ہو برائے مہربانی نشاندہی ضرور کیجئے گا اور اپنی قیمتی آراء سے نوازئیے گا۔ اللہ آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے آمین اپنا بہت خیال رکھے گا جزاک اللہ)

☆☆☆



کائنات میں آپ کو مختلف شخصیات مختلف میدانوں میں اپنے اپنے مخصوص شعبہ میں بے مثل کردار ادا کرتی نظر آئیں گی مثلاً اگر کوئی کھلاڑی ہے تو کھیل میں، گلوکار ہے تو گلوکاری میں، سیاستدان ہے تو سیاسی میدان میں اپنے جوہر دکھاتا ہو نظر آئے گا، مگر ایسے لوگ معدودے چند ہی ملیں گے جن کو قدرت نے تمام تر خوبیوں سے مزین کر کے ملک و ملت کی نگاہوں کا مرکز بنا دیا ہو ایسے ہی باکمال لوگوں میں ۵ جون کو سرزمین ضلع رحیم یار خان خانپور پہ جنم دانی شہرہ آفاق شخصیت محترمہ رفعت خان صاحبہ جو کہ مثالی شخصیت کا درجہ رکھتی ہیں۔

بیشمار شعبات میں بیک وقت سرگرم عمل ہیں اور اپنے شاندار اور قابل فخر کردار کی بدولت انتہائی تلیل عرصہ میں عظمت و رفعت کے قابل تقلید مقام پر فائز ہیں۔ دل کی گہرائیوں سے لکھنے والی شاعرہ، سبق آموز اور نامور تحاریر کی مصنفہ ایک پُر عزم و بہترین کالم نگار، ہمدرد، غمگسار اور شفیق و رکر ایسی شخصیت کہ جن کے جذبات و احساسات سے وطن کی مٹی کی خوشبو مہکتی ہے۔ تعلیمی ادبی فلاحی رفاہی، صحافتی اور سماجی سرگرمیاں ان کی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔

اپنے مداحوں کا ایک وسیع حلقہ احباب رکھنے والی یہ عظیم ہستی امن، محبت، رواداری، خلوص اور جذبہ حب الوطنی کی علمبردار بھی ہیں اور اپنی دھرتی کے معصوم، مظلوم اور مستحق طبقے کی پکار بھی۔ یہ کارہائے نمایاں ان کے کردار کی عظمت کو مزید دو بالا کر رہے ہیں۔ اجالا ویلفیئر ٹرسٹ کے ذریعے غریب و نادار بچیاں بھرپور استفادہ کر رہی ہیں۔ غریب بچوں کے لئے لائحہ کار ”مسکان“ کا انعقاد جن سے نونہالوں کے مرجھائے چہرے فرحت و تازگی پاتے ہیں نہ صرف طلبہ کو معلومات و اعتماد ملتا ہے بلکہ انعامات کی شکل میں ان کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے۔ قومی و ملی تہواروں کا انعقاد اپنی مثال آپ بن کر ان کی شخصیت کو مزید روشن کرتا ہے۔ آپ کا اردو زبان سے عشق بھی اپنے عروج پہ ہے موجودہ دور میں اردو کو تیزی کا شکار ہوتے دیکھ کر آپ نے اس کے فروغ کے لئے بھی قدم اٹھا لیا ہے جو ایک نہایت قابل تحسین عمل ہے، اردو ادب کی اشاعت میں قدم رکھنا اللہ رب العزت مبارک کرے۔ آمین رفعت خان جیسے لوگ ملک و ملت کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں جن کے کردار کی روشنی سے ظلمت کے گہرے اندھیرے بقانور میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جن کے فکر و شعور کی مشعلوں سے پڑمردہ انسانیت نئی زندگی پاتی ہے جنکی قابل ستائش زندگی صحیح نوعی نوید ہوتی ہے۔ پر مجھے کہنے دیجئے۔۔۔

مت سہل ہمیں جانو ، پھرتا ہے فلک برسوں  
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

تجزیہ نگار:

عبید اللہ جوئیہ رحیم یار خان

انور سبزی پبلشرز

407 مشین روڈ ساہیوال  
030-2981433, 0312-6278333